1-عقیدہ عمل کی بنیاد ھے

☆ اللہ تعالیٰ قرآن میں اکثر مقامات پر ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا ذکر فرماتا ہے پہلے ایمان ہے پھر اعمال صالحہ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ترجمہ☆ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے۔ (البقرۃ ۲۷۷)

☆ اس مسئلہ میں امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح صحیح اور درست نہیں ہوسکتا۔ عقیدہ عمل پر مقدم ہے بلکہ اعمال صالحہ کی عمارت کیلئے سنگ بنیاد ہے۔ یا یوں کہیے کہ اعتقاد جڑ ہے اور اعمال صالحہ درخت۔ کوئی درخت جڑ کے بغیر سرسبز و شاداب نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کوئی عمل صالح اعتقاد صحیح کے بغیر درست نہیں ہوسکتا۔

☆ قرآن میں رب تعالیٰ نے منافقین کا حال بیان فرمایا وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ مسجدیں بنواتے تھے اور کئی دوسرے نیکی کے کام کرتے تھے۔ اس کے باوجود انکے حق میں ارشاد ہوا

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ☆ بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ (النساء ۱۴۵)

☆ سب نیکیوں میں اول اور مقدم کلمہ شہادت ہے منافقین کلمہ شہادت بھی پڑھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا کلمہ شہادت پڑھنا بھی قبول نہیں فرمایا اور یہ اس لیے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں تھا ان کا اعتقاد صحیح نہیں تھا۔

☆ سورۃ المنافقون میں ارشاد خداوندی ہے۔ (اے محبوب) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ اعتقاد کے بغیر عمل نہیں ہوتا مثلاً جو شخص نماز کی فرضیت کا اعتقاد ہی نہ رکھتا ہو وہ نماز ہی نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا بھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح دوسرے اعمال کا معاملہ ہے اب جو اعتقاد کسی کے عمل کی بنیاد ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو عقیدہ صحیح ہوگا یا فاسد۔ اعتقاد صحیح ہوگا تو عمل بھی صحیح ہوگا اعتقاد فاسد ہوگا تو عمل بھی فاسد ہو جائے گا۔

☆ جب فاسد العقیدہ لوگوں کے اعمال کا فاسد ہونا ظاہر ہو گیا تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آ گئی کہ بدعقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز درست نہیں ہوسکتی۔ معمولی عقل والا آدمی بھی اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے امام کی نماز درست نہ ہو تو مقتدیوں کی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔ مثلاً اگر امام کے کپڑے ناپاک ہوں یا اس کا وضو صحیح نہیں ہے تو امام کی

نماز نہیں ہوگی اور جب امام کی نماز نہیں ہوگی تو یقیناً مقتدیوں کی نماز بھی نہیں ہوگی اسی طرح یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام کا عقیدہ باطل ہو تو امام کی نماز بھی باطل ہو جائے گی اور جب امام کی نماز باطل ہوئی تو اس کے پیچھے صحیح العقیدہ مسلمانوں کی نماز کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

☆ ابوداؤد کی ایک حدیث ہے مدینہ منورہ کی کسی مسجد میں ایک امام تھا اس نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا حضور سید عالم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور اس کے مقتدیوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا اس کے بعد اس شخص نے ان کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا انہوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور اس کو حضور سید عالم ﷺ کے فرمان سے آگاہ کیا وہ شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور سید عالم ﷺ نے لوگوں کی تصدیق فرمائی۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ شاید حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی (اِنَّكَ قَدْ آذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ایک بدعمل امامت کے لائق نہیں تو بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز کیسے درست ہو سکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

2- حقیقت ایمان

☆ ہر چیز کی علامت اسکی حقیقت کی غیر ہوتی ہے یہی حال ایمان کا ہے۔ ایمان کی علامت اور ہے اور حقیقت ایمان اور۔ حقیقت ایمان کیا ہے۔۔۔؟

☆ حضور تاجدار مدنی ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اسکی دل سے تصدیق کرنا (۱) اور حضور ﷺ کی محبت (۲) کا نام ایمان ہے اور اس تصدیق اور محبت کا تعلق دل سے ہے۔ ایمان قلبی چیز ہے ظاہری اعضاء سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

☆ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ یہ سب چیزیں ایمان کی علامت ہیں۔ حقیقت ایمان نہیں ہیں۔ انکا حقیقت ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ منافقین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات بجالاتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے کیونکہ انکے دل حقیقت ایمان سے خالی تھے۔ نہ وہ دل سے حضور ﷺ کی تصدیق کرتے تھے اور نہ ہی ان کے دل میں حضور ﷺ کی محبت تھی۔ معلوم ہوا کہ ظاہری عبادت ایمان نہیں ہے یہ سب چیزیں ایمان کی علامات تو ضرور ہیں لیکن حقیقت ایمان نہیں۔

☆ اس زمانے میں بہت سے لوگ حقیقت ایمان کو بالکل بھول گئے اور انہوں نے علامات ایمان کو حقیقت ایمان سمجھ لیا تمام باطل فرقے اسی غلط نظریے سے پیدا ہوئے اگر لوگ اس مسئلے کو صحیح طرح سمجھ جائیں تو پوری ملت اسلامیہ کے تمام اختلافات ختم ہو جائیں۔

☆ اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو ہی حقیقت ایمان سمجھ لیا جائے تو پھر کوئی منافق بھی بے ایمان نہ رہے گا سب کو مومن ماننا پڑے گا اور اگر

کوئی مومن کسی مجبوری کیوجہ سے کبھی ایک فرض ادا نہ کرسکے تو وہ کافر ہو جائے گا اور یہ دونوں نظریے قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہیں۔

☆ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حقیقت ایمان اور چیز ہے اور علامت ایمان اور چیز اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کی حقیقت تو موجود ہو لیکن علامت نہ ہو جیسے کسی مومن کا نہایت مجبوری کی حالت میں ظاہری عبادات نہ کرنا حقیقت ایمان کو باقی رکھتا ہے اور اس کے برعکس کسی کافر کا ظاہری نماز روزہ اسکو مومن نہیں بنا سکتا۔ اسلیے کہ علامت بغیر حقیقت کے بیکار ہو جاتی ہے۔ جو لوگ حقیقت ایمان سے محروم تھے انہوں نے اپنا کفر چھپانے کیلئے علامت ایمان کو ایمان قرار دیا اگر وہ ایسا نہ کریں تو لوگوں پر انکا بے ایمان ہونا ظاہر ہو جائے۔ انکا ظاہری عبادات کو حقیقت ایمان سمجھنا باطل ہے یہ سب چیزیں ایمان کی علامات تو ہیں لیکن حقیقت ایمان نہیں۔ بس حق یہی ہے کہ حضور ﷺ کی محبت اصل ایمان ہے روح ایمان ہے اور حقیقت ایمان ہے!

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

وما علینا الا البلاغ

3-النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم

☆ حضور ﷺ ہم سے دور نہیں یہ اور بات ہے کہ ہم خود ہی حضور ﷺ سے دور ہوں ورنہ حضور ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہماری جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ قران مجید میں ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب آیت ٦)

☆ معنی یہ ہیں کہ یہ نبی ﷺ ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اگر حضور ﷺ ہم سے دور ہوں تو پھر حضور ﷺ سے ہمارا رابطہ کیسے ہوگا اور ہمیں رسالت کا فیض کیسے حاصل ہوگا۔ دیکھیے یہ آسمان کا سورج ہم سے دور نہیں جو جہاں بیٹھا ہے لاہور کراچی ملتان میں وہ کہتا ہے سورج میرے قریب ہے حالانکہ سورج تو ایک ہے اور وہ سورج سب کے قریب ہے یہ اور بات ہے کوئی شخص شامیانہ تان لے تو وہ خود سورج سے دور ہو گیا۔ شامیانہ ہٹا کر دیکھے تو سورج کو اپنے قریب پائے گا یہ تو دنیا کے سورج کا حال ہے اور جو ساری کائنات کا سورج ہیں اور تمام اشیاء کا مبدأ ہیں ان کے قرب کا کیا عالم ہوگا۔ بے شک ان کی شان یہی ہے کہ وہ تو ہماری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب آیت ٦)

☆ صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ سورج گرہن کی نماز پڑھا رہے ہیں اور نماز پڑھاتے ہوئے کچھ آگے بڑھے اور

پھر پیچھے آئے۔ نماز کے بعد صحابہ کرام نے وجہ پوچھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو میرے سامنے کردیا میں نے ارادہ کیا کہ جنت کے انگور کا خوشہ توڑلوں اگر میں توڑلیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو فقط جنت اور دوزخ کی مثالی صورتیں تھیں اور جنت دوزخ کی حقیقت نہیں تھی لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے گھر سے کسی دوسرے مقام پر جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ شخص تو آ گیا لیکن اپنی حقیقت اپنے گھر چھوڑ کر آیا تو جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ میرے سامنے لائی گئیں تو بے شک وہ اپنی حقیقت جنت اور دوزخ ہی تھیں ان کی مثالی صورتیں نہیں تھیں اگر حقیقت نہ ہوتی تو حضور ﷺ نے کیوں فرمایا کہ میں نے چاہا جنت کے انگور کا خوشہ توڑلوں۔ کیا مثالی صورت کو کھایا جاتا ہے اگر مثالی صورت کو کھایا جا سکتا ہے تو کاغذ پر انگور کی مثالی شکل بنی ہوئی ہے اسے کوئی کھا کر دکھائے اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے دوزخ کی حرارت بھی محسوس فرمائی اگر دوزخ کی حقیقت نہ ہوتی تو حرارت کیوں محسوس ہوتی۔ کیا مثالی سے بھی حرارت محسوس ہو سکتی ہے۔

☆ بعض لوگ یہ شبہ بھی وارد کرتے ہیں کہ اتنی بڑی جنت دوزخ کیسے ممکن ہے کہ ایک دیوار میں سما جائیں۔ یہ شبہ اس لیے پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو فراموش کردیا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اتنی بڑی جنت دوزخ کو اپنے حبیب ﷺ کے سامنے دیوار قبلہ میں رکھ دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نشانیاں دکھائی ہیں۔ آفاق اور انفس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم نشان موجود ہیں غور فرمایئے ہماری آنکھ کیسی چھوٹی سی ہے لیکن یہی چھوٹی سی آنکھ بڑی سے بڑی شے کا احاطہ کر لیتی ہے تو معلوم ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ضرور قادر ہے کہ وہ جنت اور دوزخ کو ایک دیوار میں رکھ دے۔

☆ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو دوزخ کی حرارت محسوس ہوئی اور حضور ﷺ نے اس کا ذکر بھی فرمایا تو کیا آتش دوزخ سے جلنے کا خوف تھا۔ افسوس! ایسی بات کوئی مومن نہیں کر سکتا کوئی جلنے کا خوف کہے تو خود ہی اپنا انجام سوچے میں یہ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ اس لیے پیچھے ہٹے کہ کہیں دوزخ کی آگ بجھ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دشمنان رسول کیلئے دوزخ کی آگ بھڑکتی ہی رہے۔ حضور ﷺ کی شان کا کیا کہنا حدیث شریف میں تو یہ مضمون آیا ہے کہ جب حضور ﷺ کے غلام پل صراط سے گزریں گے تو دوزخ فریاد کرے گی اور کہے گی۔

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاَ نَارِیْ

ترجمہ ☆ اے مومن! تو جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے۔

☆ مقام غور ہے جب غلاموں کا یہ حال ہے کہ دوزخ بھی پناہ طلب کر رہی ہے اور بجھ جانے کے خوف سے فریاد کر رہی ہے تو حضور ﷺ کے نور کا کیا عالم ہوگا۔

4-رسول کائنات ﷺ

☆ قرآن مجید میں رب تعالیٰ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان آیت ۱)

ترجمہ☆ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

☆ ”العالمین“ میں جمیع عالم داخل ہیں خواہ عالم اجسام ہوں‘ خواہ عالم ارواح‘ عالم مثال ہو یا عالم امر‘ عالم بیداری ہو یا عالم خواب‘ عالم دنیا‘ عالم برزخ یا عالم آخرت‘ حضور سید عالم ﷺ تمام اولین و آخرین کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔ حضور ﷺ کی رسالت عام ہے اور جمیع کائنات اور کل عالم اسمیں داخل ہیں۔ خود زبان رسالت نے فرمایا

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

ترجمہ☆ مجھے کل مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہے۔

☆ غرضیکہ حضور تاجدار مدنی ﷺ کائنات کے ہر فرد کی طرف مبعوث ہوئے اور عالم کا ذرہ حضور ﷺ کی رسالت کے دائرے میں ہے۔ حضور ﷺ کی رسالت عام ہے اور حضور ﷺ کل عالم کی طرف اللہ کے رسول بن کر تشریف لائے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ بعض تفاسیر میں مذکورہ ہے کہ حضور ﷺ فقط جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے یا ثقلین اور ملائکہ کے رسول ہیں تو جمیع اشیاء کی طرف مبعوث ہونا کیسے سمجھ آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ”العالمین“ وارد ہے۔ دیکھئے آپ ہر روز نمازوں میں **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ”العالمین“ کا رب ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ فقط ثقلین کا رب ہے یا ثقلین یعنی جن وانس اور فرشتوں کا رب ہے۔ وہاں بھی ”العالمین“ سے مراد کل کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا رب ہے تو جیسے وہاں کوئی تخصیص نہیں اسی طرح یہاں بھی کوئی تخصیص نہیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ سب جہانوں کا رب ہے اور اس کے حبیب حضور ﷺ سب جہانوں کے رسول ہیں ”**لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا**“ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے اور تمام جہانوں کے رسول ﷺ۔

☆ حضور ﷺ کے مخاطب ثقلین اور ملائکہ کا ہونا بعض علماء نے جو بیان کیا اسمیں ادنیٰ تامل سے یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ سب سے افضل مخلوق میں یہ تین گروہ ہیں ان کا بیان گویا کل مخلوقات کا بیان ہے کیونکہ یہ تین گروہ اعلیٰ ہیں اور باقی سب ادنیٰ یہ متبوع میں اور سب ان کے تابع اس لیے ان تین گروہ یعنی جن وانس اور ملائکہ کا ذکر گویا سب کا ذکر ہے ورنہ یہ نہیں کہ فقط یہی تین گروہ مراد ہوں اور اگر ایسا کیا جائے کہ رب العالمین میں ”العالمین“ سے فقط یہی تین گروہ مراد ہونگے اور یہ باطل

ہے وہاں کوئی تخصیص نہیں تو یہاں بھی کوئی تخصیص نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے۔ بے شک وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اسی طرح ہمارے آقا حضور ﷺ سارے جہانوں کے رسول ہیں۔

☆ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ ملائکہ اور جن وانس کے لیے تو حضور ﷺ کی رسالت اور پیغام رسانی سمجھ آ گئی لیکن جمادات اور نباتات کو حضور ﷺ کی رسالت کا کیا مفہوم ہے۔ جمادات ونباتات کو حضور ﷺ نے کونسے پیغام پہنچائے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی پیغام رسانی کا کیا مطلب ہے۔

☆ دیکھیے! قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے فرمایا

وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

ترجمہ☆ اور کوئی چیز نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو۔ (بنی اسرائیل ۴۴)

☆ نیز فرمایا

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ

ترجمہ☆ ہر ایک (شے) نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا (سورۃ النور آیت ۴۱)

☆ کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو اور اسکی حمد نہ بجالاتی ہو بلکہ ہر شے اللہ کی بارگاہ میں ''صلوٰۃ'' ادا کرتی ہے اپنی اپنی شان کے لائق ''نماز'' پڑھتی ہے کل مخلوق جن میں جمادات' نباتات سب شامل ہیں انہیں تسبیح وتحمید اور صلوٰۃ کس نے سکھائی؟ ضرور ذکر الٰہی کا یہ پیغام ان تک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور ﷺ کی وساطت سے پہنچایا۔

☆ یاد رہے کہ رسالت ہر ایک لیے یکساں نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر ایک کے لائق ہوا کرتی ہے۔ چاند' سورج' دریا' پہاڑ' بادل ہر شے کو اسکے لائق احکام حضور ﷺ نے پہنچائے بنی نوع انسان میں بھی سب کے لیے یکساں احکام نہیں۔ جہاد ان پر فرض ہے جن کے لیے شرائط جہاد ہوں اسی طرح حج اور زکوۃ بھی ان لوگوں پر فرض ہے جن کے لیے حج اور زکوۃ کی شرائط پائی جائیں۔ مقیم اور مسافر' بیمار اور تندرست' مرد اور عورت ہر ایک کے لیے مختلف اوقات اور مختلف حالات میں نماز کے مختلف احکام ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے حالانکہ انسانیت میں تمام یکساں ہیں مگر احکام مختلف ہیں۔ معلوم ہوا جو جس حال میں ہے اس کے لیے ایسے ہی احکام ہونگے۔

5-عبس وتولّے کا صحیح مفہوم

☆ اس آیت مبارکہ کا صحیح مفہوم بعض لوگ نہ سمجھے اور ان کو دھوکہ ہوا۔ اللہ ﷻ نے فرمایا

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰٓی (الاعمٰی ۱تا۳)

ترجمہ☆ (محبوب) چیں بجبیں ہوئے اور (انہوں نے) منہ پھیرا اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا اور (چونکہ آپ ﷺ نے توجہ ہی نہیں فرمائی اسلئے) آپ کو کیا معلوم شاید وہ پاکیزگی حاصل کرے۔

☆ اصل قصہ یہ ہے کہ ایک دن حضور سید عالم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور حضور سید عالم ﷺ کے پاس قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار عتبہ، ربیعہ، ابوجہل، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ان کے علاوہ بعض اور رؤساء بیٹھے تھے اور حضور سید عالم ﷺ ان کو نہایت جانفشانی اور تندہی کے تبلیغ اسلام فرما رہے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کی شان میں رب تعالیٰ جل مجدہ نے فرمایا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ ۱۲۸)

ترجمہ☆ بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانیوالے ہیں۔

☆ اس آیت مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ کا یہ وصف جمیل بیان ہوا کہ آپ ﷺ تبلیغ و اشاعت دین کیلئے بہت کوشش فرمانیوالے اور لوگوں کی بھلائی کے بہت خواہاں ہیں حضور سید عالم ﷺ کی انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح دین اسلام خوب پھیلے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں۔ اسلام کی شوکت اور رونق بہت زیادہ ہو۔ حضور سید عالم ﷺ چاہتے تھے کہ اگر یہ سرداران قریش مسلمان ہو جائیں تو سارا شہر مکہ مسلمان ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں ایک نابینا شخص عبداللہ بن ام مکتوم مجلس شریف میں حاضر ہوئے۔ اپنی معذوری کے سبب وہ اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ اس وقت آداب مجلس کا کیا تقاضا ہے اور آتے ہی بار بار کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے قرآن مجید کی تعلیم دیجئے قرآن مجید کی فلاں فلاں سورۃ سکھایئے اور میرے حال پر توجہ فرمایئے۔ حضور سید عالم ﷺ کو عبداللہ بن ام مکتوم کا اس طرح تبلیغ دین میں مخل ہونا ناگوار گزرا اور اس ناگواری کے آثار چہرہ مبارک پر ظاہر ہوئے اس وقت یہ آیت قرآنی نازل ہوئی۔

☆ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے دل کی وہ کیفیت جسے وہ لیکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی حضور سید عالم ﷺ کے حسن کے جلوے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ ہادی بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (الشوری ۲۵)

ترجمہ☆ اور اے حبیب بیشک آپ ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔

☆ ہدایت حضور سید عالم ﷺ کا حسن و جمال ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اپنے دل میں جو نور ہدایت لیکر آئے تھے وہ بھی حسن مصطفیٰ کا جلوہ تھا۔ اسی طرح (لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی) میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے بارے میں جس تذکیہ اور پاکی کا ذکر ہے وہ بھی تو حسن مصطفیٰ ﷺ کی تجلی تھی اور وہ بھی حضور ﷺ کے حسن کا جلوہ تھا اسلیے کہ تذکیہ فرمانیوالے اور پاک کرنے والے بھی تو حضور سید عالم ﷺ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ (ال عمران ۱۶۴)

☆ مختصر یہ کہ اس سلسلے میں جس قدر محاسن و مکارم حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اپنے قلب مبارک میں لیکر حاضر بارگاہ اقدس ہوئے تھے وہ سب حسن رسالت اور جمال محمدی کے جلوے تھے حضور سید عالم ﷺ چونکہ تبلیغ دین میں مصروف تھے اور حضور سید عالم ﷺ کی خواہش تھی کہ اسلام کی خوب اشاعت ہو اور تبلیغ دین تو آپ کا خاص منصب تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ ۶۷)

ترجمہ☆ اے رسول پہنچا دیجئے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے۔

☆ اسلیے عبداللہ ابن ام مکتوم کا اس وقت مخل ہونا طبیعت مبارک پر گراں گزرا اور یہ امر بھی فرض منصبی کی ادائیگی میں ان کی طرف سے خلل انداز ہونے کے سبب تھا۔

☆ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اشاعت اسلام میں کوشش کوئی ایسا کام نہیں تھا جسکو نعوذ باللہ برا کیا جائے اور اس پر عتاب ہو۔ احکام الٰہی کی تبلیغ تو منصب رسالت ہے لہٰذا اس پر عتاب ناممکن ہے۔ بات یہ تھی کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کا حکم بجالانے میں اس درجہ مصروف اور مشغول تھے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے دل میں جو انوار ہدایت اور جذبات تزکیہ کی شکل میں جو جلوہ ہائے حسن مصطفائی چمک رہے تھے انکی طرف بھی توجہ نہ فرمائی اور اس امر کو ملحوظ بھی نہ فرمایا کہ میرے حسن کے جلوے مجھ ہی سے ملنے کیلیے بے تاب ہیں۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ کا مطمع نظر اگر کچھ تھا تو صرف یہی کہ رب کریم کے فرمان تبلیغ کی بجا آوری علی الوجہ الاتم ہو جائے۔ اسی خیال میں حضور سید عالم ﷺ نے تمام امور مذکورہ سے بے توجہی فرماتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کی گفتگو کو جاواقعی آداب مجلس کے خلاف تھی۔ اپنے رب کریم کے حکم بجا لانے میں مخل سمجھا اور آپ چیں بجبیں ہوئے اور آپ نے (اپنے جلوہ ہائے حسن اقدس) سے رخ پھیر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم بیٹھے بیٹھے چلے گئے۔ اس پر "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" نازل ہوئی۔

☆ ان کے جانے کے بعد جب حضور سید عالم ﷺ سرداران قریش کو تبلیغ دین فرما چکے تو بنفس نفیس عبد اللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف لے گئے ان کی دل داری اور دل جوئی فرمائی ان کیلیے اپنی چادر مبارک بچھادی پھر جب کبھی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو حضور سید عالم ﷺ انکا بہت اکرام فرماتے اور ارشاد فرماتے

مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ (روح المعانی پارہ ۳۰)

☆ اس تفصیل کے ساتھ شان نزول سنکر معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب اس تمام واقعہ میں کوئی کام حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہوا تو عتاب کس بات پر۔ لیکن ظاہراً عتاب ضرور ہے اسکی وجہ اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ مولائے کریم نے جب اپنے حبیب ﷺ کو اپنے حکم کی تعمیل اور اپنے فرمان کی بجا آوری میں اس بلند ہمتی اور اولوالعزمی کے ساتھ مشغول پایا کہ میرا حبیب میرا حکم بجالانے میں اور میرا کام کرنے میں اس قدر جانفشانی کے ساتھ مشغول ہے کہ اس نے اپنے جلوہ حسن کو بھی نظر انداز کردیا تو محبت بھرا خطاب بصورت عتاب نازل فرمایا کہ سید عالم ﷺ میرے حکم کی بجا آوری میں مصروفیت کی وجہ سے نابینا کے آنے سے چیں بجیں ہوگئے۔ نابینا کا آنا اور بولنا آپ کو گراں گزرا آپ نے اس طرف تو توجہ فرمائی کہ وہ نابینا تبلیغ دین میں مخل ہوا لیکن اس پہلو پر توجہ نہ فرمائی کہ اس کے دل میں جذبات تزکیہ اور انوار ہدایت کی شکل میں آپ ہی کے حسن کے جلوے چمک رہے ہیں۔ آپ نے ان سے رخ پھیرلیا۔

☆ اے میرے پیارے حبیب ﷺ آپ میرا کام چھوڑ دیتے اور اپنے جلوہائے حسن کو اپنی توجہ سے محروم نہ فرماتے۔ غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اگرچہ یہ بظاہر تو عتاب تھا لیکن حقیقتاً تمام محبت کا خطاب تھا۔

☆ اس مسئلے کو ذہن نشین کرانے کے لیے بلاتشبیہ وتمثیل عرض کرتا ہوں فرض کیجئے ایک شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ انتہائی محبت ہے اور اسکی بیوی اپنے خاوند کی فرمانبردار اور اطاعت شعار ہے وہ علیل کمزور اور بخار میں مبتلا ہے سخت گرمی ہے خاوند محنت مزدوری کرکے آنیوالا ہے وفا شعار بیوی شدت گرمی میں کھانا پکانا شروع کردیتی ہے خاوند آتا ہے دیکھتا ہے کہ بیوی آگ جلا رہی ہے لکڑیاں جلنے میں نہیں آتی وہ اپنی دھن میں چولہے میں پھونکیں مار رہی ہے بخار کی وجہ سے جسم لرز رہا ہے خاوند اپنی بیوی کو اس حال میں دیکھ کر نہایت سخت لہجہ میں چلا کر کہتا ہے تو یہ کیا کررہی ہے تیرا بدن شدت بخار سے کانپ رہا ہے تو میرا حق خدمت بجالانے میں اس قدر مشغول ہے کہ تجھے اپنی صحت اور تندرسی کا بھی خیال نہیں یہ تمام گفتگو اگرچہ عتاب کا لہجہ رکھتی ہے مگر اہل عقل خوب جانتے ہیں کہ اس لہجہ عتاب میں محبت کا ایک سمندر موجزن ہے تو بلاتمثیل وتشبیہ اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس سورۃ میں عتاب کے لہجے میں ایسا محبت بھرا خطاب فرمایا جس کی لذت اور چاشنی اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

☆ اس زمانہ میں بعض بد باطن لوگ عَبَسَ وَتَوَلّٰی کو جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور صبح وشام اور شب وروز اسی کام میں مشغول ہیں کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی سے معاذ اللہ حضور سید عالم ﷺ کا معتوب ہونا ثابت کریں جس سے آپ کی شان اقدس میں توہین وتنقیص ہو۔ وہ نہیں سمجھتے کہ حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں توہین وتنقیص کی نیت سے قرآن مجید کی آیات کا پڑھنا بھی کفر خالص ہے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کسی مسجد کا امام تھا وہ اس بات پر قتل کیا گیا کہ وہ ہر نماز میں عَبَسَ وَتَوَلّٰی پڑھتا تھا اور اس امام کی نیت آپ ﷺ سے بغض اور عداوت کی تھی انکی بد عقیدگی کی بنا پر اسے قتل کر دیا گیا۔ کاش! آج وہی عہد فاروقی ہوتا تو ان بد باطن لوگوں کا بھی وہی حشر ہوتا۔

وما علینا الا البلاغ

6-تحسین یا توہین

☆ تحسین وتوہین محاورہ پر موقوف ہے سچ جھوٹ پر نہیں ہر نبی کو انکی قوم بشر کہہ کر کافر ہوئی۔ یعنی اپنے جیسا سمجھا۔ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کا بنا ہوا کہہ کر کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز روزہ کی اتنی تاکید نہیں فرمائی جتنی کہ حضور ﷺ کی تعظیم کیلئے تاکید فرمائی۔ سب سے بڑا فرض حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم ہے۔ باقی فرائض اسکی فرع ہیں۔

☆ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کا واقعہ مشہور ہے انکی آواز بہت بلند تھی۔ آیت (لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ) نازل ہوئی تو گھر میں بیٹھے روتے رہتے اور کہتے میں تو جہنمی ہو گیا میرے سارے اعمال اکارت گئے مگر حضور سید العالمین ﷺ نے فرمایا

هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ ☆ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

☆ اور مومنوں کو حکم ہوا کہ در دولت پر حاضر ہو کر آواز نہ دیں بلکہ آپ ﷺ کے باہر آنے کے منتظر رہیں۔ حضور ﷺ کے گستاخوں کی عقل خدا لے لیتا ہے کہ توبہ کر کے سزا سے بچ نہ جائیں اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو چھوڑ دے تو مالک ہے مگر حضور ﷺ کے گستاخوں کو چھوڑ دینا محبت کے خلاف ہے۔

وما علینا الا البلاغ

7-توحید و اتباع رسول ﷺ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ھُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیۡدًا ۔ (الفتح آیت ۲۸)

ترجمہ☆ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ھدیٰ اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور (رسول ﷺ کی صداقت پر) اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

☆ عزیزان محترم! یہ میلاد النبی ﷺ کی روحانی، عرفانی، وجدانی، نورانی اور بابرکت محفل ہے۔ (اس محفل میلاد کا انعقاد شارجہ یعنی متحدہ عرب امارات میں ہوا تھا)

☆ اللہ تعالیٰ کا ذکر جہاں بھی ہوتا ہے اور اس کے پیارے حبیب آقائے نامدار تاجدار مدنی جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یاد جہاں بھی ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

☆ اس میں شک نہیں کہ یہ محافل بہت بابرکت اور ان میں شرکت باعث سعادت ہے، کسی سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں، میں صرف اپنے جذبہ محبت اور ذوق عقیدت کے پیش نظر کچھ کلمات عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کلمۃ الحق کو میری زبان پر جاری فرمائے اور حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

☆ قبل اس سے کہ آیت کریمہ کے مضامین پر کچھ کلام کروں۔ بطور تمہید چند باتیں عرض کرتا ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے، ان میں سے ہر نبی و رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ھدیٰ لے کر آیا، قرآن میں ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ (پ ۷ الانعام آیت ۹۰)

ترجمہ☆ (یہ) وہی حضرات ہیں جن کو اللہ نے ھدیٰ عطا فرمائی تو آپ (بھی) ان کے طریقے پر چلیں۔

☆ جن انبیاء کرام کا ذکر ہم نے کیا ہے یہ وہی محبوبان خدا ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ھدیٰ دے کر بھیجا، ہمارا ایمان ہے کہ ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ھدیٰ لیکر جلوہ گر ہوا، حضور پُر نور ﷺ کی تشریف آوری ایسے وقت میں ہوئی جسے زمانہ فطرت کہتے ہیں۔

عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ

ترجمہ☆ (یعنی) مدتوں سے رسولوں کی آمد رکی ہوئی تھی۔ (المائدہ آیت ۱۹)

☆ یہ وہ زمانہ تھا، جب انبیائے کرام علیہم السلام کا جلوہ گر ہونا منقطع ہو چکا تھا، حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تشریف لائے تھے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی و رسول نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انقطاع نبوت کا دور تھا اور "فتــــرت" کا زمانہ تھا۔ جس کا عرصہ تقریباً پانچ سو سال سے زیادہ ہے۔ ہوا یہ ہے کہ پہلے انبیاء کی تعلیمات میں لوگوں نے تحریفات کر دیں۔ وہ تعلیمات جو خالص توحید پر مبنی تھیں اور ان میں بنیادی دعوت یہ تھی کہ

لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ

ترجمہ☆ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

☆ مگر لوگوں نے مظاہر کائنات کو پوجا' صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی امتیں بھی اس شرک میں مبتلا ہوئیں۔

☆ آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا

ترجمہ☆ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے (بلا واسطہ بکثرت) کلام فرمایا۔ (النساء)

☆ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام فرمایا ہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمائی تھی' ایسی توریت کہ

فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ

ترجمہ☆ اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔

☆ لیکن اس کے باوجود یہود نامسعود نے توریت کی تعلیمات کو محرف کر دیا' حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بنیادی دعوت کو مسترد کر دیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ تعالیٰ کہنے لگے قرآن میں ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِ ابْنُ اللّٰهِ

ترجمہ☆ یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ (التوبہ آیت ۳۰)

☆ اور عیسائیوں کا یہ مقولہ ہے کہ مسیح ابن اللہ تعالیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) (التوبہ آیت ۳۰)

☆ یہ تو تھی ان لوگوں کی بنیادی دعوت توحید میں تحریف' علاوہ ازیں تعلیمات اور شرائع و احکام میں جو تحریفات سرزد ہوئیں ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ اس ضمن میں آپ کو ایک عیسائی مبلغ کی بات سناؤں یہ عیسائی مبلغ ملک شام کا رہنے والا تھا اور

پاکستان کے پورے علاقے میں چند سوالات لئے پھرتا رہا اور کہتا تھا کہ مجھے میرے ان سوالوں کے جواب کوئی مسلمان نہیں دے سکتا اگر کوئی ان سوالوں کے جواب دے دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ (یہ عیسائی اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب سن کر مسلمان ہوگیا) یہ شخص میرے پاس بھی آیا۔ میں نے پوچھا آپ کے وہ کونسے سوالات ہیں جن کا جواب مسلمان نہیں دے سکتے تو اس نے اپنے وہ سوالات ہمارے سامنے پیش کئے' گیارہ دن مسلسل اس کے سوالات پر گفتگو ہوتی رہی ان سوالات میں سے ایک سوال توحید اور تثلیث پر بھی تھا اس نے کہا کہ ہم بھی توحید کو مانتے ہیں اور ہماری توحید کو تم تثلیث سمجھتے ہو حالانکہ یہ تثلیث تمہارے ہاں بھی موجود ہے جیسا کہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ☆ یعنی اللہ تعالیٰ بھی ہے رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے

☆ یہ تثلیث نہیں تو اور کیا ہے؟ اور آپ لوگ بھی' گویا ایک کو تین مانتے ہو اور تین کو ایک یعنی توحید میں تثلیث اور تثلیث میں توحید اور یہی تعلیم عیسائیت کی ہے جسے تم شرک سے تعبیر کرتے ہو۔ ہم نے کہا عیسائیت اس تثلیث کو پیش کرتی ہے جو توحید کے قطعاً منافی ہے عیسائی اقانیم ثلاثہ کو معبود مانتے ہیں اور کہتے ہیں اب ابن' روح القدس' یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہیں' اب الگ ہے' ابن الگ ہے اور روح القدس الگ ہے اور اسلام میں اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے رحمٰن بھی وہی ہے اور رحیم بھی وہی ہے' عیسائیوں نے جس چیز کو پیش کیا اور مانا وہ خالص تثلیث ہے اور اسلام اور ﷺ نے جس چیز کو پیش کیا وہ خالص توحید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ایک ہی ذات ہے' واجب الوجود' جو مستلزم ہے جمیع کمالات صفاتیہ کو مگر بمقتضائے ذات وہ ایک ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

☆ اس نے پھر سوال کیا کہ

انتم تقولون ان اللہ واحد

ترجمہ☆ تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ واحد ہے۔

☆ واحد کے معنی کیا ہیں اور واحد کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا

الواحد ینقسم علی انواع متعددۃ بای واحد تسئلنی

ترجمہ☆ یعنی واحد کی کئی قسمیں ہیں تو کس نوع کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا ہے؟

☆ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ وہ اس کا جواب نہ دے سکا تو ہم نے اسے واحد کی قسمیں بتائیں

☆ الواحد العددی ☆ الواحد النوعی

☆ الواحد الجنسی ☆ الواحد الحقیقی

☆ واحد کی چار قسمیں ہیں' واحد عددی' واحد نوعی' واحد جنسی اور واحد حقیقی۔ ہم اللہ تعالیٰ کو واحد عددی نہیں کہہ سکتے۔

ان اللہ تعالیٰ' تعالیٰ عن العدد

ترجمہ☆ اللہ تعالیٰ عدد سے بلند و بالا ہے۔

ولانقول انہ واحد نوعی

ترجمہ☆ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ واحد نوعی ہے۔

ان اللہ تعالیٰ' متعال عن الفصل والنوع

ترجمہ☆ اللہ تعالیٰ فصل اور نوع سے بھی پاک ہے۔

وکذلک لانقول ان اللہ واحد جنسی لانہ متعال عن الجنس

ترجمہ☆ اور اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ واحد جنسی ہے کیونکہ وہ تو جنس سے بھی بالاتر ہے۔

☆ اب ایک واحد باقی رہ گیا ہے اور وہ "الواحد الحقیقی" واحد حقیقی ہے' اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے' ہم نے اس کو واحد عددی اسلئے نہیں مانا کہ الواحد نصف الاثنین' عدد میں دو کا آدھا ایک ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کو واحد عددی تصور کیا جائے تو پہلے دو تسلیم کرنے ہونگے پھر ان کو آدھا آدھا کر کے ایک ماننا ہوگا' یہ تنصیف ہے اور جس کی تنصیف ہو جائے وہ واجب نہیں ہو سکتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو واحد عددی ماننا باطل ہو گیا۔

☆ اور ہم اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے اس لئے کہ "**النوع مرکب من الفصل و الجنس والمرکب الذی یوجد بعد الترکیب حادث**" یعنی جنس اور فصل کے مجموعے سے نوع بنتی ہے اور یہ مرکب ہے اور جو مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے کیونکہ پہلے جنس اور فصل ہو اور دونوں کو ترکیب دیا جائے تو نوع کا ظہور ہوگا اور جو اس ترکیب کے بعد پیدا ہوا حادث کہلائے گا لہذا اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی کہنا بھی غلط ہوا' اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو واحد جنسی ماننا بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ' متعال عن الجنس' لان الجنس لا یوجد الا بعد الفصل

ترجمہ☆ یعنی جنس کا وجود فصل کے بغیر ممکن نہیں اور اس میں بھی ترکیب واقع ہوگی' اللہ تعالیٰ ترکیب سے منزہ ہے' اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو واحد عددی ہے اور نہ ہی واحد نوعی و جنسی ہے۔ ہم تو اس کو واحد حقیقی' مانتے ہیں۔

ھو الواحد الذی لایقتضی وحدتہ الا ذاتہ

ترجمہ ☆ وہ واحد ہے اور واحد حقیقی وہ ہے کہ جس کی وحدت کا تقاضا خود اس کی ذات کرے۔

☆ یعنی امر خارج سے اس کی وحدت متقاضی نہ ہو کیونکہ واحد عددی میں اثنین خارج ہے واحد سے اور واحد نوعی خارج ہے جنس اور فصل سے اسی طرح واحد جنسی میں قدر مشترک ہے اور اشتراک خود ایک امر خارج ہے، ان سب کی وحدت کا تقاضا امر خارج سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدت وہ نہیں کہ اس کا تقاضا بھی امر خارج سے ہو بلکہ وہ تو ایسا واحد حقیقی ہے جو قدیم ہے اور ازل سے اس کا متقاضی ہے کہ میں ایک ہی ہوں اور یہی واحد حقیقی ہے۔ یہ وہ توحید ہے جس کو اسلام اور ﷺ پیش کرتا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے۔ الرحمٰن بھی وہی ہے اور الرحیم بھی وہی ہے۔ اسلام تو کہتا ہے!

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

ترجمہ ☆ یعنی میرے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ (الاخلاص آیت نمبر ۱)

☆ واحد اور احد میں بھی فرق ہے، حالانکہ دونوں عربی کے لفظ ہیں، واحد بھی اور احد بھی، واحد کہتے ہیں "ایک" کو اور احد کہتے ہیں "یکتا" کو اور یکتا وہ ہے کہ جسکی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہ ہو اور اس کی کوئی مثل ہو نہ ضد، مثل و مثال اور شریک سے بالاتر ہو وہ یکتا ہے اور وہی واحد حقیقی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ جزو سے تجزی سے اور تقسیم سے پاک ہے، ابن ہمیشہ اب کا جزو ہوتا ہے یعنی اب میں جب تک تجزی نہ ہو ابن کا وجود ظاہر نہیں ہوگا اور تجزی خود تقسیم کی مقتضی ہے، اللہ تعالیٰ رب العلمین، تجزی اور تقسیم سے پاک ہے، تبعیض اور تبعض سے منزہ ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

☆ ہمارا رب تو وہ ہے کہ جس کیلئے مرکب ہونا تو درکنار وہ بسیط ہونے سے بھی پاک ہے، کیونکہ بسیط کا مفہوم مرکب کے بعد ذہن میں ابھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا خارج سے متعارف نہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ یکتا ہے اور اس کی شان ہے کہ

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

ترجمہ ☆ یعنی نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

☆ کوئی اس کا بیٹا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا باپ ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی اس الوہیت و وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر نبی نے اسی توحید کا درس دیا مگر افسوس کہ لوگوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو مٹا دیا اور توحید کو شرک سے بدل دیا، غیر اللہ کی عبادت ہونے لگی کسی نے اللہ وحدہ لاشریک کا بیٹا بنا ڈالا کسی نے اللہ تعالیٰ کا جزو مان لیا اور معاذ اللہ کسی نے

اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرالیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ مظاہر کائنات کی عبادت کی گئی کسی نے سورج کو پوجا کسی نے چاند کو معبود بنالیا' کسی نے زمین کی پرستش کی' کسی نے آسمان کے آگے آسن مارے' کسی نے عناصر کے سامنے جبین رکھ دی' کسی نے جواہر کو مسجود سمجھا اور کسی نے موالید کے آگے جھکنا عبادت تصور کرلیا وہ کونسی چیز ہے کہ جس کو انسان نے نہ پوجا ہو اور اس کی عبادت نہ کی ہو۔ دنیا کے انسان اس شرک میں مبتلا رہے' حالانکہ انبیاء کرام نے تو انکو توحید کی دعوت دی تھی اور اللہ ﷻ کی پرستش کا حکم دیا تھا۔ مگر لوگوں نے انبیاء کرام کے پیغام کو ترک کر دیا اور ان کے دامن رحمت کو چھوڑ دیا اور شرک کے گڑھے میں گر گئے اور اپنی عاقبت تباہ کر ڈالی لیکن حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی امت شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتی کیونکہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوا فِيْهَا

ترجمہ ☆ یعنی میں تم پر شرک کا تو خوف نہیں کرتا مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا سے رغبت کرنے لگو گے۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۱۷۹ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۷)

☆ حضور ﷺ کا یہ فرمان حق ہے اور آج ہمارے دل میں دنیا کی رغبت پیدا ہو گئی ہے' اس سے فتنے اور فسادات برپا ہو رہے ہیں اور مصائب و آلام نازل ہو رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں آ سکتا۔ بخلاف سابقہ امتوں کے کہ وہ جب شرک میں مبتلا ہوتیں تو اللہ ﷻ کسی نبی یا رسول کو مبعوث فرما دیتا جو اس شرک کی بیخ کنی کر کے توحید کے جلووں کو چمکا دیتا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یہ سلسلہ چلتا رہا جب آپ ﷺ کی باری آئی تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا یعنی آخری پیغمبر بنا کر بھیجا (قوله تعالیٰ ! مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ الاحزاب ۳۳ نمبر ۴۰) اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ جب آپ ﷺ کے بعد نبوت ختم ہو گئی اگر آپ ﷺ کی امت میں شرک اب پیدا ہو تو کون ہے جو اس شرک کا ازالہ کر سکے۔

☆ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے غلاموں ایمانداروں میں شرک کا نہ ہونا حضور ﷺ کی خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو محبوب خدا ﷺ کے غلاموں پر شرک کے فتوے بھی لگاتے ہیں اور حضور ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانتے ہیں۔ حضور ﷺ کو خاتم النبیین ماننے کیساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ غلامان رسول اللہ ﷺ شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ زبان نبوت سے ظاہر ہونے والے کلمات حق ہیں۔ حق ہیں' حق ہیں۔ اس پر ایک حدیث شریف پیش کرتا ہوں۔

☆ ابوداؤد (عربی صفحہ ۵۱۴) اور مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ صحابی رسول

فرماتے ہیں

كُنْتُ اَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ اَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ترجمہ☆ کہ میں ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا۔

فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا اَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَاَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابَةِ

☆ تو قریش نے مجھے منع کر دیا اور کہنے لگے کہ تو ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ تو بشر ہیں کبھی غصے میں اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں تو میں حضور ﷺ کی احادیث لکھنے سے رک گیا۔

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَوْمَا بِاِصْبَعِهٖ اِلٰى فِيْهِ فَقَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَايَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ

☆ میں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا اور حکم دیا کہ (میری ہر بات) لکھو پس قسم مجھے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نہیں ظاہر ہوتا اس سے مگر حق۔

☆ حضور پر نور ﷺ کا کیا کہنا کہ خالق کائنات جن کے تکلم کی قسمیں اٹھائے اور فرمائے ''وَقِيْلِهٖ'' (الزخرف آیت ۸۸) اور ہمیں قسم ہے رسول کے اس بولنے کی۔ نیز ارشاد الٰہی ہے کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم آیت ۳۔۴)

ترجمہ☆ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کیطرف) کیجاتی ہے۔

☆ آقا تو آقا آقا ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے کہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروق ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ (وَفِيْ رِوَايَةٍ) وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ

ترجمہ☆ بیشک اللہ ﷻ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے۔ (ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۰۹)

☆ یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے انکے آقا کا کیا عالم ہوگا۔ حضور ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا ہے۔

وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ اَنْ تُشْرِكُوْا (بخاری ج ۱ ص ۵۰۸ و ج ۲ ص ۵۸۵ مسلم ج ۲ ص ۲۵۰)

ترجمہ☆ مجھے اللہ ﷻ کی قسم ہے میری امت میرے بعد شرک میں مبتلا نہیں ہوگی۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ نے قسم کیوں اٹھائی اور اس قسم کا کیا مطلب ہے قسم اٹھانے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی امر واقع کا انکار کرے تو اسکے انکار کے ازالہ کیلئے قسم اٹھائی جاتی ہے یعنی قسم منکر کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور سرکار ﷺ کے سامنے دو قسم کے منکر تھے' ایک مشرکین اور دوسرے منافقین' کیونکہ مومنین کو تو آپ ﷺ کی کسی بات میں شک نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان میں شک کرنیوالا یا کافر ہوگا یا منافق۔ ان دو میں سے کافر تو کھلے منکر تھے۔ اب شک کا محل صرف منافق ہی رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا شک دور کرنے کیلئے قسم اٹھائی اور فرمایا میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اپنی امت پر شرک کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی اس قسم کے بعد بھی اگر کوئی غلامان رسول کریم ﷺ کو مشرک کہے تو یقین جانیئے ایسا کہنے والا زبان رسالت ﷺ پر جاری ہونے والے کلمات کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی آپ ﷺ کی قسم پر ایمان رکھتا ہے۔

☆ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو وہ ھدیٰ عطا فرمائی ہے کہ اس ھدیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی امت کے غلاموں میں شرک کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا اور آپ ﷺ کی یہ ھدیٰ بالکل وہی ھدیٰ ہے جو اللہ ﷻ نے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی لیکن ان انبیاء کی امتوں نے اس کو شرک کے ساتھ مخلوط کردیا اور توحید پر برقرار نہ رہ سکے' مگر ہمارے پیارے محبوب ﷺ نے ھدیٰ کے ذریعہ سے جو توحید کا پرچم بلند فرمایا وہ قیامت تک برقرار رہے گا۔ اور توحید پر برقرار رہے گی اور اس توحید کے جلوے چمکتے دمکتے رہیں گے اور آپ ﷺ ایسے زمانے میں تشریف لائے جو "عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ" کا زمانہ تھا انبیاء کرام علیہم السلام کا آنا منقطع ہو چکا تھا پانچ چھ سو برس سے کوئی نبی و رسول تشریف نہ لایا۔ لوگوں نے انبیاء کی تعلیمات کو محرف کردیا تھا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا کہہ دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا بنادیا اور توحید کے دعوے کے باوجود تثلیث کے قائل ہوگئے اور یہ کہنا شروع کردیا ایک باپ (اب) ایک بیٹا (ابن) اور ایک روح القدس' یہ ظلم عظیم دیکھ کر فطرت انسانی تڑپ اٹھی۔ انسانیت گریہ کناں ہوئی نجات کا راستہ نظروں سے پوشیدہ ہو چکا تھا۔ توحید کے جلوؤں کی چمک شرک کے پردوں کی اوٹ سے مستور کردی گئی۔ دعوت توحید کی آواز سننے کیلئے کان انتظار کررہے تھے۔ جنت کا راستہ دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس رہی تھیں تو اللہ ﷻ نے اپنی حکمت ازلیہ کے تقاضوں کو پورا فرمایا اور اپنے بندوں کو نوید مسرت سنائی اور فرمایا

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

ترجمہ ☆ وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ھدیٰ کے ساتھ بھیجا۔

☆ جب تک اللہ ﷻ کی معرفت حاصل نہ ہوگی توحید کا پتہ نہیں چلے گا تو اللہ ﷻ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

☆ **ھُوَ** ضمیر ہے اور الذی اسم موصول ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ضمیر بھی مبہمات میں شامل ہے اور اسم موصول بھی مبہمات میں داخل ہے' مبہم کے معنی ہوتے ہیں پوشیدہ یعنی جس میں خفا اور پوشیدگی ہو جو ظاہر نہ ہو۔ ضمیر کا ابہام کھلتا ہے مرجع سے یعنی ضمیر مرجع کے بغیر نہیں کھلتی' مرجع ہوگا تو ضمیر کا پتہ چل جائے گا ورنہ اس کی پوشیدگی بدستور باقی رہے گی۔ اس طرح اسم موصول کا ابہام نہیں کھلتا جب تک کہ اس کا صلہ نہ ہو' صلہ ہوگا تو اسم موصول کا ابہام ختم ہو جائے گا اور اس کی پوشیدگی اٹھ جائے گی۔ مطلب یہ حاصل ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ضمیر کا ابہام مرجع کے بغیر دور نہیں ہوتا اور الذی کا ابہام صلہ کے بغیر ختم نہیں ہوتا بلا تمثیل مجھے کہنے دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا ابہام اس کے رسول ﷺ کے بغیر دور نہیں ہوتا دیکھئے سرکار ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کوئی پتھروں کے آگے ٹکریں مار رہا تھا کوئی پانی کو معبود بنائے بیٹھا تھا کوئی آگ کو مسجود مان رہا تھا' کوئی سورج' چاند اور ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھا اور کوئی مظاہر کائنات کو پوج رہا تھا' لوگوں کے اذہان میں معبود حقیقی کو جاننے سے خفا اور پوشیدگی تھی' اس خفا' پوشیدگی اور ابہام کو دور کرنے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں تھا کیونکہ ہر چیز کا پتہ لگانے کیلئے ایک ذریعہ ہوتا ہے یعنی مبصرات کو ڈھونڈنے کیلئے آنکھ کی ضرورت ہے مثلاً چاند آنکھ سے نظر آتا ہے اگر کوئی آنکھ پر پٹی باندھ لے اور چاند کو ہاتھ سے ٹٹولنا شروع کر دے تو اس کو چاند کا پتہ خاک چلے گا۔ آواز کو معلوم کرنے کیلئے قوت سامعہ کی ضرورت ہے اگر کوئی بجائے کان کے آواز کو آنکھ سے سننا چاہے تو سماعت آواز میں ناکام رہے گا' خوشبو کو معلوم کرنا ہو تو قوت شامہ یعنی ناک کی ضرورت ہے اور اگر کوئی ناک کو بند کر لے اور کان سے خوشبو سونگھنا شروع کر دے تو اس میں کامیاب نہ ہوگا اور کسی چیز کا ذائقہ اور مزا چکھنے کیلئے قوت ذائقہ یعنی زبان کی ضرورت ہے اور اگر کوئی اپنا منہ بند رکھے اور ہاتھ سے کڑوا ہونا یا میٹھا ہونا معلوم کرے تو وہ اس چیز کے مزے سے واقف نہیں ہوگا اور اگر کوئی کسی چیز کے گرم یا ٹھنڈا ہونے سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ تو اس کو ہاتھ لگانے ہونگے اگر وہ ہاتھ نہ لگائے تو اس چیز کے گرم و سرد ہونے کا علم نہیں ہوگا۔ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو معلوم کرنے کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے' مبصرات کیلئے بصر۔ مسموعات کیلئے سمع' مذوقات کیلئے قوت ذائقہ' مشمومات کیلئے قوت شامہ' ملموسات کیلئے قوت لامسہ کی ضرورت ہے اور یہ تمام قوتیں نور ہیں۔ کیونکہ قوت باصرہ' مبصرات کیلئے مبدأ انکشاف ہے قوت سامعہ' مسموعات کیلئے مبدأ انکشاف ہے اسی طرح قوت ذائقہ مذوقات کیلئے' قوت لامسہ ملموسات کیلئے قوت شامہ مشمومات کیلئے مبدأ انکشاف ہے اور عقل بھی نور ہے کیونکہ وہ معقولات کیلئے مبدأ انکشاف ہے ثابت ہوا کہ ہر چیز کو ڈھونڈنے اور تلاش کرنے کا ایک ذریعہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کسی نے آنکھوں سے ڈھونڈا کسی نے کانوں سے ڈھونڈا کسی نے ہاتھوں سے ڈھونڈا کسی نے حواس سے ڈھونڈا' کسی نے عقل سے اسے تلاش کیا عقل و حواس سے تو اس کا پتا چلتا ہے جو محسوس و معقول ہو اور حقیقت یہ ہے کہ عقل بھی محدود اور حواس بھی محدود ہیں' محدود سے لامحدود کو تلاش نہیں

کیا جاسکتا اور اگر اس لامحدود کی معرفت حاصل کرنی ہو تو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ وواسطہ سے ہی ممکن ہے اسلئے فرمایا

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

☆ یعنی اللہ تعالیٰ تو رسول اللہ ﷺ کی ھدیٰ کے نور میں ملتا ہے اور جس نے حضور ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی جستجو کی تو وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا دیکھیے! ہم سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اس دنیا میں آئے' ہماری پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے لیکن ہم میں سے کوئی بندہ اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یا اللہ تعالیٰ تو کیسے راضی ہوگا اور ہمیں تیری رضا کیسے میسر ہوگی اور کونسی بات تجھے محبوب ہے بندہ گنہگار یہ بات اس بلند و بالا سے کیسے پوچھے جب ہم اس سے اسکی رضا کے بارے میں پوچھ نہیں سکتے تو پھر ہماری تخلیق کا مقصد کیسے پورا ہوگا اس مقصد کی تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک معیار مقرر فرمادیا ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ اس کے رسول ﷺ کو راضی کرلے۔ رسول اللہ ﷺ کو راضی کرلینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ☆ جس نے رسول کی فرمانبرداری کی بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ (النساء آیت ۸۰)

☆ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری عبادت بیکار ہے جب تک رسول اللہ ﷺ کی رضا حاصل نہ ہو اور جس کو سرکار ﷺ کی رضا نصیب ہوگئی اس کا کام بن گیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

☆ جب غزوہ تبوک کا موقعہ آیا تو حضور ﷺ نے بہت بڑا لشکر تیار کیا اسلئے کہ عیسائیوں کے زبردست لشکر سے مقابلہ کرنا تھا۔ عیسائیوں کی فوجی قوت لاکھ سے متجاوز تھی' سخت گرمی کا زمانہ تھا ابھی کھجوریں پکنے کا وقت تھا۔ مسلمان تنگدستی کا شکار تھے لیکن حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت خوشی سے اس جنگ کی تیاری میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے مجھے جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اب ان صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا وقت آگیا ہے۔ مجاہدین کے ساتھ میں بھی اپنی شجاعت کے جوہر بکھیروں گا اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے داد شجاعت لوں گا' مگر جب روانگی کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! تمھیں مدینہ میں رہنا ہے' سرکار ﷺ کے اس حکم سے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم پر جو کیفیت طاری ہوئی آپ ﷺ نے اس کو محسوس فرمالیا حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا اور فرمایا

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

ترجمہ☆ اے علی سنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب میقات پر گئے تھے تو حضرت ہارون کو اپنی جگہ پر بٹھا گئے تھے اور آج میں تبوک کو جارہا ہوں اور تمھیں اپنی جگہ پر بٹھا کر جارہا ہوں تو کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کے ہارون

تھے اور تو میرا ہارون ہو جائے۔ فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد نبوت جاری تھی اس لئے حضرت ہارون بھی نبی تھے اور میرے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۶ مع حاشیہ ۲)

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس بات کو سن کر اتنا خوش ہوئے کہ پہلی خوشی سے بھی بڑھ کر خوش تھے' ان واقعات سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' قتال و جہاد' صدقہ وخیرات بلکہ تمام عبادتیں حضور ﷺ کی رضا سے ہی درجہ عبادت حاصل کرتی ہیں۔ جب تک آپ ﷺ راضی نہ ہوں کوئی عبادت کارآمد نہیں ہو سکتی اور آپ کی رضا عین اللہ کی رضا ہے اس طرح کا واقعہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا ہے' حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں' غزوہ بدر کا موقعہ آیا تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا میری لخت جگر بیمار ہیں اور وہ تمہارے گھر میں ہیں تم پر انکی خدمت فرض ہے لہذا تم نہ کرنا بدر میں شرکت' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں بدر کی فضیلت سے محروم ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہیں بدری بناؤں گا اور بدر کی غنیمت کا حصہ بھی دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کتب احادیث ملاحظہ کیجئے کہ جب بھی غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے اسماء گرامی کی فہرست سامنے آتی ہے تو حضرت عثمان کا نام سر فہرست نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خالی عبادت کرنے سے کام نہیں چلتا جب تک کہ رضائے محبوب حاصل نہ ہو اور جس کو محبوب خدا ﷺ کی رضا حاصل ہو گئی اس کا بیڑا پار ہو گیا۔

☆ اسی طرح غزوہ حدیبیہ میں حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان تم مکہ مکرمہ جاؤ اور ہماری نمائندگی کرو حالانکہ حدیبیہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں رہنا بہت بڑی سعادت تھا اور میرے نزدیک تو یہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ کے چہرہ والضحیٰ کو ایک بار ایمان ومحبت کے ساتھ دیکھ لینا کروڑ برس کی عبادت سے بہتر ہے اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کروڑ اولیاء اللہ رحمہم اللہ ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے خواہ وہ ولی کروڑوں نمازیں اور کروڑوں حج کریں اور کروڑوں روزے رکھ لیں' مگر ان تمام عبادات و ریاضات کے ہوتے ہوئے بھی وہ اس صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جسکو حالت ایمان میں دیدار مصطفیٰ ﷺ کے جلوے نصیب ہوئے جو دولت اس کو ملی وہ اس کے غیر کو میسر نہ ہو سکی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنی عبادتوں اور سجدوں میں وہ ثواب نہیں رکھا جو اپنے محبوب ﷺ کے دیدار میں رکھا۔ اللہ اللہ!۔

☆ بہر نوع اللہ جل جلالہ نے ایک معیار مقرر کر دیا ہے کہ جو مجھے راضی کرنا چاہے اور میری عبادت کرنا چاہے اور میری معرفت حاصل کرنا چاہے اور میری خوشنودی ورضا کا طلبگار ہو تو وہ پہلے میرے محبوب ﷺ کی رضا حاصل کر لے اور ان کو اپنی عبادات کی قبولیت کا واسطہ وذریعہ جان لے تو میں اس پر راضی ہو جاؤں گا اور اس کی عبادت کو قبول کر لونگا۔

☆ عزیزان محترم! اب وہ دور ختم ہو گیا ہے اور جاہلیت کا وہ زمانہ گذر گیا ہے کہ جس میں انبیاء کرام کی تعلیمات کو مسخ

کردیا جاتا تھا' توحید کو شرک کے سیاہ پردوں میں چھپا دیا جاتا تھا اور احکام بدل دیئے جاتے تھے اب تو اس پیارے رسول ﷺ کا زمانہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

☆ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ھدی دے کر بھیجا ہے اب اللہ تعالیٰ کو حواس کے ذریعہ سے ڈھونڈنے والا عقل کے واسطہ سے تلاش کرنیوالا عقل و حواس کی گتھیوں میں الجھ کر رہ جائے گا کیونکہ حواس بھی ناقص ہیں اور عقل بھی ناتمام ہے۔ حواس بھی محدود ہیں اور عقل بھی محدود ہے' محدود لامحدود کی رسائی کیسے حاصل کر سکتا ہے اسکی رسائی اور معرفت حاصل کرنیکی تو ایک ہی سبیل ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیٰ کے جلوے حاصل کر لئے جائیں اور انکے دامن رحمت سے وابستگی اختیار کرلیجائے تو رسائی بھی ممکن ہے اور معرفت بھی حاصل ہے اسکے پاس پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے اسلئے تو ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ ☆ اے محبوب فرمادیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنیوالا ہے۔ (ال عمران آیت ۳۱)

☆ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع میں سب کچھ ملتا ہے' اتباع رسول ﷺ کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہے اور اس حقیقت کا انکار وہی کریگا جو ایمان کی دولت سے محروم ہے' خدا کی قسم سب نعمتیں ساری برکتیں نجات آخرت' فلاح دارین' سعادت کونین' رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں مضمر ہے۔

☆ اب دیکھنا یہ ہے کہ اتباع کس کو کہتے ہیں؟ کیونکہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بظاہر نمازیں پڑھ لو' روزے رکھ لو' سنتوں پر عمل کرلو' بس رسول ﷺ کی اتباع ہوگئی! اگر فقط اتنی بات سے اتباع رسول ﷺ ہو جاتی ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ منافق بھی مطیع رسول تھے کیونکہ وہ بھی ایسی اتباع پر تو گامزن تھے' نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے' جہاد میں شریک ہوتے تھے' ان کی داڑھیاں بھی تھیں اور ظاہری شکلیں سنت کے مطابق تھیں' کیا کوئی ان منافقوں کو رسول اللہ ﷺ کا پیروکار اور متبع کہتا ہے قطعاً نہیں کہتا' کیوں اسلئے کہ ان کے پاس ظاہری عبادت تو تھی' اسلام کا ظاہری طریقہ تو تھا مگر محبت رسول ﷺ سے وہ محروم تھے یعنی رضائے رسول ﷺ حاصل نہ کر سکے تو ان کا سب کیا دھرا تباہ و برباد ہو گیا' حضور اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کی نشاندہی یوں فرمائی ہے کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ الی آخرہ

☆ یعنی اسلام سے صرف اس کا نام باقی رہے گا اور قرآن سے صرف اس کی رسم باقی رہے گی۔ ان کی مسجدیں بظاہر اونچی

اور لمبی ہوگی مگر ہدایت کے نہ ہونے سے وہ تباہ اور برباد ہوگی' آسمان کے نیچے سب سے بدترین ان کے علماء ہونگے جو فتنہ و فساد برپا کریں گے (بالآخر) یہ فتنہ وفساد انہی کی طرف لوٹ جائیگا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ص ۳۸)

☆ ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے ایک قوم نکلے گی جن کے مقابلے میں تم اپنی نماز روزے اور اعمال کو حقیر سمجھو گے وہ ﷻ پڑھے گی جو ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا' دین سے وہ ایسے نکل جائیگی جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵۷' مسلم ج ۱ ص ۳۴۱)

☆ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف خالی عبادت سے کام نہیں چلتا' عبادت کی قبولیت کیلئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ تو آیئے ﷻ سنیئے ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (انفال آیت ۲۴)

ترجمہ☆ اے ایمان والو! اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔ جب تمہیں رسول ﷺ اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی۔

☆ حضرت ابو سعید بن معلی نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا' سرکار ﷺ نے ان کو بلایا مگر وہ بدستور نماز پڑھتے رہے اور نماز مکمل کر کے خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے پوچھا دیر کیوں لگائی ہے' عرض کیا میرے آقا ﷺ میں تو نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو نے ﷻ نہیں پڑھا؟ اور آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری ج ۱۲ ص ۶۴۲ و ص ۶۶۹' مشکوٰۃ ص ۱۸۴ مع حاشیہ نمبر ۷)

☆ علماء کرام کا یہ مسلک ہے۔ کہ اگر تین رکعتیں پڑھ لی گئیں اور ایک رکعت باقی بچتی ہے اسی اثنا میں حضور سرکار عالم ﷺ نے بلا لیا تو اب یہ فرض ہے کہ نماز کو چھوڑ کر بارگاہ رسالت ﷺ کی حاضری دی جائے' ایسی حالت میں نماز کا پورا کرنا فرض نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کے بلاوے پر ان کی خدمت اقدس میں جانا فرض ہو گیا ہے۔ جب تک رسول اللہ ﷺ مصروف رکھیں ان کی بارگاہ میں رہنا ضروری ہے اور جب آپ ﷺ اجازت عنایت فرمائیں تو جو نماز باقی بچی تھی اسے پورا کر لیا جائے نماز ہو گئی اور نماز میں کسی قسم کا کوئی سقم واقع نہیں ہوگا' یہ کیا ہے؟ یہ وہی بات ہے کہ جب تک یہ بات مومن کے دل میں پیدا نہ ہو تب تک حضور ﷺ کی اتباع اور پیروی کے معنی ظاہر نہیں ہوتے' اتباع رسول ﷺ کا یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف آپ ﷺ کے کاموں جیسے کام کر لئے جائیں' احکام شرع میں حضور ﷺ جیسے کام تو منافقین نے بھی کئے تھے پھر بھی وہ متبع رسول کہلانے کے حقدار نہ ٹھہرے' ان باتوں سے واضح ہو گیا کہ اتباع رسول ﷺ کا مفہوم کچھ اور ہے اور وہ مفہوم یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ کے جذبات میں اس قدر منہمک ہو جائیں کہ وہ جذبات ہمیں مجبور کر دیں کہ ہم حضور ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائیں' محبت

WWW.KAZMIS.COM

رسول کا تقاضا یہ ہو کہ ہم سنت رسول کے رنگ میں رنگ جائیں' محبت رسول سے خالی ہو کر احکام شرع پر عمل کرنا' اتباع رسول نہیں کہلاتا بلکہ ایسے عمل کو نقالی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا' یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ محبت رسول کا پتا کیسے چلے گا؟ محبت تو دل کے گوشوں میں پنہاں ہوتی ہے اور دل کی بات تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے تو اس کا جواب بھی ہمارے پیارے محبوب ﷺ کے فرمان مبارک میں موجود ہے آپ ﷺ نے فرمایا

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

ترجمہ☆ یعنی جب تجھے کسی چیز سے محبت ہو جائے تو وہ محبت محبوب کا عیب دیکھنے سے اندھا اور اسکا عیب سننے سے بہرہ کر دیگی۔

☆ یہ ایک قانون فطرت ہے کہ جس سے محبت ہو جائے تو محب کو اس کا عیب نظر نہیں آتا اگرچہ اس میں عیب ہو بھی سہی اس کو وہ عیب بھی حسن نظر آتا ہے اور جہاں عیب کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور عیب کی نسبت کفر ہو بلکہ یوں کہیے کہ جہاں حسن ہی حسن ہو جیسا کہ حضرت حسان نے بارگاہ رسالت میں حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا تھا

خلقت مبرا من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاء

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو ہر عیب سے مبرا پیدا کیئے گئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ﷺ تو اپنی حسب منشا پیدا کیئے گئے ہیں۔

واحسن منك لم ترقط عینی
واجمل منك لم تلد النساء

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ جیسا حسین تو کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ جیسا جمیل تو کوئی ماں جنے گی ہی نہیں۔ حضور ﷺ کا حسن وجمال بے مثل بے مثال ہے اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو ایسا بنایا کہ آپ جیسا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ (امام اہل سنت علامہ احمد رضا خان نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا۔ کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم) آپ ﷺ کی ذات بابرکات سراپا معجزہ ہے اور آپ ﷺ حسن ازل کے مظہر اتم ہیں۔ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ ہی کو مقام محبوبیت پر فائز فرمایا ہے ایسی شان و شوکت سے سرفراز ہونے والے کو ہر عیب و نقص سے منزہ ہونا چاہیے۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے۔

منزه عن شریك فی محاسنه
فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

حضور ﷺ اپنے محاسن میں شریک سے منزہ ہیں۔آپ ﷺ کا جوہر حسن ایسا ہے کہ تقسیم سے مبرا ہے ایسے محبوب میں عیب ونقص کا جو متلاشی ہو وہ آپ ﷺ کا محب ومطیع نہیں ہوسکتا' اگر وہ احکام شرع کا پابند ہے تو اسے نقال ہی کہنا چاہیے رسول اللہ ﷺ کا محب' مطیع' پیروکار وفرمانبردار ہرگز نہیں ہے۔(قصیدہ بردہ ص ۱۰ طبع تاج عقیدۃ ص ۱۰۸ وشرہ البسردہ الشیخ زادہ ص ۱۰۸ عطر الوردہ ص ۴۳)

☆ ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہتے کہ کسی مرد کو کسی عورت کے ساتھ محبت تھی اور وہ عورت کچھ کبڑی تھی کسی نے اس کو کہا کہ تیرے ذوق سلیم پر بڑا افسوس ہے کہ تو نے اپنی محبت کا مرکز ایک کبڑی کو بنایا ہے۔ کہا مرد نے کبڑی کے عیب کو چھپانے کیلئے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے بنوائے اور کبڑی کے گلے میں ڈلوا دیئے اور ایک شعر بھی نازل کردیا

نازک کمر لچک گئی گجروں کے بار سے

سینہ ہسینہ ہو گیا پھولوں کے ھار سے

☆ کہنے لگا تم مجھے طعنے دیتے ہو یہ تو نزاکت ہے اور نزاکت تو حسن ہے جب دنیوی اور مجازی محبت والوں کا یہ عالم ہے کہ انکو عیب داروں میں عیب نظر نہیں آتے اور جس کو محبوب خدا میں عیب نظر آئے وہ تو منافقوں جیسی آنکھیں اور کان رکھتا ہے' عبادت کے باوجود ایسی باتیں کرنا جن سے اللہ ﷻ کے محبوب کی توہین ہوتی ہو کھلی منافقت ہے' منافقین کے سربراہ عبداللہ بن ابی بن سلول اور اسکے تمام چیلے چانٹے ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب بھی زبان دراز کرتے تو بے عیب محبوب پر حملے کرتے کبھی علم پر حملہ کبھی شان پر حملہ کبھی شخصیت پر حملہ' نعوذ باللہ' استغفر اللہ۔اس وقت عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا گروہ تھا اور آج بھی ایک ایسے خیالات رکھنے والا گروہ موجود ہے اور یہ گروہ اس پہلے گروہ کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

☆ دیکھئے! ایک ہوتی ہے بلبل اور ایک ہوتی ہے گدھ بلبل بھی اڑتی ہے اور گدھ بھی اڑتی ہے دونوں پرواز کرتے ہیں مگر ہر ایک کی پرواز میں فرق ہے گدھ اڑتی ہے مردار کی تلاش میں اور بلبل اڑتی ہے پھول کی تلاش میں۔گدھ کو جہاں مردار نظر آیا اتر پڑی اور مردار کھانا شروع کردیا اور بلبل کو جہاں چمنستان نظر آیا اتر گئی اور گیت گانے شروع کردیئے معلوم ہوا کہ پرواز بھی اپنی اپنی اور نظر بھی اپنی اپنی اگر کوئی مردار خوار ہے تو اس کی نظر مردار پر پڑے گی اور اگر کوئی پھولوں کا متوالا ہے تو اس کی نظر گلزار پر پڑے گی۔اللہ ہمیں گلستان نبوت ﷺ کا بلبل بنائے اور جہاں بھی حضور ﷺ کے حسن وجمال کا چمکتا ہوا چمنستان نظر آئے وہاں مدح سرائی کی دولت نصیب ہو! اور اہلسنت غلامان رسول اللہ ﷺ کا یہی مطمع نظر ہے' بہر نوع میں عرض کررہا تھا کہ اللہ پہاڑوں کے آگے جھکنے میں نہیں ملے گا آگ کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے نہیں ملے گا اللہ تعالیٰ تو رسول کریم ﷺ کی غلامی اتباع اور محبت میں ملے گا۔اس لئے ارشاد ہوا۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

آخر میں تمام اسلامی ملکوں کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ ہر اسلامی ملک کی حفاظت فرمائے اور تمام امت مسلمہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ یہاں متحدہ عرب امارات میں رہنے والے تمام سنیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے محفوظ مامون رکھے ارض مقدسہ کیلئے دعا کریں۔

☆ الٰہی حرم کعبہ کی خیر ہو حرم مدینہ کی خیر ہو الٰہی حجاز مقدس کی خیر ہو یا اللہ تعالیٰ تیرے محبوب ﷺ کی عظمتوں اور فضیلتوں کے جھنڈے ہمیشہ لہراتے رہیں یا اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ آمین

وما علینا الاالبلاغ المبین و آخر دعوانا ان الحمد

8- حدیث قرطاس سے متعلق ایک سوال کا جواب

☆ حضرات محترم! ابھی ابھی ایک رقعہ موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ آج ظہر کے بعد کی نشست میں آپ نے حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے آیت کریمہ "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (النجم آیت ۳) پڑھی تھی اور ان آیات کو بنیاد قرار دیتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ حضور ﷺ کا ہر قول وحی خدا ہے اگر یہ امر اپنے حقیقی معنی میں ہے تو پھر ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے ہر امر پر عمل کرنا لازم ہے اور حدیث قرطاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایسا نہیں ہوا۔

☆ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات دنیوی کے آخری ایام میں فرمایا کہ

☆ لاؤ میرے پاس کاغذ، قلم اور دوات تاکہ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے بچالے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے کہ فلاں یہ چیزیں لائے جملہ صحابہ کرام کو حکم تھا اور وہ سب کے سب خاموش رہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شاید سرکار ﷺ کو (بوجہ بشریت) تکلیف کے احساس کا غلبہ ہے۔

وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَسْبُنَا

ترجمہ☆ اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے اور وہ ہمیں کافی ہے۔

☆ امام العادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو بعض لوگ سرکار ﷺ کے حکم کے خلاف ورزی قرار دیتے ہیں اور اس کو نافرمانی اور سرکشی پر محمول کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سرکشی اختیار کرے

اور آپ ﷺ کے فرمان کی تعمیل نہ کرے اور حضور پر نور ﷺ کے حکم کو بجا نہ لائے اس کا مقام کیا ہوگا؟

☆ یہ ایک سوال ہے اور اسکے متعلق میں نے کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بصیغہ امر' بلا تخصیص نام اور زندگی (ظاہری زندگی) کے آخری ایام میں اس بات کا غماض ہے کہ آپ ﷺ اپنے ماننے والوں کا امتحان لے رہے تھے حقیقتاً لکھنا' لکھوانا مقصود نہ تھا

☆ حدیث قرطاس کے تحت یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ امر دین کے معاملہ سے تھا یا نہیں؟ حالانکہ جس بات کا تعلق دین کے معاملہ سے ہو اس کا انکار گمراہی کے بغیر کچھ نہیں کیونکہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ضلالت سے بچا جائے اور ہدایت پر عمل کیا جائے اس حقیقت کا اعتراف نماز میں بھی موجود ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ جو بات امر دین سے فرمائیں وہ یقیناً وحی الٰہی ہوگی۔ جس کا ذکر قرآن کی آیت مذکورہ میں ہے سرکار ﷺ کا یہ ارشاد "من حیث الرسول" ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور حدیث قرطاس میں جو یہ ہے کہ لاؤ کاغذ' قلم دوات تا کہ تمہیں نوشتہ لکھ دوں کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ اور ہدایت پر قائم رہو' آپ ﷺ نے یہ ارشاد جمعرات کے دن فرمایا اور آپ ﷺ کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا اس عرصہ میں نہ تو سرکار ﷺ نے کوئی نوشتہ لکھوایا اور نہ ہی حضرت عمر فاروق ؓ کے حسبنا کتاب اللہ فرمانے پر کوئی ضلالت و گمراہی کا فتویٰ دیا تو کیا معاذ اللہ رسول کریم ﷺ امر دین اور حکم الٰہی کی بجا آوری سے پہلو تہی کر گئے؟ اور یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ قرآن نے کہا

يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

ترجمہ☆ اے رسول پہنچا دیجئے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا۔

☆ اکابر صحابہ کرام نے بھی حضرت عمر فاروق ؓ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر کوئی احتجاج نہیں کیا' صحابہ کرام میں سے بعض کے اختلاف کی جو روایات ہیں اصولاً یہ اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ جب رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کی بات سے اختلاف نہیں فرمایا اور اکابر صحابہ کرام نے اختلاف نہیں کیا تو پھر کسی اور کے اختلاف کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ اختلاف کرنیوالے عظیم المرتبت صحابی تو ضرور تھے مگر یہ حضرات ابھی اس مقام پر نہ پہنچے تھے جو درجہ کمال اکابر صحابہ کرام کو حاصل ہو چکا تھا' حضور اکرم ﷺ اور اکابر صحابہ کرام سے حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ اختلاف کی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اکابر صحابہ کرام کو تاجدار مدینہ ﷺ نے دین کے کمالات کے منتہیٰ پر پہنچا دیا تھا اور وہ حضرت عمر فاروق ؓ کی بات کو سمجھ گئے تھے۔

☆ جن حضرت نے اختلاف کیا تو انکا اختلاف بھی نیک نیتی پر مبنی تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ فرمان رسول کریم ﷺ کی تکمیل

بہر حال ہونی چاہیے۔ ان کی اس بات اور اختلاف کو رائے اور مشورہ پر محمول کیا جائے گا اور اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق کہا جائے گا ورنہ حضرت عمر فاروق ﷛ کے ساتھ انکے اختلاف کے ہوتے ہوئے سرکار ﷺ بھی فرمادیتے کہ اے عمر فاروق ﷛ تم کو حسبنا کتاب اللہ کہنے کا حق کس نے دیا ہے؟ تو معلوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا وہ ارشاد وحی الہی بھی تھا اور امر دین بھی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضرور نوشتہ لکھا جائے اور اسی پر عمل کیا جائے اگر اس مطلب کو صحیح سمجھ لیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ نے اس مطلب کو پورا نہیں فرمایا اور آپ ﷺ نے وحی الہی کے مقصد کو نہیں سمجھا اور دین کے معاملہ کو نافذ نہیں کیا۔ ایسی باتوں کو ماننا بربادی ایمان کا سبب نہیں تو اور کیا ہے۔

☆ بالفرض ان باتوں کو ممکن مان لیا جائے تو لوگ کہیں گے کہ تمہارے نبی نے آخری مرحلہ میں نہ تو وحی الہی کے مقصد کو سمجھا اور نہ ہی اسکو پورا کیا بلکہ حکم الہی پر عمل کرانے سے عاجز رہے کیا ایسی باتیں سید المعصومین ﷺ کے بارے میں برداشت کرنے کی کسی مسلمان میں ہمت ہے؟

☆ جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ وحی تو اللہ ﷻ کی طرف سے تھی مگر اس وحی سے مقصود لکھوانا نہیں تھا تو پھر کیا مقصود تھا؟ میں نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس کا مقصد محبوب ﷺ کی زبان مبارک سے ان کلمات کو ادا کرانا تھا اور بس! کیونکہ عنقریب رسول کریم ﷺ دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کا سفر فرمانے والے تھے اس سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب بھی صحابہ کرام کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ فوراً بارگاہ رسول ﷺ میں چلے آتے اور اپنی مشکل حل کرا لیتے ان کا مسئلہ حل ہو جاتا تھا لیکن اب ایسا وقت آنے والا تھا کہ وحی کا نزول بند ہونے والا تھا اور سرکار ﷺ عالم برزخ میں تشریف لیجانے والے تھے۔ تو اب پیش آمدہ مسائل کے حل کی صورت کیا ہوگی اگر پیش آمدہ مسائل حل نہ ہوں تو دین کی گاڑی آگے نہ چل سکے گی۔

☆ اس معمہ کو حل کرنے کیلئے اللہ ﷻ نے اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو حکم دیں کہ وہ کاغذ، قلم دوات لے آئیں اور آپ ﷺ ان کے لئے نوشتہ تحریر کریں اس وقت صحابہ کرام میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو آپ ﷺ کی نیابت وخلافت پر فائز ہونے والے تھے اور دین کے مسائل کو سمجھنے اور مشکل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے آپ ﷺ کی صحبت اور انوار نبوت نے ان کے سینوں کو چمکا دیا تھا اور وہ دین کے کمالات کے منتہی پر پہنچ چکے تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ اس وقت ایسے لوگ چھوڑ کر نہیں جا رہے تھے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ دین کو ختم کر کے جا رہے تھے۔

☆ ایسے تمام اعتراضات کو ختم کرنے کیلئے اللہ ﷻ نے فرمایا! اے محبوب آپ ﷺ کے ایسا فرمانے سے آپ ﷺ کے فیض یافتہ اکابر صحابہ کرام میں سے کوئی بول اٹھے گا اور عرض کر دے گا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں راستہ پر چھوڑ کر نہیں جا رہے کہ ہر مسئلہ کے لیے آپ ﷺ کے نئے ارشاد کی ضرورت ہو۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیں اس مقام پر پہنچا کر اور ایسا نور عطا فرما

کرجارہے ہیں کہ سنت واحادیث کی روشنی میں ہمیں اللہ عزوجل کی کتاب کافی ہے۔ مقصد وحی الٰہی اور منشائے نبوت یہی تھا۔ جوحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے سے پورا ہو گیا اگر یہ مقصد ومنشا نہ ہوتا تو پھر اکابر صحابہ کرام یا حضور پر نور ﷺ اور خود اللہ عزوجل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سرکشی اور مخالفت کہتے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ باطل چیز ھادی برحق کے سامنے آئے اور وہ خاموش رہے۔ اللہ کا' حضور ﷺ کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات پر انکار نہ کرنا اس حقیقت کو اور زیادہ واضح کررہا ہے' خلفائے ثلاثہ کے سکوت سے معلوم ہوا کہ وہ حضرات بھی اس مقام پر فائز ہو چکے تھے جس مقام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں تو کہتا ہوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سب کے ترجمان تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ ان کی زبان پر اللہ عزوجل بولتا ہے تو وہ حضرات سمجھ گئے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے ایسا نہیں کہہ رہے بلکہ یہ بھی اللہ عزوجل کی طرف سے کہہ رہے ہیں اور جو بات اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہو اسکو ماننے کا نام ایمان ہے اور اسکا انکار کفر ہے۔ اللہ عزوجل ہم سب کو راہ ہدایت عطا کرے آمین۔

9-تعدد ازواج

☆ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو ہمارے رسول معظم ﷺ کو بے شک ایک بشر کے روپ میں بھیجا لیکن بشری کمزوریوں اور نقائص وعیوب سے مبرا اور منزہ بنا کر بھیجا۔ اس کو سمجھیئے کہ ہر انسان کے اندر کچھ نفسانی خواہشات ہوتی ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ خواہشات غلط ہوں۔ انسان کے اندر تو رب کائنات نے اس تمام کائنات کو سمو دیا ہے۔ علماء نے انسان کو عالم صغیر اور اس کائنات آب وگل کو عالم کبیر سے تعبیر کیا ہے۔ تو انسان کے اندر آرزوؤں' حسرتوں' تمناؤں اور خواہشات کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ان خواہشات کو شہوت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ ان چیزوں سے مطلقاً پاک ہیں۔ دیکھئے اللہ عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى" میرا محبوب ھویٰ سے نطق نہیں فرماتا کیا مطلب؟ ھویٰ کسے کہتے ہیں؟ نفسانی خواہش کو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرا محبوب خواہش نفس سے لب کشا نہیں ہوتا۔ "اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" بلکہ وہ تو وہی کچھ کہتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ اس آیت کے تحت صاحب "عرائس البیان" نے کیا خوب بات کہی۔ وہ فرماتے ہیں "کیف ینطق عن الھوی من لیس لہ غلبۃ الھوی" وہ خواہش نفس سے کلام کیسے فرماسکتے ہیں جبکہ وہ نفسانی خواہش رکھتے ہی نہیں۔ وہ تو ان قباحتوں سے پاک ہیں۔ اس مقام پر من لیس لہ کے حوالے سے اشکال پیش آتا ہے۔ ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مَااَرٰی رَبَّکَ اِلَّا وَھُوَ یُسَارِعُ فِیْ ھَوٰکَ

ترجمہ☆ ام المومنین فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے محبوب میں تو ہمہ وقت آپ کے رب کو اس عالم میں پاتی ہوں کہ وہ آپ ﷺ کی خواہشات کو پوری کرنے میں عجلت فرماتا ہے۔

☆ بے شک اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی عظمت کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ ام المومنین کے بقول وہ رب کائنات جس کی رضا اور خوشنودی کی طلب ہر بندے کی تمام آرزوؤں کا ماحصل ہے وہ خالق دوجہاں اپنے محبوب ﷺ کے ارمان اور خواہشیں پوری کرنے میں تاخیر گوارا نہیں کرتا بلکہ عجلت فرماتا ہے لیکن یہاں یہ تو ثابت ہوا کہ "وھو یسارع فی ھواک" کہ نبی پاک کی کچھ خواہشات نفسانی ہیں۔ "ھواک" اس صورت میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ ان خواہشات سے پاک اور بالاتر تھے گویا اس حدیث کی تردید وتکذیب کے مترادف ہوگا جبکہ یہ بخاری کی حدیث ہے تو بخاری کی حدیث کے مقابلے میں ایک عالم کے قول کو ترجیح کیسے دی جا سکتی ہے۔

☆ اس کا جواب ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ایک لفظ ہے "ادام" یہ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں لقمہ بن جائے لیکن مجازاً ہر سالن کو کہتے ہیں جس سے روٹی کھالی جائے۔ اسی طرح لفظ ھویٰ ہے کہ اس کے حقیقی معنی تو اس خواہش کے ہیں جو نفس امارہ سے پیدا ہو لیکن مجازاً رضا کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے کوئی راضی ہو۔ اسی لئے آپ بخاری شریف کی شروح ملاحظہ فرمالیجئے۔ اس وقت میرے پاس تین کتابیں موجود ہیں یہ فتح الباری ہے یہ ارشاد الساری ہے اور یہ عمدۃ القاری ہے۔ ان تینوں شرحوں میں اس حدیث کے تحت یہی معنی لکھے کہ

مَااَرٰی رَبَّکَ اِلَّا وَھُوَ یُسَارِعُ فِیْ ھُوٰکَ اَیْ فِیْ رَضَاکَ

☆ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی خواہش پوری کرنے میں عجلت فرماتا ہے یعنی آپ ﷺ کی رضا کی تکمیل جلد فرماتا ہے اور اسی معنی کی تائید خود قرآن سے بھی ہوتی ہے کہ

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

☆ اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے

فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا

☆ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تو ان دلائل کے بغیر بھی عقل میں آجانی چاہئے۔ خواہش کرنے والا محبوب خدا ﷺ ہے اور اس کی تکمیل کرنے والا رب علی ہے تو درمیان میں نفس امارہ کی گنجائش کہاں نکلتی ہے۔

☆ اس بات کو تائید کیلئے واقعاتی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ ایک نوجوان جس کو حسین وجمیل کنواری دوشیزاؤں، اپنی من پسند باکرہ عورتوں سے شادی کرنے میں کوئی دشواری، کوئی دقت نہ ہو، کیا وہ چالیس سالہ بیوہ عورت سے شادی کرنا چاہیے گا۔

وہ عورت جو چالیس سال کی ہو۔ جس کے کئی بچے پیدا ہونے کے بعد وفات پا چکے ہوں اور کئی ایک زندہ بھی ہوں' کیا ایک پچیس سالہ جوان ایسی بیوہ سے شادی کو ترجیح دے گا۔ کیا نفسانی خواہشات کا اسیر' کیا نفس امارہ کے اشاروں پر چلنے والا نوجوان ایسے رشتے کو قبول کرے گا اور پھر اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسی عورت کے ساتھ بسر کرے اور اس عورت کی زندگی میں کسی دوسری عورت کے قریب نہ جائے اور اس عورت کی وفات کے بعد جب دوسرا نکاح کرے تو نکاح میں آنے والی کنواری دوشیزہ کو اس وفات پانے والی عورت کے فضائل و کمالات و خوبیاں اس حد تک گنوائی جائیں کہ وہ نئی منکوحہ اس فوت شدہ عورت پر رشک کرنے لگے۔

☆ حضرات محترم! ہمارے نبی مکرم ﷺ کا محض پہلا نکاح ہی آپ ﷺ کو ہوائے نفسانی سے پاک ثابت کرنے کیلئے کافی ہے اور پھر آپ ﷺ کی باقی ازواج مطہرات پر نظر ڈالیں تو صرف حضرت عائشہ ان میں کنواری ہیں اور باقی ازواج میں سے صرف حضرت زینب مطلقہ ہیں اور باقی تمام ازواج بیوہ ہیں۔ حضرت زینب سے حضور ﷺ کی شادی میں کئی ایک حکمتیں ہیں۔ مگر میں صرف اتنا بیان کرتا ہوں کہ دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص کسی بچے کو اپنا بیٹا قرار دے دیتا تھا یعنی متبنٰی بنالیتا تھا تو اس شخص کو حقیقی باپ کے قائم مقام تصور کیا جاتا تھا اور اس بچے کے دو باپ متصور ہوتے تھے۔ ایک اس کا حقیقی باپ جس کے نطفے سے اس نے جنم لیا ہے اور دوسرا منہ بولا باپ جس کا یہ متبنٰی ہے۔ دونوں کو ایک ہی حیثیت دی جاتی تھی اور رشتوں ناطوں کے حوالے سے بالکل یکساں سمجھا جاتا تھا۔ جس سے پیچیدگیاں پیدا ہوتی تھیں اور اسلام کے اصولوں سے بھی یہ صورت حال متصادم بھی ہوتی تھی۔ اس دور جاہلیت میں یہ تصور جس شدت کے ساتھ قائم تھا اس کو توڑنے کیلئے اور اس کی نفی کیلئے کوئی ایسی ہی صورت چاہیئے تھی کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں کوئی خلش اور کوئی کشمکش باقی نہ رہے۔

☆ اس کے علاوہ ایک پہلو یہ بھی ملحوظ رہے کہ آج اگر ہم کسی غریب خاندان یا کسی ایسے گھرانے کی پرورش کا ذمہ لیں جو سماجی اعتبار سے ہم سے کم حیثیت ہو تو ہمارے ذہن میں عام طور پر یہ خیال جاگزیں رہتا ہے کہ یہ تو ہماری عظمت اور روشن خیالی ہے کہ ایک کم تر حیثیت رکھنے والے کو ہم اپنی شفقت و محبت سے نوازتے ہیں۔ یہ گمان و خیال اس وقت خاص طور پر نکھر کر واضح ہو کر سامنے آتا ہے جب وہ نوجوان ہماری شفقت و محبت کے سہارے ہمارے خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کا خواہاں ہو تو اس وقت ہماری غیرت' حمیت خاندانی' تعصب وغیرہ وغیرہ ہمارے آڑے آتے ہیں اور ہم اس نوجوان کو اس کی اوقات یاد دلانے لگتے ہیں جو اس سے پہلے ہماری نگاہ التفات کا مرکز رہا ہے۔

☆ حضرت زید اور حضرت زینب کے نکاح و طلاق اور پھر حضرت زینب سے نبی پاک ﷺ کی شادی کے واقعات میں ان تمام پہلوؤں کی وضاحت ہو گئی۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت زینب جو سرکار دو عالم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کا نکاح ایک

ایسے شخص سے کیا جارہا ہے جو آزاد کردہ غلام ہے۔ عرب کی روایات کو بھی ذہن میں لائیے۔ عرب لوگ جتنا فخر اپنے شجرہ نسب پر اپنے آباؤ اجداد پر کرتے تھے اتنا کسی اور چیز پر نہ کرتے تھے۔ ان کے نزدیک شرافت' عظمت اور عزت کا سب سے معتبر اور سب سے اہم حوالہ شجرہ نسب تھا۔ اب حضور ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام سے اپنے رشتے کی بہن کی شادی کر دی۔

☆ گویا جو آپ نے تعلیم دی تھی کہ محض شجرہ نسب رنگ و نسل باعث افتخار نہیں بلکہ عزت و وقار کا اصل پیمانہ تو تقویٰ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی اس تعلیم اس فرمان کی عملی مثال سامنے رکھی اور بتا دیا کہ میں جو کچھ اپنی امت کو حکم دیتا ہوں پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتا ہوں۔ دوسری بات جو اس واقعے میں واضح ہوئی وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج میں ایک حضرت زینب ہیں جو مطلقہ ہیں۔ ایک بات تو آپ سب بھی مانیں گے کہ معاشرے میں عموماً طلاق یافتہ خواتین سے شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن حضور ﷺ نے حضرت زینب ؓ ایک مطلقہ سے شادی کر کے دین کی اس انداز سے تکمیل فرمائی کہ طلاق یافتہ خواتین سے شادی کرنا گویا سرکار کی سنت قرار پایا اور اپنی امت کو نبی اکرم ﷺ نے یہ پیغام دیا کہ مطلقہ عورت سے شادی کو مکروہ نہ جاننا اور اس طریقے سے نفرت نہ کرنا۔ گویا قیامت تک آنے والی تمام طلاق یافتہ عورتوں کیلئے نبی کریم ﷺ کی سنت کی صورت میں اللہ ﷻ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا۔

☆ اب آیئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی طرف۔ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج میں سے صرف آپ ہی ہیں جو کنواری ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل بھی سامنے رکھیئے تا کہ کسی قسم کا کوئی شک ذہن میں پروان نہ چڑھ سکے۔

☆ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ اور حضرت عائشہ ؓ کی عمروں کا فرق سامنے رکھیں۔ رسول اکرم ﷺ پر آغاز وحی چالیس برس کی عمر میں ہوا۔ تیرہ سال مکہ المکرمہ میں گذرے اور پھر مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد آپکا نکاح ہو گیا تب بھی آپکی عمر مبارک اس وقت چون برس ہوئی اور آپکو معلوم ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی عمر چھ سال تھی اور آپکی رخصتی کیلئے انتظار بھی ذہن میں لائیے۔ اگر کوئی شخص جنسی کجروی اور بے راہ روی کا شکار ہو اور اسکی سوچ فطرت سے متصادم ہو تو کیا وہ اپنی شہوت کی تکمیل کیلئے اتنا انتظار کرے گا۔ اللہ اکبر یہ تمام باتیں تو ایک عام دنیا دار' ہوس پرست شخص کیلئے بھی تصور میں نہیں آتیں۔ کجا محبوب خدا رسول محتشم نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں ذہن کسی گندگی سے آلودہ ہو۔

☆ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں اکثریت بیوگان کی ہے اور بیوہ ہونیوالی عورت عموماً عمر کا بڑا حصہ طے کر چکی ہوتی تھیں۔ ایک آپکی پاک بیوی طلاق یافتہ ہیں۔ اگر چہ وہ جوان ہیں لیکن طلاق یافتہ ہونیکے باعث معاشرے کی عمومی سوچ کے تحت ان سے نکاح مناسب نہ تھا لیکن اسمیں جو حکمتیں تھیں ہم ان پر مختصر کلام کر چکے۔ آپ ﷺ کی صرف ایک پاک بیوی حضرت عائشہ صدیقہ شادی کے وقت کنواری تھیں۔ لیکن ان کے بارے میں بھی عمر کے تفاوت اور حالات کے

پس منظر میں جو کلام ہم نے کیا وہ کسی بھی حقیقت پسند شخص کو قائل کرنے کیلئے کافی ہے کہ یہ شادی بھی نفسانیت سے بالاتر تھی۔

☆ اب اس تعدد کے مسئلہ کو دوسری نظر سے لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے حرم پاک کیلئے ان پاک دامن عفائف خواتین کا انتخاب فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے کرم سے عقل و دانش کے نہایت بلند مقام پر فائز تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان خواتین کو عقل سلیم عطا فرما کر حرم نبوت کیلئے منتخب فرمالیا۔

☆ ان ازواج کا تعلق مختلف قبائل سے تھا۔ مختلف علاقوں سے تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان مختلف قبائل کی یہ جو کامل العقل عفائف ہیں جن کے نسوانی اوصاف بھی کامل ہیں۔ جن کی پاک دامنی اور عفت بھی کامل ہے اور جن کی عقل بھی کامل ہے جب وہ حرم نبوی میں رہیں گی تو نبی کریم ﷺ سے وہ علم حاصل کریں گی جو صحابہ کرام حاصل نہیں کرسکتے۔ جو علم مرد حاصل نہیں کرسکتے اور دوسری عورتیں بھی وہ سب کچھ نہیں سیکھ سکتیں۔ تو جب یہ منتخب خواتین یہ علوم حاصل کریں گی تو پھر ان علوم کو اپنے قبائل اور اپنے علاقوں میں پہنچائیں گی اور اس طرح اسلام کی وہ تعلیمات اور شریعت کے وہ احکام جو کسی دوسرے طریقے سے صحیح اور مناسب طور پر نہ سمجھے جاسکتے تھے اور نہ سمجھائے جاسکتے تھے۔ وہ سب ازواج مطہرات کے ذریعے محفوظ بھی ہوئے اور دیگر خواتین تک منتقل بھی ہوئے۔

☆ وہ پرانا زمانہ تھا۔ ذرائع ابلاغ محدود تھے۔ رسائل وجرائد کا تصور نہ تھا اور یہ احکام شرم وحیاء کے متقاضی تھے۔ اگر اتنی خواتین اور اتنے مختلف قبائل کی خواتین نبی کریم کی زوجیت میں نہ آتیں تو اسوقت مسلمان خواتین کی اکثریت شرعی مسائل سے پاکی ناپاکی اور دیگر ضروری معاملات سے ناواقف رہتی۔ جس کے باعث اسلام اور شریعت کا بڑا حصہ تشنہ تکمیل رہتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے دین کی تکمیل فرمانا تھی چنانچہ یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سرکار دو عالم کی اتنی شادیوں اور اتنی ازواج کا حقیقی سبب نفسانی خواہشات نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں تھیں اور دین کی تکمیل تھی۔

وما علینا الا البلاغ

10-فیضان نبوت

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ ال عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ☆ بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا۔ ان ہی میں سے جو تلاوت کرتا ہے ان پر اسکی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

ترجمہ☆ بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا۔

☆ اس آیت میں آقا ﷺ کی آمد کا ذکر ہے اور آقا ﷺ کی آمد کی خوشی منانا ہر مومن کیلئے ضروری ہے۔ کیونکہ مومن کی نسبت حضور ﷺ سے روحی ہے اور روح کی نسبت قائم اور دائم ہے کیونکہ روح خود ختم نہیں ہوتی بلکہ روح ہمیشہ رہتی ہے اس لئے اسکی نسبت ہمیشہ رہتی ہے۔ اگر مرتے وقت روح کی نسبت اسلام سے ہوئی تو ہمیشہ اسلام سے ہی رہے گی اور کبھی اسلام سے خارج نہیں ہوگی اور اگر کفر سے نسبت ہوگئی تو ہمیشہ کفر سے نسبت ہوجائیگی اور کفر ہمیشہ ہی رہے گا کیونکہ ارواح ہمیشہ رہنے والی چیز ہے اور جو ہمیشہ رہنے والی چیز ہو اسکی نسبت ہمیشہ رہا کرتی ہے۔

☆ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص کفر میں سراپا غرق تھا اور جسکی مذمت خدا نے خود بیان فرمائی۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

ترجمہ☆ ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہوجائے۔

☆ مگر حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں اپنی باندی کو آزاد کردیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ آقا ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ابولہب کی کنیز ثوبیہ خوشخبری لائی اور مبارک باد دی تو ابولہب نے نہایت خوشی میں آکر سبابہ اور وسطیٰ کا اشارہ کر کے کہا ''اعتقتک'' اس خوشی میں میں نے تجھے آزاد کیا۔

☆ تو ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس ﷺ نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو کہتا ہے کہ نہایت خوار اور عذاب میں ہوں مگر جب سوموار کا دن آتا ہے تو مجھ سے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ اور انگل سبابہ اور وسطی سے دودھ کی ندیاں جاری ہوجاتی ہیں جسکو چوستا ہوں یہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کی آمد پر خوشی منانے کی جزادی ہے۔ اور جب کافر سے یہ معاملہ

WWW.KAZMIS.COM

ہوااور سرکار کی آمد کی خوشی پر انعام ملا تو جس کا تعلق روحی ہے اور وہ مومن ہے تو اللہ اس کا ثواب کب ضائع فرمائے گا بلکہ کئی گنا مقام میں بلندی عطا فرمائے گا۔ یہ حضور ﷺ کی بعثت تھی اور حضور ﷺ کی خلقت کے بارے میں ترمذی شریف میں ہے کہ

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

ترجمہ☆ میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے۔

☆ تو معلوم ہوا کہ روحانیت کے اعتبار سے حضور سید عالم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم ہیں اور "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ" کے مصداق ہیں اور حضور ﷺ روحانیت کے اعتبار سے آدم علیہ السلام کی اصل ہیں اور اعتبار ثانی سے آدم علیہ السلام کی نسل ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ

☆ اس اعتبار سے حضور ﷺ آدم علیہ السلام کی نسل ہیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ

☆ تو مرسلین میں آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ اس اعتبار سے حضور ﷺ آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔

قوله مِنْ اَنْفُسِهِمْ

☆ ایک قرات میں "مِنْ اَنْفَسِهِمْ" آتا ہے فاء کے فتحہ کے ساتھ یعنی زیادہ لطیف کے معنی میں آتا ہے۔ نیز "عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" میں تخصیص صحابہ کی نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان ایماندار لوگ شامل ہیں۔ اگر صحابہ کی تخصیص کی جائے تو بغیر کسی قرینہ کے ہوگی۔ اگر ایسا کیا جائے تو "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" وغیرہ ان تمام خطابات کے محل صحابہ کرام مخاطب ہوں گے تو تم پر نہ نماز فرض رہے گی نہ زکواۃ اور نہ روزہ تو یہ غلط ہے بلکہ مخاطب عام مسلمین ہیں۔ تو یہاں بھی صحابہ کی تخصیص نہیں بلکہ عام مومنین شامل ہیں۔

شبہ

☆ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّنَ (البقرہ آیت ۶۱) میں جمیع نبی مراد نہیں حالانکہ الف لام اس میں داخل ہے۔ جس طرح المومنین میں "الف لام" اس کی تخصیص حدیث نے خود کردی ہے۔

شبہ کا ازالہ

☆ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ اور یہاں "المومنین میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں واضح ہے

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمہ☆ نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ ﷺ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

☆ خداوند کریم نے اپنی نعمت کے عطا کرنے پر احسان جتایا ہے اور یہ نعمت خدا' ذات پاک سید لولاک ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں۔

نعمة الله محمد رسول الله

☆ جمیع نعمتیں حضور ﷺ کے دامن اقدس سے وابستہ ہیں بلکہ جس زحمت کا تعلق حضور ﷺ سے ہو جائے تو وہ زحمت' زحمت نہیں رہتی بلکہ رحمت بن جاتی ہے۔ دیکھو! ''جان'' نعمت ہے' اسکو خوش رکھنا اور اسکا وجود ہونا بھی رحمت ہے مگر اس جان کا تعلق ختم کر دینے اور زحمت برداشت کرنے کا تعلق آقا ﷺ سے ہو جائے تو سب کچھ رحمت بن جاتی ہے اور اگر جان کو بچایا جائے۔ تو یہ بھی رحمت ہے مگر جب اس کا تعلق حضور ﷺ سے نہ ہے تو یہ رحمت زحمت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ کفار نابکار کی حالت ہے کہ اپنی جان آقا ﷺ کے نام پر قربان نہیں کرتے اور جان بچاتے ہیں پھر باوجود یکہ جان کا بچانا رحمت ہے مگر اب زحمت بن گئی۔ کیونکہ اس کا تعلق حضور ﷺ سے نہیں رہا اور جو لوگ شہید ہوئے اور آقا ﷺ سے جان کا تعلق جوڑنے کے بعد جان قربان کی تو زحمت رحمت بن گئی اور خداوند کریم اپنے محبوب ﷺ کو ہمارے لئے بھیج کر احسان جتا رہا ہے۔ احسان جب ہوتا ہے کہ جب نعمت منعم علیہ کے پاس رہے اگر منعم اپنی نعمت اس سے لے تو احسان باقی نہیں رہتا۔ مثلاً اگر کسی نے مجھے گھڑی دی تو احسان کیا کچھ عرصہ بعد گھڑی واپس لے لی تو اب گھڑی واپس لینے کے بعد وہ شخص احسان نہیں جتا سکتا۔ کیوں! اس لئے کہ وہ نعمت میرے پاس رہی ہی نہیں۔ دینے والے نے واپس لے لی تو اب وہ احسان کیسے جتا سکتا ہے۔ تو یہاں اللہ ﷻ کا احسان قیامت تک مومنین پر ہے کیوں؟ اس لئے کہ وہ نعمت قیامت تک باقی رہے گی۔ وہ ہمیشہ کیلئے ہے تو معلوم ہوا کہ وہ نعمت ہم میں باقی ہے۔ نہ وہ نعمت ہم سے جائیگی اور نہ ہم سے (مومنین سے) احسان ختم ہوگا اور وہ نعمت کیا ہے؟ وہ نعمت ذات پاک محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ تو آپ ﷺ موجود ہیں۔ اگر آپ ﷺ موجود نہ ہوں تو احسان باقی نہیں رہتا مگر احسان باقی ہے لہذا حضور ﷺ بھی باقی ہیں۔

شبہ

☆ ۶۳ سال کے بعد حضور ﷺ اس دار فانی سے چلے گئے تو آپ ﷺ کے چلے جانے کے بعد نعمت بھی چلی گئی۔

شبہ کا ازالہ

☆ رسالت دو قسم کی ہے۔

۱۔ حقیقتاً ۲۔ حکماً

☆ حقیقتاً رسالت جسم مع روح کا نام ہے اور حکماً رسالت محض روح بغیر تعلق جسم کے جیسا کہ ''کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ

الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" اگر روح کا تعلق جسم کے ساتھ مکمل ہے جسم اور روح جمع ہیں ان میں کوئی فرق نہیں تو رسالت حقیقی ہے۔ اگر محض روح جسم سے علیحدہ ہو تو رسالت حکمی ہے۔ مگر اب تک حضور ﷺ کی رسالت حقیقی باقی ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا معنی یہ ہیں کہ محمد اللہ ﷻ کے حقیقتاً رسول ہیں۔ جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم باقی ہے تو حضور ﷺ کی رسالت حقیقی بھی باقی ہے حکم "محمد رسول اللہ" ختم ہو گا نہیں تو رسالت حقیقی بھی ختم نہیں ہوگی۔ رسالت حقیقی وہ رسالت ہے کہ جس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایمان لائے اور جس پر ہم ایمان لائے اگر رسالت حقیقی کے منکر ہو جائیں تو ہمارا ایمان ابوبکر صدیق والا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر ایمان ابوبکر صدیق والا نہ ہو تو کسی جھوٹے مدعی رسالت کو موقع مل جائیگا کہ حضور ﷺ کی رسالت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا رسالت حقیقی میرے لئے ثابت ہے مگر حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں لہٰذا آپ ﷺ کی رسالت حقیقی ختم ہوگی نہیں اور جب رسالت حقیقی باقی ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے آقا جسم مع الروح زندہ اور باقی ہیں۔

☆ اب اس آیت کا مطلب سمجھئے

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمر آیت ۳۰)

☆ موت کا معنی قبض روح ہے تو یہ واقعی ہے کیونکہ

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (آل عمران آیت ۱۸۵)

☆ یاد رکھیئے روح اگرچہ باہر چلی گئی لیکن آقا ﷺ میں روحانیت باقی ہے۔ روح اور روحانیت میں فرق ہے۔ روحانیت 'کیفیت روح' مفاد روح اور حقیقت روح کا نام ہے تو ہو سکتا ہے کہ روح نہ ہو اور آثار حیات باقی ہوں اور اس کے برعکس "**واللہ قادر علی ان یکون الروح موجود ولم یکن اثار الحیاۃ**" جیسے سکتہ کی بیماری۔ "روح ابھی تک وجود میں ہوتی ہے مگر آثار حیاۃ نہیں ہوتے اور اس طرح اللہ ﷻ قادر ہے کہ روح موجود نہ ہو لیکن آثار حیاۃ باقی رہیں۔ جیسے قصہ "استن حنانہ" جو کہ آقا کے ہجر میں آہ و زاری کر رہا تھا۔ اسمیں روح موجود نہیں ہے مگر روح کے اثرات "رونا" "پیٹنا" یہ سب موجود ہیں۔ امام قسطلانی ونووی و امام حجر عسقلانی عمدۃ القاری فتح الباری میں ہیں کہ "**واللہ قادر ان یکون الحیاۃ قائما ولم یکن الروح**" اسی طرح حضور ﷺ کی روح قبض کی گئی مگر حیاۃ باقی رہی "استن حنانہ" تو لکڑی کی مثال ہے مگر علامہ نووی اور امام جلال الدین سیوطی دلائل النبوت وشرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ ربعی بن حراش اور ان کے دو بھائی تابعی تھے۔

☆ ربعی بن حراش نے کہا کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں بہشتی ہوں یا دوزخی تو میں کلام نہیں کروں گا۔ باقی دو نے کہا کہ جب تک ہمیں اپنا جنتی ہونا معلوم نہیں ہوگا ہم ہنسیں گے نہیں۔ قسم ہوگئی ہنسنا بولنا بند حتی کہ مر گئے۔ خبر نہ دیئے گئے کہ ہم بہشتی ہیں یا دوزخی تو جب غسال غسل دینے لگا تو بولنا شروع کر دیا کہ ہم بہشتی ہیں۔ اب روح موجود نہیں ہے مگر روحانیت

اور آثار روح جاری ہیں۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں بیان فرمایا ہے کہ ایک عورت جو بہت نیک تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا فوت ہونے کے بعد غسالہ غسل دینے کیلئے آئی اور کہا کہ اے اللہ ﷻ یہ تو بدکارہ تھی تو غسالہ نے اس کو ہاتھ لگایا تو ہاتھ بالکل چپک گیا۔ ہر چند کوشش کی کچھ نہ ہو سکا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا ان کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی غسالہ نے میت پر تہمت اور افترا کیا ہے۔ لہذا میت حد قذف لینا چاہتی ہے وہ اپنا حق طلب کرتی ہے جا کر غسالہ کو اسی کوڑے حد قذف کے مارو چنانچہ ایسا کیا گیا تو ہاتھ جدا ہو گیا اب روح نہیں مگر حیاۃ موجود ہے اور اسی طرح شرح الصدور میں ہے کہ ایک شخص مردوں کے کفن چرانے میں بہت مشہور تھا۔ ایک نیک عورت کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو اس نے اس کفن چور کو بلا کر کہا کہ تم میرا کفن نہ کھینچنا حتی کہ اس کو راضی کر کے اس سے وعدہ لے لیا کہ کفن نہیں چرائے گا جب اس کا انتقال ہو گیا تو کفن چور کو دوست کہنے لگے کہ فلاں عورت مر گئی ہے اس کا کفن بہترین ہے لہذا اسکو ضرور چرالاؤ تو اس نے کہا کہ میرا اس سے وعدہ ہے کہ میں تیرا کفن نہیں چراؤنگا مگر دوستوں نے اسے مجبور کر دیا تو اس نے کہا کہ اب کیا کروں تو انہوں نے کہا کہ جنازہ کے ساتھ چلے جاؤ وہاں قبر دیکھ کر شناخت کر کے شام کو چلے جانا۔ چنانچہ وہ جنازہ میں شریک ہوا قبر وغیرہ کا نشان دیکھ کر شام کو وہاں پہنچ گیا۔ قبر کھود کر کفن کھینچنے لگا تو ہاتھ چمٹ گیا ہر چند کوشش کی مگر کچھ نہ ہو سکا تو آواز آئی کہ وعدہ کر کے خلاف کرتا ہے اور پھر جنتی ہو کر جنتی کا کفن اتارتا ہے تو اس نے کہا میں تو کفن چور، بدمعاش، فاسق و فاجر ہوں میں جنتی کس طرح ہو گیا تو وہ کہنے لگی کہ میں نے اللہ ﷻ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ﷻ میرے جنازہ میں شریک ہونے والوں کو بہشتی کر دے۔ تو میرے جنازے میں شامل تھا لہذا تو جنتی ہے۔ تو وہ شخص عبرت پذیر ہوا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اسی وقت توبہ کی اور سابقہ گناہوں کی معافی مانگی۔ تو غور کرو کہ روح موجود نہیں ہے مگر روحانیت اور حیاۃ موجود ہے آپریشن کے آلات کے سلوں۔ آپریشن کرنے والا نہ ہو تو چیرنے کے بعد انسان ختم ہو جائیگا مگر حضور سید عالم ﷺ کا "شق صدر" کیا گیا تب بھی حیاۃ باقی ہے روح باہر تھی مگر بدن مبارک زندہ تھا۔ حیاۃ برزخی و دنیاوی کی ماہیت کا فرق نہیں ہے محض ظرفیت کا فرق ہے' وہ دنیا الگ ہے اور یہ دنیا الگ ہے۔

شبہ

☆ اگر حیاۃ دنیاوی اور برزخی میں کوئی فرق نہیں ہے تو اس دنیا میں کھانا کھایا جاتا ہے' ضروریات بشری سب پورے کئے جاتے ہیں وہاں تو یہ نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہاں اور یہاں کی زندگی میں فرق ہے۔

شبہ کا ازالہ

☆ کوئی فرق نہیں۔ محض اتنا ہے کہ ایک حیاۃ کے ظرف کے بدلنے سے لوازمات بدل جاتے ہیں جیسے حیاۃ حضرت عیسیٰ

ﷺ کہ حیاۃ ایک ہے آسمانوں پر بھی اسی ایک حیات کے ساتھ موجود ہیں مگر لوازمات مختلف ہوئے ہیں ضروریات بشری سے انہیں تعلق نہیں رہا ہے اسی طرح ماں کے پیٹ میں بچے زندہ ہوتے ہیں۔ حیاۃ ایک ہے اور روح موجود ہے زندہ ہے باوجود اسکے پھر بھی دنیاوی حیاۃ جیسے لوازمات سے مستغنی ہیں اور وہ ان ضروریات کی محتاج نہیں۔

شبہ

☆ جب انبیاء میں حیاۃ باقی ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کتنے عرصے تک عصا پر روح قبض ہونے کے بعد کھڑے رہے جب مسجد شریف کی بنا مکمل ہوگئی تو عصا کو دیمک اتنا کھا گیا کہ عصا مبارک ٹوٹ گیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام زمین پر تشریف لائے۔ یہ کیسی حیاۃ تھی؟ جس کی نہ حس تھی نہ حرکت؟

شبہ کا ازالہ

☆ حیاۃ مستور ہو جاتی ہے۔ حس، دیکھنا، پینا، چلنا پھرنا ہم سے مستور ہو ہمارے ادارک سے دور ہے۔ اسکی مثال جیسے کوئی شخص سو رہا ہے اور خواب دیکھ رہا ہے۔ اب میں جہاز پر سوار ہوا ہوں۔ اب میں مدینہ شریف گیا ہوں، اب کعبہ شریف کا طواف کر رہا ہوں، صفا و مروہ کی سعی کر رہا ہوں اور اب آب زم زم پی رہا ہوں یہ سب کچھ ہو رہا ہے دیکھنے والا خواب والے کو دیکھ رہا ہے کہ وہ چارپائی پر سو رہا ہے اسمیں حرکت ہے نہ حس حالانکہ وہ خواب میں چل پھر رہا ہے۔ مگر ہمارے ادراک سے مستور ہے ہمارے سامنے اسکی حس و حرکت ظاہر نہیں ہے انبیاء اسی جہاں میں بطور خرق عادت نظر آتے ہیں عادتاً مستور ہیں۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاوی میں شیخ عبداللہ القراصی کا واقعہ نقل فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں زندگی میں میری ایک نماز ضرور ایسی ہے جو یقین ہے مقبول ہے ایک دن فجر کی نماز حرم کعبہ میں ہوئی تکبیر تحریمہ کے بعد میں نے دیکھا امام سے آگے خود حضور ﷺ رونق افروز ہیں اور عشرہ مبشرہ ہیں حضور ﷺ نے رکوع و سجدہ کیا تو امام نے رکوع سجدہ کیا (فلما سلم رسول اللہ ﷺ سلم الامام) جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو امام نے بھی سلام پھیرا لیکن یہ منظر ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔

آنکھ والا ترے جلوے کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

☆ یزکیھم میں تزکیہ کیلئے اتصال لازمی ہے جب تک پانی کپڑے سے نہ لگے اور وجود کے قریب نہ آئے۔ کپڑے اور وجود کی پاکی نہیں ہوتی۔ جب حضور ﷺ ہمارے مزکی ہیں تو لازم ہے کہ اتصال بھی ہو کیونکہ بغیر اتصال مزکی کے ساتھ مزکی کا تزکیہ نہیں ہوتا۔

11-افضل الخلق ﷺ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ آیت ۳۴)

ترجمہ☆ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا! سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔

☆ اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم گنہگاروں کو حضور مدنی تاجدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی بنایا اور ہم پر احسان عظیم فرمایا۔ اس کا ہم عمر بھر شکر یہ ادا نہیں کر سکتے۔

☆ حضرات محترم! اللہ عزوجل نے ابتداء خلق سے خیر کے ساتھ شر کو اسلام کے ساتھ کفر کو حق کے ساتھ باطل کو دن کے ساتھ رات کو رکھا۔ کیونکہ یہ مشہور ہے کہ "اَلْاَشْيَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِهَا" شی کے پہچان ضد کے ساتھ ہوتی ہے۔ ظلمت کا وجود نور کے مقابلہ میں اور شر کا وجود خیر کے مقابلہ میں ایسے ہے کہ اس کا انکار کوئی اہل فہم نہیں کر سکتا۔ انکار وہ کرے گا جو کتاب و سنت سے نا آشنا ہے۔ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو خلیفۃ اللہ عزوجل فرمایا گویا آپ خلیفۃ اللہ عزوجل کا مصداق ہوئے قرآن بھی خود گواہی دیتا ہے۔

اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ☆ بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں (اپنا) نائب۔ (البقرۃ آیت ۳۰)

☆ خلیفہ بنانے کی کوئی حکمت ضرور ہونی چاہیے اور حکمت کا تعلق نہیں ہوتا جب تک مظہر خیر نہ بنایا ہو۔ اسلئے آپ ﷺ کے اندر خیر اور وصف خیر علی وجہ کمال رکھے گئے اور خلافت کا تاج پہنایا گیا جب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو مظہر خیر بنایا تو آپ ﷺ کے مقابلے میں شیطان کا وجود ظاہر ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام تمام قوائے خیر کے مظہر اور مرکز ٹھہرے اور شیطان تمام شر کی قوت کا مرکز بنا۔ آدم علیہ السلام مرکز خیر مرکز نور اور مرکز ایمان ہیں اور شیطان مرکز شر مرکز ظلمت اور مرکز کفر بنا۔ آدم علیہ السلام توحید کے علم بردار ہوئے۔ شیطان شرک کا پرستار بنا۔ آپ ﷺ کے عقیدہ توحید کے مقابل شیطان کا کفر آپ ﷺ کے خیر کے مقابل شیطان کا شر اور آپ ﷺ کے نور کے مقابل شیطان کی ظلمت تھی اور اللہ عزوجل نے پہلے ہی فرما دیا تھا۔

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

☆ "اَلْاَشْيَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِهَا" کا ظہور ہوا۔ اب آپ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ آپ ﷺ قوت خیر کے حامل تھے اور شیطان قوت شر کا حامل تھا۔ اب ان کا تقابل ہوا تو ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام خلیفہ ہوئے اور شیطان مردود ہوا۔ آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ عزوجل ہوئے اور شیطان عدو اللہ ہوا۔ اب اس کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا

ترجمہ☆ تو شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے پھسلایا (البقرآیت ۳۶)

☆ یعنی شیطان نے آدم وحوا علیہم السلام کو پھسلادیا۔ اب کیا کہا جائیگا کہ خیر کے مقابلہ میں شر کامیاب ہوگیا ہرگز نہیں! خیر کے مقابلے میں شر کامیاب ہوہی نہیں سکتا۔ لہذا آدم علیہ السلام مغلوب نہیں ہوسکتے رہا "فَاَزَلَّهُمَا" کا جواب تو وہ یہ ہے کہ غلبہ کسی وقت میں کسی عارضی بات کیلئے صورۃً ظاہر ہوا تھا۔ لیکن خدا کی قسم شیطان مغلوب رہا اس کا غالب ہونا نا ممکن ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اور جہنمی تھا اور جہنمی جنتی پر کیسے غالب ہوسکتا ہے اس وقت تو شیطان دو کا جنت میں رہنا برداشت نہ کرسکا اور نہ دیکھ سکتا تھا لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو شیطان خوش تھا مگر فی الحقیقت واقعہ عجیب تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی سکونت جنت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

ترجمہ☆ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ (البقرآیت ۳۵)

☆ جنکی سکونت جنت ہو پھر نکالنا کیسے؟ ممکن ہے مثلاً میری سکونت ملتان ہے اب میں کسی عارضی سبب کیلئے باہر چلا جاؤں تو کوئی کہے کہ دیکھو میں نے اسکو ملتان سے باہر نکلوادیا ہے۔ تو یہ کہنا اسکی بے وقوفی شمار کی جائیگی کیونکہ جہاں میری سکونت ہو وہاں سے کوئی کیسے جاسکتا ہے۔ دراصل حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر تشریف لانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم یہ جنت تمہارے لئے ہے اور وہ کفار جو آپ کی پشت میں ہیں ان کیلئے تو یہ جگہ نہیں لہذا آپ دنیا میں جائیں اور ابوجہل' ابولہب جیسوں کو پھینک کر پھر جنت میں چلے آئیں۔ جیسے کسی شخص کے لاکھوں روپے کے مکان ہوں اور وہ "رفائے حاجت" کیلئے مکان سے باہر نکلے کیونکہ مکان نجس کے لائق نہیں۔ تو دشمن تالی بجانا شروع کردے کہ میں نے فلاں کو مکان سے باہر نکلوادیا ہے تو یہ کہنا کیسی حماقت ہوگی؟ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام نجاستوں کو پھینکنے کیلئے آئے کیونکہ نجاست آپ کے لائق نہ تھی۔ چنانچہ جب کفار پیدا ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم اب آپ بمع دیگر تمام انبیاء صدیقین' شہداء وصلحاء کے جنت میں جائیں تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حقیقتاً غالب کون تھا؟ خیر تھی یا شر۔ جب جنت سے نکلے تو دو تھے اور جب واپس آئے تو کئی ارب کی تعداد ساتھ لیکر آئے۔ اب شیطان مردود ملعون مغلوب ہوا جب کچھ نہ بنا تو کہنے لگا کہ مجھے قیامت تک مہلت دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ

ترجمہ☆ تو مہلت پانیوالوں میں سے ہے۔ (الاعراف ۱۵)

☆ یعنی تجھے مہلت ہے اب شیطان نے کوشش کی اور گمراہ کرنے کیلئے اپنی تمام قوتوں کو استعمال کرنے لگ گیا وہ قوت جو اسکے اندر پہلے بالقوۃ تھی اب بالفعل ہوگئی اور اصولی طور پر قوتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ علمی اور عملی۔ اگر چہ ان دو کا غلبہ بہت قوتوں میں ہوا۔ لیکن اصولی طور پر یہی دو قوتیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ شیطان کی علمی اور عملی قوت کتنا تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ (سورۃ الاعراف آیت ۲۷)

ترجمہ ☆ اے اولاد آدم! شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے۔ جسطرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔

☆ اے اولاد آدم! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جیسا کہ تمہارے ابوین یعنی آدم اور حوا کو جنت سے نکال دیا۔ اخرج کی ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے تو نکالنے والا شیطان ہوا اب اس پر تامل کریں کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کو بچے رہنے کا حکم فرما رہا ہے اور شیطان سے مراد وہی شیطان ہے جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تھا۔ کوئی جن یا ہمزاد وغیرہ مراد نہیں ہے جیسا کہ " لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ " سے معلوم ہو رہا ہے۔

☆ اب اس کا یہ حال ہے کہ

اِنَّہٗ یَرٰىکُمۡ ہُوَ وَ قَبِیۡلُہٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَہُمۡ (آیت ۲۷ سورۃ الاعراف)

ترجمہ ☆ بے شک تمہیں دیکھتا ہے وہ شیطان اور اس کا کنبہ جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔

☆ یعنی وہ تم سب کو دیکھ رہا ہے جہاں سے تم انکو نہیں دیکھ سکتے۔ تم مشرق میں یا مغرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں جہاں بھی ہو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اللہ اکبر! اب اسکے دیکھنے کی عملی قوت کتنا ہوئی اور دشمن جب تک دیکھے نہ غلبہ کیسے کریگا۔ جیسے پہلوان جب کشتی کرتا ہے تو جب تک دوسرے کی سکون و حرکت کو نہ دیکھے غلبہ نہیں کرسکتا۔ اسیطرح شیطان انسان کی سکون و حرکت کو نہ دیکھے غلبہ کیسے کریگا؟ بلکہ اسکی نظر جب تمام اولاد آدم کو نہ دیکھے تو غلبہ کیسے کریگا؟ بلکہ اسکی نظر اتنی وسیع ہے کہ قرب و بعد اور شرق و غرب میں اولاد آدم کو برابر دیکھتا ہے۔ بلکہ صحیحین کی حدیث ہے کہ "اِنَّ الشَّیۡطَانَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَی الدَّمِ" یعنی شیطان انسان کے اندر اتنا گھسا ہوا ہے جیسے اسکا خون اسکے اندر گھسا ہوا ہے ہر رگ پر چلنا یہ قوت عملی کا تصرف ہے۔ دونوں قوتیں شیطان کے اندر ہیں کیونکہ مہلت کا مطلب ہی یہی ہے اسلئے شیطان نے کہا

وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ (آیت نمبر ۳۹ سورۃ الحجر)

ترجمہ ☆ اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔

☆ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ (سورۃ الحجر آیت ۴۲)

ترجمہ☆ بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں۔

☆ یعنی میرے خاص بندوں پر تو کبھی غالب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تجھ پر غالب رہیں گے۔ اب غور کرو کہ شر اور اغوا و اضلال کی قوۃ کا جو حال ہے اسکی نظر سے کوئی غائب نہیں۔ اور جسکو اللہ ﷻ نے ہدایت کے منصب پر متعین فرما کر بھیجا ہے اسکو دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہو تو ہادی کیسے ہوئے؟ شیطان کا تصرف علمی اور عملی اتنا ہو اور جو منصب ہدایت پر متعین ہو کر آئے اسکے اندر اتنی قوۃ بھی نہ ہو تو منصب ہدایت کا مطلب کیا ہوا؟

☆ شیطان ظالم ہے اور انبیا ظلم سے بچانے کے لئے آئے اور وہ ظلم سے بچا سکتے ہیں جسکے اندر قوۃ علمی و عملی زیادہ ہو لہذا ماننا پڑے گا کہ انبیاء کا تصرف ظالم سے زیادہ ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ انبیا کا علم کئی حصہ زیادہ ہے۔ شیطان فقط انسان کو دیکھتا ہے اور نبی زمین و آسمان کی سب چیزوں کو دیکھتا ہے اللہ ﷻ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (سورۃ الانعام آیت ۷۵)

ترجمہ☆ یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہی دکھائی (کل مخلوقات) آسمانوں اور زمینوں کی اور اس لیے کہ وہ (علم الیقین کے ساتھ) عین الیقین والوں میں سے (بھی) ہو جائیں۔

☆ یہ تو خلیل کی نگاہ ہے پھر حبیب کی نگاہ کا کیا عالم ہوگا؟ بلکہ حبیب کی نگاہ سے تو اللہ ﷻ نے اپنا جمال بھی نہیں چھپایا اور آقا ﷺ نے ان سر اقدس کی آنکھوں سے باری تعالی کا جمال دیکھا کیسے شیطان جمال رب کو دیکھے گا؟ ہرگز نہیں نبی وہ ہے کہ کسی کے سامنے اسکا کمال کم نہ جانے کیونکہ یہ تنقیص نبوت ہے بلکہ جو بھی سامنے آئے مغلوب ہو کے رہ جائے۔ تمام کائنات کے کمالات میرے آقا ﷺ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ ﷻ کا محبوب تمام پر فضیلت رکھتا ہے اور میرے آقا ﷺ کا قرب ایسے قریب ہیں کہ ہماری جانیں دور ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن آقا ﷺ کبھی دور نہیں ہیں اللہ ﷻ فرماتا ہے

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ الاحزاب آیت ۶)

ترجمہ☆ یہ نبی ایمان والوں کے ساتھ انکی جانوں سے قریب ہیں۔

☆ یعنی تمہاری جانیں اتنی قریب نہیں جتنے میرے آقا تمہارے قریب ہیں۔

شبہ

☆ اگر کوئی کہے کہ وہ تو مدینہ میں ہیں؟

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں کہوں گا کہ سورج بھی تو چوتھے آسمان پر ہے لیکن اسکی روشنی اور اسکی شعاعیں ہمارے قریب ہیں اس طرح آقا ﷺ تو مدینہ میں ہیں لیکن آپ ﷺ کی شعاعیں اور نوری تجلیات ہمارے قریب ہیں مگر اندھے کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ وہ بے نور ہے۔ نور کے دیکھنے کیلئے نور کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی بے نوری کا اقرار نہیں کرتا اور آقا ﷺ کی بے نوری کا قول کرتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ اندھے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ نہ خود دیکھے اور نہ دیکھنے والوں کی مانے اور دوسرا وہ ہے کہ دیکھتا تو نہیں مگر دیکھنے والوں کی بات مان لیتا ہے۔ ہم بھی دیکھنے کا دعویٰ نہیں کرتے مگر دیکھنے والوں کو جیسے امام شعرانی امام سیوطی، امام سبکی، حضور غوث پاک اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی جیسے اولیاء اللہ نے دیکھا اور بتایا اور ہم نے مان لیا۔ جو پہلے قسم کے لوگ ہیں وہ آنکھ اور دل کے اندھے ہیں اور جو دوسرے قسم کے لوگ ہیں وہ آنکھ کے اندھے تو ہیں مگر انکے دل بیدار ہیں میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ کی روحانیت اتنی لطیف ہے کہ قریب والا بھی قریب ہے اور دور والا بھی قریب ہے۔

شبہ

☆ مجھے آج کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۃ ق آیت ۱۶)

ترجمہ ☆ اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

☆ جب اللہ تعالیٰ قریب ہے تو وسیلہ کی ضرورت نہ ہوئی کیونکہ وسیلہ دور کیلئے ہوتا ہے لہذا تم یا رسول اللہ کیوں کہتے ہو؟ یہ تو بغیر اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں سنتا۔

شبہ کا ازالہ

☆ میں نے کہا تم یا اللہ تعالیٰ کیوں کہتے ہو؟ رب کو دور والی آواز کیوں پکارتے ہو؟ جب آواز کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ دور ہو گیا اور وسیلہ کے وقت قریب آ گیا یہ کتنا غضب ہے ارے اللہ تعالیٰ تو قریب ہے مگر ہر ایک کے قریب نہیں۔ بلکہ قریب ہیں تو غوث ہیں، قطب ہیں ہمیں تو ضرور وسیلہ کی حاجت ہے۔

شبہ

☆ شاید کوئی کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نزدیک ہے تو ہم کیسے دور ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں کہوں گا کہ جسکو معرفت نہیں وہ دور ہے جیسے ایک میرا دوست ہے اور وہ ملتان میں رہتا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں تو میں اسے بیس سال ڈھونڈھتا رہا۔ اب پتہ چلا کہ وہ یہیں رہتا ہے تو بتاؤ! کہ میں اس سے دور رہا یا نہ رہا لیکن وہ میرے قریب ہے۔ لہذا

جب تک معرفت نہ ہو وہ دور ہے۔ اسلئے میں کہتا ہوں مقرب ہیں تو عارفین ہیں سرکار ﷺ تو دوزخی اور جنتی کسی سے دور نہیں جب جنت اور دوزخ سے دور نہیں تو جنتی اور دوزخی سے کیسے دور ہو گئے کیونکہ جو ظرف سے دور نہ ہو وہ مظروف سے کیسے دور ہو گا؟

☆ صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور نماز کے اندر آگے بڑھے تو بعد از فراغت نماز صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ خلاف عادت آپ نماز میں آگے کیوں بڑھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جنت اور دوزخ اس دیوار قبلہ کے اندر پیش کی گئی تو میں نے یہ قصد فرمایا کہ اس بہشت سے ایک خوشہ انگور کا توڑلوں جسکو میری امت قیامت تک کھاتی رہے گی لیکن پھر پیچھے ہٹ گیا کہ اس عالم کی چیز اس عالم میں نہ لائی جائے اور حکمت ایزدی پوری ہو۔ اب یہ حدیث پاک دلیل ہے کہ دوزخ اور جنت سرکار ﷺ کے قدموں کے نیچے ہے جب دوزخ اور جنت قدموں کے نیچے ہے تو جنتی اور دوزخی کیسے دور ہو گئے؟ دور ہونے والا دور ہو جائے لیکن آقا دور نہیں اور تمام عالم اکو ان کو فیض پہنچا رہے ہیں اور اسی عالم کے اندر اگر کسی کو جاگتے ہوئے اپنے جلوہ سے سرفراز فرمائیں تو یہ ممکن ہے۔

☆ شاید کوئی کہہ دے کہ جب آپ ﷺ کسی امتی کے پاس تشریف لاتے ہیں تو روضہ انور خالی ہو گیا۔

اس شبہ کا ازالہ یہ ہے

☆ کہ آپ ﷺ اگر لاکھ جگہ اجسام مثالیہ میں آئیں تو آسکتے ہیں اور ظہور ذی مظہر کا غیر نہیں ہوتا۔ لہذا ایک وقت میں کروڑوں جگہ غلاموں کو سرفراز فرمائیں تو کوئی بعید نہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ولیوں کی روحانیت سے دنیا کا کام چل رہا ہے۔

☆ شاہ عبدالرحیم عرصہ سے بیمار تھے۔ اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ جاگتے ہوئے یہ معاملہ دیکھتے ہیں کہ ایک میرے اجداد میں سے کوئی بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عبدالرحیم! اپنی چارپائی کے پاؤں کو پھیر لو کیونکہ اس جانب سے سید عالم ﷺ تیری طبع پرسی کیلئے تشریف لارہے ہیں۔ تو شاہ عبدالرحیم کو کلام کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اسلئے اشارہ فرمایا کہ میری چارپائی کے پاؤں پھیر لو۔ ابھی چارپائی کو پھیر رہے تھے کہ اچانک سید عالم ﷺ تشریف لائے اور شاہ عبدالرحیم کو اپنے سینے سے لگایا اور شاہ صاحب ایسے روئے کہ آقا ﷺ کا دامن تر ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ”کیف حالک یابنی“ اے میرے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ تو شاہ صاحب پھر زیادہ روئے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں مدت سے آرزو تھی کہ کسی طرح آقا ﷺ کے دو بال مبارک مجھے عطا ہو جائیں کہ ابھی شاہ صاحب بولے نہیں کہ آقا ﷺ نے پہلے فرمادیا کہ ”اے عبدالرحیم! تیری مدت سے یہ آرزو تھی۔ لہذا دو بال میں تجھے دیتا ہوں۔ یہ دو بال مبارک کے تیرے تکیے کے نیچے رکھے ہیں اٹھالینا۔ پھر جس وقت آپ ﷺ رخصت ہوئے تو شاہ صاحب متحیر ہو گئے کہ بال مبارک کہاں ہیں کیونکہ اس وقت تو شاہ صاحب رونے میں مصروف تھے ابھی انکو خیال آیا تو آقا ﷺ پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے تکیہ کے نیچے رکھے ہیں۔ پر جس وقت شاہ

عبدالرحیم صاحب نے ان دو بال مقدسہ کو اٹھایا تو دیکھا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں اب سوچنے لگے کہ کس طرح انکو علیحدہ کروں تو اچانک آپ کی زبان پر درود شریف جاری ہو گیا جس وقت درود شریف پڑھا تو بال مقدس خود بخود علیحدہ ہو گئے۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ حرکت حیات کی دلیل ہے اور جن کے بالوں کے اندر اتنا حیات ہے کہ خود بخود علیحدہ ہونے لگے تو بال والوں کے اندر کیسے حیات ہوگی؟ اور ان مقدس بالوں کا اعجاز یہ تھا کہ دھوپ میں جب ان کو باہر نکالتے تو ایک دم ابر چھا جاتا۔ ایک مرتبہ تین آدمی آئے وہ اس معجزہ کے منکر تھے۔ سخت دھوپ کے وقت جب ان کو باہر نکالا تو ایک دم بادل آ گیا۔ ایک آدمی مان گیا دوسرے بولے یہ اتفاقی بات ہے۔ دوبارہ پھر دھوپ میں جب انہیں باہر نکالا دوبارہ بادل آ گیا۔ پھر دوسرا آدمی مان گیا۔ اسی طرح تیسری مرتبہ جب بادل کو دیکھا تو تیسرا منکر بھی قائل ہو گیا۔ یہ سب تفصیلات شاہ ولی اللہ دہلوی نے انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں درج فرمائی ہیں اسی طرح ایک دفعہ ایک گروہ زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ مگر ان میں ایک آدمی ایسا تھا جسکو غسل کرنے کی ضرورت تھی تو جس وقت بال مبارک کو باہر نکالنے کیلئے تالا کھولا گیا تو تالہ نہ کھلا بہت کوشش کی گئی مگر کچھ نہ ہوا تو شاہ عبدالرحیم نے مراقبہ فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ کو معلوم ہوا کہ ان میں ایک شخص پر غسل واجب ہے تو آپ نے اس کا نام نہ بتایا اور پردہ پوشی کرتے ہوئے تمام کو غسل کرنے کا حکم دیا جب تمام نے غسل کر لیا تو تالا کھل گیا اور جمیع زیارت سے مشرف ہوئے۔

☆ اب اس کے بعد میں اپنی بہنوں کو کہوں گا کہ وہ اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کریں کیونکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ عورتوں کی محفل میں تشریف فرما تھے اور واعظ فرما رہے تھے کہ میں نے زیادہ عورتوں کو دوزخ میں دیکھا کیونکہ یہ خدا اور رسول کی اور اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں ناقص العقل ہیں جب چند عورتیں اکٹھی ہو جائیں تو غیبت شروع کر دیتی ہیں کہ فلاں ایسا ہے فلاں ایسا ہے۔ اور حضور فرماتا ہے کہ جو غیبت کرتا ہے وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ دراصل اسلام نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے مردوں کی تعلیم و تربیت کا گہوارہ بنایا کیونکہ بچے ان کی گود میں پرورش پاتے ہیں اگر ماں پاکیزہ تو بچہ پاکیزہ ہوگا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ خلافت میں مدینہ کے مجاہدوں نے روم کی عیسائی عورتوں سے نکاح کرنا چاہا تو امیر المومنین نے فرمایا خدا کی قسم! میں خدا کے حلال کو حرام نہیں کرتا لیکن خطرہ ہے کہ کہیں مدینہ کی اصلاح نہ بدل جائے کیونکہ جب انکے بچے پیدا ہونگے اور وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں گی اور دودھ کا اثر ہوگا تو اصلاح معاشرہ میں فرق آ جائیگا لہذا ضروری ہے کہ ہر عورت اپنے دامن کو صاف رکھے کیونکہ بچے انکی آغوش میں پرورش پاتے ہیں اور ان کا بچوں پر اثر ہوتا ہے لہذا اگر ماں پاک تو بچہ یقیناً پاک ہوگا اگر ماں کے اندر فساد ہے تو بچہ بھی فساد میں پڑ جائیگا اس لئے میں اپنی بہنوں کو وصیت کرتا ہوں کہ آج وقت ہے اصلاح کرنے کا۔ اگر کرنا ہو تو کچھ کر لو کل کچھ نہ بنے گا

بعض بے ادب لوگ کہتے ہیں کہ نبی کے اندر نفسانیت کی ہو اتھی معاذ اللہ نبی کے اندر نفسانیت کا تصور بھی قائم نہیں ہو سکتی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چالیس سالہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے ساتھ شادی کی اور وہ بیوہ تھیں۔ سوائے عائشہ صدیقہ ؓ اور زینب ؓ کے سب بیوہ تھیں اگر کوئی نفسانی خواہش ہوتی تو آپ سب سے پہلے کسی کنواری عورت سے شادی کرتے کیونکہ شباب کی انتہا بھی اسی عمر میں ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور پھر امہات المومنین کا مقام کہ کروڑوں مولویوں کی تبلیغ اتنا نہیں ہو سکتی جتنا ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ کی تبلیغ ہے اس طرح میں نماز کے بارے میں بھی وصیت کروں گا کیونکہ نماز ارکان اسلام میں سے ایک عظیم رکن ہے اس لئے کہ تمام ارکان اسلام کی حقیقت اس نماز کے اندر پائی جاتی ہے۔ کلمہ شہادت بھی اسکے اندر ہے روزہ بھی اسکے اندر ہے کیونکہ بعد از تکبیر تحریمہ کھانا پینا حرام ہے زکواۃ بھی اسکے اندر ہے کیونکہ جس وقت انسان نماز پڑھتا ہے تو اپنا لباس پہن کر پڑھتا ہے یہی زکواۃ ہے اس طرح حج بھی اسکے اندر ہے کیونکہ حج جیسے بغیر کعبہ کے نہیں ہوتا ایسے ہی نماز بغیر رخ کعبہ نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ پانچ وقت کعبہ تو جا نہیں سکتے لہذا انکا پانچ وقت کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہونا یہی کافی ہے اور کتاب اللہ کا فرمان آج بھی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا لوگوں کو سمجھنا کہ یہ حکم پہلے تھا اب نہیں ہے تو غلط ہے اس لئے امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ تارک الصلواۃ واجب القتل ہے امام اعظم اتنا سخت تو نہیں مگر اتنا ضرور فرماتے ہیں کہ اس پر توبہ پیش کی جائے اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو اس پر تعزیر کی جائے اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو مومن ہے اسکو نماز کے بغیر کسی کام میں لذت نہیں آئیگی کیونکہ محبت کی نشانی بھی یہی ہے کہ محبوب کی اداؤں پر چلنا اور اس کے فرمان کو دل میں جگہ دینا یہ محبت کی نشانی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

12- نصائح غزالی زماں رازی دوراں

☆ حضرات محترم! برادران طریقت! یہ میرے مرشد کریم استاد مکرم برادرِ معظم' آقائے نعمت' ولی دولت' سیدی وسندی و مولائی حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد خلیل کاظمی محدث امروہوی ؒ کا عرس مبارک ہے۔ آپ یقین فرمائیں کہ جس محبت و عقیدت سے آپ تشریف لائے ہیں۔ انشاءاللہ میرے مرشد کریم آپ کو خالی نہیں بھیجیں گے۔

☆ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ اس منبع و مرکز فیوض و برکات سے ہماری وابستگی برقرار رکھے۔ نسبت بڑی چیز ہے۔

☆ قرآن پاک میں ہے اصحاب کہف کا کتا انکے پیچھے لگ گیا اور ان سے وابستہ ہو گیا۔ تو اب وہ جنتی ہے یہ کمال کتے کا نہیں تھا اس میں علم تھا نہ عمل' تقویٰ تھا نہ زہد' صرف ایک خوبی تھی کہ جس کا پیچھا پکڑا اسکو چھوڑا نہیں وہ آج تک اسی در پر ہے۔ خدا

کرے ہمارا کچھ رہے نہ رہے مگر یہ نسبت قائم رہے اور میرے شیخ کریم کا در ہم سے نہ چھوٹے۔

☆ الحمدللہ! ہم انسان ہیں اللہ نے ہمیں انسان بنایا۔ انسان بنا کر سید عالم رحمت مجسم تاجدار مدنی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ فرمادیا۔ یہ وابستگی ہمارے مرشدوں' مشائخ سلاسل عالیہ کے ذریعے سے حضور اقدس ﷺ سے منسلک ہے۔ اسی لئے ہم انشاءاللہ کبھی بھی ناکام نہیں ہوسکتے۔

☆ اب ہمارے شکر ادا کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہم وہ طریقے اور روش اختیار کریں کہ ہم ان بارگاہوں سے دھتکارے نہ جائیں۔ ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ ارکان اسلام کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کریں گے اور اللہ نے ہم پر جو فرائض عائد کئے ہیں وہ بجالائیں گے۔

☆ الحمدللہ! اس فقیر نے اب تک اپنے مرشد کریم شیخ کامل کی برکت سے ہر سال پورے قرآن کا درس دیا اور ارکان اسلام بجالایا اور میرے پیر بھائی ایسے بھی ہیں کہ جو پانچ وقت کے نمازی ہیں پورے مہینے کے روزے رکھتے ہیں اور تمام فرائض بجالاتے ہیں ہاں اگر خدانخواستہ کسی شرعی عذر کی بنا پر کوئی نماز چھوڑ دیں اور کوئی فرض چوک جائے تو اس کی قضا ادا کرلی جائے ورنہ تو مرشد کریم کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں ہونگے۔

☆ ہر پیر بھائی یہ بھی عہد کرے کہ میں اپنے ہر پیر بھائی ہر سنی بھائی بلکہ ہر انسان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا ہمارے اندر انسانی ہمدردی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ ہمارے آقائے نامدار تاجدار مدنی ﷺ کی یہ تعلیم ہے کہ اگر کوئی جاندار تکلیف میں ہے تو اس کی تکلیف دور کرو اللہ عزوجل تمہاری تکلیف دور فرمائے گا۔

☆ ایک پیاسے کتے کو پانی پلادینا بھی اللہ عزوجل کے ہاں قبول ہے۔ جن حضرات نے احادیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ یہ مضامین انکے سامنے ہیں۔ جانداروں سے ہمدردی' انسانی بنیادوں پر ہمدردی' مذہبی بنیادوں پر ہمدردی اور طریقت کی بنیادوں پر ہمدردی ہمارے آقا ﷺ کی تعلیمات میں سے ہیں لہذا ہم آپس میں ہمدرد ہیں اور آپس میں محبت پیار کے روابط پیدا کریں اور ہر دکھ درد میں دوسروں کے شریک ہوں۔

☆ جو پیر بھائی زانی ہو' شراب پیتا ہو' نماز نہ پڑھتا ہو وہ ہمارا مرید نہیں۔ وہ ہمارا مرید نہیں وہ ہمارا مرید نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ کے ساتھ وابستہ ہونے والے سب پیر بھائی اس بات کا عہد کریں کہ آئندہ مذکورہ کبائر سے بچیں گے کبھی زنا نہیں کریں گے کبھی شراب نہیں پئیں گے کبھی جوا نہیں کھیلیں گے اور کبھی نماز ترک نہیں کریں گے ورنہ اس سلسلہ عالیہ کے کسی گوشے میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل مجھے توفیق دے۔ کہ میں اس دائرے سے باہر نہ نکلوں اور میرے ساتھ جتنے پیر بھائی وابستہ ہیں وہ اس دائرے سے باہر نہ نکلیں۔

☆ ان نصیحتوں میں سے یہ ایک بنیادی نصیحت ہے کہ اپنے مذہب پر قائم رہو۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک میرا مسلک ہے اور میرے ساتھ تمام وابستہ ہونے والے اسی مسلک پر قائم رہیں جو اعلیٰ حضرت کے مسلک سے ایک قدم باہر رکھے گا وہ میرا مرید نہیں وہ میرا مرید نہیں۔

☆ اپنے اندر عاجزی انکساری کا مادہ پیدا کرو۔ تکبر غرور کے قریب نہ جاؤ۔ آپس میں محبت پیدا کرو بلکہ ہر انسان کے ساتھ اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرو۔ انسانیت کے آگے ہر ذی حیات و ہر ذی روح کیلئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرو اور یہ وہ چیز ہے جو ہمارے لئے باعث مسرت ہے۔

☆ ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ عزوجل کے حقوق اور اسکے بندوں کے حقوق کا خیال رکھے۔ اگر اللہ عزوجل کے حقوق ہمارے ذمے رہے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے اگر بندوں کے حقوق ہمارے ذمہ رہے تو ہمارے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔

☆ عزیزان محترم! اگر میری طرف سے کسی شخص کے حق میں ناپسندیدگی کے الفاظ نکلے ہوں تو میں ہاتھ جوڑ کر معافی چاہتا ہوں میری کوشش ہے کہ اللہ عزوجل اور اسکے بندوں کے حقوق میرے ذمہ نہ رہیں۔

☆ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ رازق اللہ ہے' ظاہری اسباب اللہ نے پیدا کیئے ہیں۔ جو اسباب بھی اللہ عزوجل نے ہمارے لئے پیدا کیے ہیں ہم ان میں کوتاہی نہ کریں ہم میں سے کوئی تجارت کرتا ہے یا زراعت کوئی دکانداری کرتا ہے یا مزدوری' مزدور' مزدوری پوری لے لے اور مالک کا کام پورا نہ کرے اور مالک کام پورا لے لے اور مزدوری پوری نہ دے یہ کوتاہی ہے یا دکاندار یا تاجر' مرچوں میں ملاوٹ کر دے یا آٹے میں ملاوٹ کر دے چینی میں ملاوٹ کر دے تاکہ منافع زیادہ ہو تو یہ منافع کسی کام کا نہیں۔ سب پیر بھائی اس بات کو ذہن میں رکھیں کوئی اپنے مفاد حاصل کرنے کیلئے بے ایمانی نہ کرے اپنے کاروبار کو صاف رکھے۔ اس سے جو منافع ہو گا وہ دیکھنے میں تھوڑا ہو گا مگر اس میں بے شمار برکتیں ہونگی' سب پیر بھائی اس پر عمل پیرا ہوں اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور حضور سید عالم ﷺ کے دامن اقدس سے وابستہ فرمایا اور ان راہوں سے وابستہ فرمایا۔ جو وہاں تک پہنچاتی ہیں اور وہ نسبتیں عطا فرمائیں جن کو ہم اختیار کر کے نجات پا سکتے ہیں اور منزل مقصود پا سکتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان پیار و محبت کی باتوں اور پند و نصائح پر پابندی سے عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ میں بعض پیر بھائیوں میں مناقشات دیکھ رہا ہوں اگر وہ مجھے کچھ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے تو مناقشات ختم کر دیں اور آپس میں اخوت اور بھائی چارہ پیدا کریں۔

☆ میں آپ کو کیا بتاؤں؟ پاکستان اللہ عزوجل کی ایک عظیم نعمت ہے بعض لوگوں نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی لیکن جب ان پر حق واضح ہو گیا تو وہ سمجھ گئے اس لئے بنارس میں 1946ء میں بنارس سنی کانفرنس ہوئی اور سب سنی اس بات پر متفق

ہو گئے کہ پاکستان ہر حال میں بننا چاہیے الحمد للہ! پاکستان بن گیا۔

☆ سنیو! پاکستان تمہاری جدوجہد، تمہاری کوشش اور تمہاری جانفشانی سے بنا اور اب پاکستان کی حفاظت بھی تم ہی کرو گے۔ کچھ لوگ ہیں جو پاکستان کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر طرح سے کام کر رہے ہیں۔ باہر سے بھی اور اندر سے بھی۔ تو تم ان لوگوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنادو اور سینہ سپر ہو جاؤ پاکستان کے دفاع کیلئے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے کوشاں رہو۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت ہے وہ کبھی بھی اسلام نہیں لائیں گے وہ اسلام کا نام تو لیں گے مگر اسلام کا کام نہیں کریں گے۔ 1947ء سے حکومت ان لوگوں کے ہاتھ آئی مگر آج تک اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے کچھ کر پائے۔

☆ پاکستان میں رہنے والے سنیو! تم نے ہی پاکستان بنایا اور تم ہی اسکو صحیح معنوں میں مرکز دین بناؤ گے اور تم اگر اسلام کی بنیادوں پر منظم ہو کر اور " کَاَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ "(سورہ صف آیت ۴) کا مصداق بن جاؤ تو جتنے بھی لوگ پاکستان کے مخالف یا نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ ہونے کے مخالف ہیں۔ ان سب کی قوتیں ساقط ہو جائیں گی۔ تم خلافت راشدہ کے نظام کو زندہ کر سکتے ہو تم امامت کبریٰ کے نظام کو لا سکتے ہو۔ اگر اہل سنت متفق اور متحد ہو جائیں تو خدا کی قسم! امامت کبریٰ قائم ہو سکتی ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا نظام آ سکتا ہے جب بھی اسلام کے خلاف کوئی نظام آئے تو تم سینہ سپر ہو جاؤ اور ڈٹ جاؤ کہ اسلامی ملک میں اسلامی نظام آئیگا اور کوئی نظام نہیں آ سکتا اور یہی نظام مصطفیٰ ﷺ ہے۔

☆ حضور سیدی سندی مرشدی مولانا محمد خلیل شاہ کاظمی امروہوی ﷫ کی جدائی روح کو شاق گذرتی ہے اور روح تڑپتی ہے روح بیتاب ہے۔ کاش وہ آج ظاہری طور پر ہمارے سامنے ہوتے تو ہماری روح کی تشنگی دور ہوتی لیکن تاہم جب بھی تشنگی دور ہوتی ہے تو انہیں کی روحانیت کا فیض ہوتا ہے۔

☆ اللہ ﷻ اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے اور پیاسے اس سے سیراب ہوتے رہیں آمین ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ

13-نماز ذریعہ حل مشکلات

☆ ایک شخص امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں کچھ روپیہ اپنے گھر میں کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں۔ سخت ضرورت ہے کوئی تدبیر بتایئے امام صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہ کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ میں تمہیں بتاؤں البتہ ایسا کرو کہ آج ساری رات نفل پڑھو وہ شخص چلا گیا اور گھر جا کر نفل پڑھنا شروع کر دیا کچھ نفل پڑھنے کے بعد اسے رکھے ہوئے روپے یاد

آ گئے خوشی سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر متشکر ہوا کہ سرکار آپ کی تدبیر سے میرا کام بن گیا تو آپ نے فرمایا کہ شیطان یہ برداشت نہ کر سکا کہ تو رات بھر نفل پڑھ سکے۔

14-امر بالمعروف واجب ھے

☆ حضرات محترم! حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ واعظ کو پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ نصیحت کا اثر اس وقت ہوتا ہے جبکہ ناصح خود بھی عامل ہو ورنہ لوگ ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ نصیحت کرنیکا جواز یا وجوب عامل ہونے پر موقوف نہیں اگر کوئی عالم عامل نہ بھی ہو۔ تب بھی اسکو نصیحت اور وعظ کا چھوڑ دینا اور گناہوں کے ہوتے ہوئے دیکھ کر سکوت اختیار کرنا جائز نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو! کہ یہ خیال بھی ایک شیطانی وسوسہ ہے کہ جب تک پورے عامل نہ بن جائیں اس وقت تک دوسروں کو کیا نصیحت کریں اگر ایسا خیال معتبر سمجھا جائے تو وعظ و نصیحت کا سلسلہ مفقود اور دروازہ مسدود ہو جائے گا۔ یاد رکھو امر بالمعروف واجب اور ضروری ہے۔ عاصی اور گنہ گار شخص کو بھی وعظ کہنا جائز ہے۔ البتہ واعظین پر یہ دوسرا وجوب مستقل ہے کہ اپنے علم پر عمل کریں اور اچھے کاموں کی دوسروں کو نصیحت کریں خود بھی اس پر کاربند ہوں پس اگر ایک واجب کو ترک کیا کہ خود عامل نہ بنے تو دوسرا واجب ترک کرنا کیونکر جائز ہوگا کہ دوسروں کو نصیحت بھی نہ کرائیں۔

15-رحمۃ العالمین کی تشریح

☆ حضرات محترم! حضور سید عالم نور مجسم تاجدار مدینہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمۃ کے معنی ہیں رقت قلب۔ (بیضاوی)

☆ لیکن اگر رحمت کے یہ معنی لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ کیلئے رحمت ثابت نہیں ہو سکتی حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی رحمٰن اور رحیم ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن اور رحیم ہونیکے کیا معنی ہوئے۔

اس شبہ کا ازالہ یہ ھے

☆ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے معنی انسان کی رحمت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہماری عقل کے ادراک سے بلند و بالا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے معنی فقط مفہوم کیلئے ہیں۔ رقت قلب مراد نہیں ہے۔ اب آیۃ کا معنی یہ ہوا کہ بندوں کے حال کے موافق جو احسان و سخا ہے باری تعالی کی وہی رحمت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اسکی شان کے لائق اور حال عبد کے موافق ہوتی مریض کو شفا دینا اور مخلوق کو رزق دینا گمراہ کو ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہوتی ہے اور

حال عبد کے موافق ہوتی ہے۔ یہ تمام اسکی رحمت ہے مثلاً سانس کا لینا۔ اگر کوئی کہے کہ اتنی رقم لے لو اور سانس لینا بند کردو تو کیا کوئی ایسا کرنا پسند کرے گا ہرگز نہیں وہ موت کے خوف سے سانس لینا اسکو زیادہ محبوب ہوگا۔ جب ثابت ہوا ایمان کا عطا ہونا ہدایت پر آنا مخلوق کو رزق دینا یا مریض کو شفا دینا۔ یہ تمام اللہ ﷻ کی رحمت ہے اس لئے اس رحمت کی تقسیم کیئے فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ ☆ اے محبوب! اور نہیں بھیجا آپ کو مگر رحمت تمام عالموں کیلئے۔

☆ یعنی اے محبوب! میں نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ جمیع انعامات میری رحمت کا ظہور ہے۔ اگر حضور ﷺ مریض کو شفا نہ دے سکیں، بھوکے کو رزق نہ دے سکیں، گمراہ کو ہدایت نہ دے سکیں تو رحمت کا کوئی معنی بنے گا؟ ہرگز کوئی معنی نہ بنے گا اور آپ ﷺ کے راحم ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کہ میں اپنے کسی غلام سے کہوں کہ فلاں کو کھانا کھلا دو فلاں کو شروب پلا دو" کپڑے پہنا دو، مگر کھلانے، پلانے اور پہنانے کیلئے اسے کسی چیز کا مالک نہ کروں۔ تو آپ بتائیں وہ اوروں کو کیا کھلائے گا؟ پلائے گا اور پہنائے گا؟ لہذا ثابت ہوا اللہ ﷻ نے جمیع اشیاء اپنے محبوب کے سپرد کردی ہیں۔ آپ ﷺ راحم ہیں اور العالمین پر رحمت فرما رہے ہیں اسلئے ضروری ہوا کہ آپ ﷺ کو مالک مجازی اور مختار ماننا پڑے گا ورنہ رحمۃ کا کوئی معنی نہ بنے گا۔

شبہ

☆ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے اللہ ﷻ اپنی خدائی سے تہی دست ہو کر اپنے محبوب کو مالک بنا کر الگ ہو گیا ہے۔

شبہ کا ازالہ

☆ یہ سوال اس وقت ذہن میں ابھرتا ہے جب یہ مانا جائے کہ اللہ ﷻ اپنی قدرت واختیار اور حیثیت سے منقطع ہو گیا ہے اور یہ شرک ہے بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنی نعمتوں اور اختیار کو محبوب سے صادر فرماتا ہے اور کمال عبدیت بھی یہی ہے کہ بندہ سے جمال خداوندی اور جلال خداوندی اور قدرۃ الٰہی ظاہر ہو اور سمع و بصر اور تصرف وقدرۃ اسی کا مظہر ہو۔ شرک تو تب ہوگا جب ہم اس کا کوئی مقابل ٹھہرائیں ذرا غور فرمائیں تمام موجودات کے اندر خدا کا کمال اور قدرت کا اظہار ہے اگر گل یا مشک وعطر سے قدرت خداوندی اور کمال خداوندی نمودار ہو تو شرک نہیں ہے اگر عبد مقدس سے ظاہر ہو تو کیسے شرک ہو سکتا ہے ذرا حدیث قرب نوافل والی ملاحظہ ہو تو اللہ ﷻ فرماتا ہے

لَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا الحديث (بخاری ۹۶۳)

☆ یہ تو عام عباد کا حال ہے اور جو عبدہ ورسولہ ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ اللہ ﷻ کی قدرت اور علم وکمال اور سمع وبصر کیلئے

حضور ﷺ کی قدرت اور علم وکمال اور سمع وبصر دلیل ہے۔ یہ تمام صفات آقا سے ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (بخاری ص ۱۶)

☆ اور بخاری ہی میں ہے

اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ (بخاری ص ۴۳۹)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

16-قدجاء کم من اللہ نور کی تفسیر

☆ حضرات محترم! فقیر اسی ماہ ربیع الاول میں ایک دن سفر میں جارہا تھا کہ کسی نے پوچھا کہ تم اتفاقی چیزیں کیوں بیان نہیں کرتے۔ بلاوجہ لوگوں کو اختلافات میں ڈالا ہوا ہے اور ایسے مسائل بیان کرتے ہو جو موجب نزاع ہیں تو فقیر نے جواب دیا ہم جو مسائل بیان کرتے ہیں وہ سب اتفاقی ہیں اور ان پر اجماع ہو چکا ہے پھر اگر کوئی منکر سلف صالحین کے گروہ سے نکل کر کلام کرے تو یہ اس منکر کا قصور ہے۔ البتہ ہمارا کام ہے اسکو سمجھانا اگرچہ وہ نہ سمجھیں گے۔ لیکن عوام تو انکی گمراہی سے بچ جائیں گے۔

☆ حضرات محترم! قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ آیت مبارکہ میں جو میں نے آپکے سامنے تلاوت کی۔ اس آیت میں لفظ نور سے مراد بعض لوگوں نے اسلام لیا ہے۔ بعض نے قرآن مراد لیا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں اس نور سے مراد بالاتفاق وبالاجماع ذات پاک محبوب کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں اور نور آپ ﷺ کے اسماء میں سے بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مجاہد جو آپ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ سید بن جریج وقتادہ وزجاج اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" سے مراد ذات پاک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

شبہ

☆ آپ فرما چکے ہیں کہ بعض کے نزدیک نور سے مراد اسلام وقرآن ہے۔ لہذا یہ اجماع امت تو نہ ہوا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ بعض لوگوں نے نور سے مراد اسلام اور قرآن لیا ہے یہ دراصل معتزلہ کا مسلک ہے۔ اہل سنت کا یہ مسلک ہرگز نہیں جیسا کہ ذیل کا حوالہ شاہد ہے اور ہمارا اجماع امت کہنے کا مقصد بھی یہی اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔

وقال ابو علی الجبائی عنی بالنور القرآن لکشفه و اظهاره طرق الهدی و الیقین واقتصر علی ذالك الزمخشری (روح المعانی الجز السادس ص ۸۷)

☆ باقی رہا یہ کہ جب یہ قول معتزلہ کا ہے تو بعض علماء نے اس قول کو کیوں لیا ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ معتزلی اپنے آپکو حنفی کہلاتے تھے جیسا کہ روح المعانی میں ہے اسیطرح زمخشری کو بعض نے حنفی شمار کیا ہے کیونکہ حنفیت اعمال ہے اور اعتزال اعتقاد ہے فقط زبانی باتوں سے نہیں پہچانا جاتا کہ یہ معتزلی ہے جب تک اعتقاد کے بارے میں گفتگو نہ کی جائے جب یہ ثابت ہو گیا کہ نور سے اسلام اور قرآن مراد لینا معتزلہ کا مسلک ہے۔ اہلسنت و جماعت کا مسلک نہیں تو یقیناً نور سے مراد ہمارے آقا ﷺ ہیں جیسا کہ صاحب روح المعانی اس آیت کے تحت فرمایا ہے

وَهُوَ نُورُ الْاَنْوَارِ النَّبِیُّ الْمُخْتَارُ (روح المعانی الجزء السادس ص ۸۷)

ترجمہ ☆ یعنی ہمارے آقا ﷺ نوروں کے نور اور نبی المختار ہیں۔

☆ حضرات محترم! اگر بالفرض نور سے مراد قرآن و اسلام بھی لیا جائے تو پھر بھی ہمارے آقا ﷺ نور ہیں کیونکہ قرآن کی تعریف ہے کہ کلام اللہ عزوجل غیر مخلوق۔ کلام اللہ کیساتھ غیر مخلوق کی قید بڑھائی گئی ہے تو مشائخ متکلمین نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ تعریف کلام نفسی کی ہے نہ کہ کلام لفظی کی اور کلام نفسی غیر مخلوق ہے کیونکہ یہ اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ اور غیر مخلوقہ ہے اور کلام لفظی مخلوق و حادث ہے اور نور کلام لفظی کی صفت ہے نہ کہ کلام نفسی کی ہمارے آقا ﷺ جمیع مخلوق سے افضل ہیں۔ لہذا کلام لفظی جو مخلوق و حادث ہے اس سے بھی افضل ہوئے تو بتاؤ جب قرآن (جو باعتبار کلام لفظی مخلوق و حادث ہے) نور ہے۔ تو ہمارے آقا ﷺ بھی ضرور نور ہونگے کیونکہ جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا اور کر کے دکھایا وہ ادائیں نور ہیں تو اداؤں والا کیسے نور نہ ہوگا؟ علاوہ ازیں حضور ﷺ جمیع اشیاء کی اصل ہیں اگر اصل بے نور ہو تو فرع کیسے نور ہوگی؟ علم و عمل، ایمان و عرفان، عقل و دانش نور ہیں، آفتاب و ماہتاب اور ستارے نور ہیں جو کہ فرع ہیں اور پھر اصل کیسے بے نور ہوگا؟

شبہ

☆ جیسا نور تم حضور سید عالم ﷺ کیلئے ثابت کیا ہو ویسا نور تو نہیں ہے لہذا حضور ﷺ نور ہوئے تو کیا ہوا؟ قرآن پڑھنے کیلئے بھی شمع کی ضرورت ہے اور حضور سید عالم ﷺ کے دولت کدہ پر بھی شمع جلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔

شبہ کا ازالہ

☆ لفظ ایک ہوتا ہے لیکن منسوب ہونے کی وجہ سے معنی متفاوت ہوجاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ ﷺ کو شہید کہا ہے

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ

☆ اور اپنے رسول کو بھی شہید کہا ہے

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا

☆ اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی شہید کہا

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ

☆ تو بتاؤ کیا ہر ایک کے شہید ہونے کا ایک معنی ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر ایک کے لائق معنی ہوگا۔ اسیطرح ”مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ“ کیا یہاں بھی مکر کا ایک معنی ہوگا ہرگز نہیں بلکہ مکر کا معنی ہے دھوکہ میں ڈالنا اور ”مَکَرَ اللّٰہ“ کا مطلب دھوکہ سے نکالنا اسیطرح تورات بھی نور ہے اور قرآن بھی نور ہے تو بتاؤ قرآن اور تورات یکساں ہیں ہرگز نہیں بلکہ قرآن افضل ہے لہذا ثابت ہوا کہ فقط ایک لفظ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ نسبت کو بھی دیکھایا جاتا ہے۔ نور قرآن کی طرف منسوب ہوگا تو معنی اور ہوگا اور نور حضور سید عالم نور مجسم محمد عربی ﷺ کیطرف منسوب ہوگا تو معنی اور ہوگا۔ علاوہ ازیں آپ نے اس واقعہ کو تو دیکھا کہ شمع آپ ﷺ کے دولت کدہ میں جلتی تھی مگر وہ بات آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تھے تو پورا گھر روشن ہوجاتا تھا۔ آپ نے ایک آنکھ سے تو دیکھا کہ شمع روشن ہوتی تھی مگر دوسری آنکھ سے نہ دیکھا کہ حکمت کے تحت جلوؤں کا اظہار ہوتا تھا۔

☆ بعض چیزوں میں معنی اور بعض اعیان ہوتی ہیں جیسے قرآن کے الفاظ واوراق اعیان ہیں اور مفہوم ومطلب معانی اور علم وعرفان اور ایمان معانی ہیں اور قرآن کا معنی نور ہے اور میرے آقا ﷺ جامع اعیان ومعنی ہیں تو تعجب ہے کہ جس کا فقط معنی نور ہو اسکو تو نور مانتے ہیں اور جو جامع اعیان ومعانی ہو اسکو نور نہیں مانتے ابن کثیر جو بڑا محتاط مفسر ہے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو تمام گھر نور سے بھر گیا حتیٰ کہ بصری نظر آنے لگا اور وہاں اونٹ بھی نظر آئے۔ یہاں تک ایک اونٹ کی گردن مڑی ہوئی تھی وہ بھی نظر آنے لگا۔

شبہ

☆ اگر نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں تھے دندان مبارک سے خون جاری کیوں ہوا؟ آپ ﷺ کی اولاد کیوں ہوئی؟ ہجرت کیوں فرمائی غار میں پناہ کیوں لی؟ غسل کیوں دیا گیا کفن کیوں پہنایا گیا۔ مزار کیوں بنائی گئی؟ نوران تمام مذکورہ بالا احکام سے مبرا ہے اور یہ جمیع احکام عدم نورانیت پر دال ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ بے شک ہم جانتے ہیں کہ یہ احکام عدم نور پر دال ہیں۔ یہ اس نور کے منافی ہیں جو فقط نور ہی ہے اور ہم نے ہزار بار کہا کہ آپ ﷺ فقط نور نہیں ہیں بلکہ جمیع اشیاء کے حقائق کا منبع ہیں۔ آپ ﷺ کے اندر آگ پانی ہوا کی حقیقت موجود ہے۔ آپ ﷺ میں بشریت بھی ہے اور نورانیت بھی لیکن بے عیب بشریت ہے۔ غرضیکہ محبوب ﷺ کے اندر کوئی عیب نہیں۔ لوگوں کا یہ الزام لگانا کہ بشریت کا انکار کرتے ہیں یہ بہتان عظیم۔ ہم بے شک بشریت مانتے ہیں لیکن بے عیب بشریت مانتے ہیں اور تمام حقائق اور لطائف کا مجموعہ ہیں۔ جیسے آم کا درخت پچاس من کا وزن رکھتا ہے اور گٹھلی بہت کم وزن رکھتی ہے تو بتاؤ کہ یہ آم یہ پچاس من رکھنے والا آم اس گٹھلی کے اندر ہے۔ کیا یہ پچاس من کا وزن اس گٹھلی میں ہے؟ ہرگز نہیں مگر پچاس من کا وزن رکھنے والی شاخوں اور تنے کی حقیقت لطیفہ اس گٹھلی کے اندر موجود ہے۔ اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ پچاس من کی حقیقت لطیفہ کو ایک گٹھلی کے اندر سمادے۔ اسی طرح قادر ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم کی حقیقت لطیفہ کو حضور سید عالم ﷺ کے اندر سمادے۔ آپ بھی آئینہ دیکھتے ہیں تو آپ کی صورت اس آئینہ کے اندر نظر آئے گی۔ جو ذات قادر ہے کہ تمہاری صورتوں کو لطیف کردے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ جمیع حقیقتوں کو لطیف کردے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو بوقت نماز سورج گرہن ایک دیوار میں دکھادیا اب ثابت ہوا کہ حضور ﷺ تمام حقائق کائنات کا مجموعہ ہیں اور آپ ﷺ بے عیب ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ محمد ہیں اور محمد بے عیب ہوتا ہے۔

☆ اب پتہ چلا کہ بشریت ہے لیکن بے عیب۔ بشریت میں آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور نورانیت میں والد ہیں۔ آپ نے فقط نسل کو دیکھا اصل کو نہ دیکھا ہم نے دونوں کو دیکھا ہے ذرا غور سے دونوں کو دیکھو۔ جسکی ایک آنکھ ہو تو وہ کہے کہ تمام انسانوں کی ایک آنکھ ہے کیوں کہ میری آنکھ جو ایک ہے تو یہ اسکا اپنا قصور ہے یا عیب ہے۔ ذرا آپ ایک آنکھ سے نہ دیکھیں بلکہ دونوں آنکھوں سے دیکھیں۔ صوم وصال شاہد ہے نورانیت کا۔ حتیٰ کہ اکیس دن تک بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نہ کھایا ہے نہ پیا۔ یہ نہ کھانا نورانیت کی دلیل ہے اور کبھی کبھی کھانا بشریت کی دلیل ہے۔ جب سرکار ﷺ نے صوم وصال رکھے تو صحابہ کرام نے بھی صوم وصال شروع کردیا تو تیسرے یوم تک یہ حالت تھی کہ مسجد کے دروازے پر گر پڑے چلنے کی طاقت نہ رہی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اتنی بے طاقتی ہوگئی ہے تو صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ جب ہم

نے آپ ﷺ کو صوم وصال رکھتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی شروع کر دیے تو آپ ﷺ نے فرمایا

اَیُّکُم مِثلِی اَبِیتُ عِندَ رَبِّی وَھُوَ یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی

ترجمہ☆ تم میں کون میری مثل ہے میں تو رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

شبہ

☆ یہ کیسا روزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو کھلاتا بھی ہے اور پلاتا ہے لہذا ہم بھی روزہ رکھ کر کھانا شروع کر دیں اور کہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے حالانکہ ایسا کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے تو یہ کیسا روزہ ہے کہ کھاتے پیتے بھی تھے اور صوم وصال بھی تھا۔

شبہ کا ازالہ

☆ وَھُوَ یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی کا یہ مطلب نہیں کہ جسمانی غذا روٹی پانی وغیرہ استعمال فرماتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مزہ لیتے تھے جو جسمانی غذا سے متعلق نہ تھا۔ فساد روزہ جسمانی غذا سے ہوتا ہے۔ اکل وشرب جسمانی غذا سے ہے اور آپ ﷺ ہم جیسے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی بشریت نہایت لطیف بشریت ہے بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی لکھا ہے کہ انبیاء کی بشریت روح کا حکم رکھتی ہے اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الاَرضِ اَن تَاکُلَ اَجسَادَ الاَنبِیَاءِ

☆ اسیطرح آپ ﷺ کا خون نکلنا بشریت کی دلیل ہے اور شق صدر کے موقع پر خون کا نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ آپ ﷺ کا خون مقدس اسلئے نکلا کہ شہداء کا خون اسکے دامن میں آ جائے اسطرح واقعی بیمار ہوئے اور بیمار ہونا بشریت کی دلیل ہے لیکن ذرا مسلم شریف اٹھا کر دیکھئے کہ اسماء ؓ کے پاس جبہ مبارک تھا جس رات سے مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔ اسیطرح آپ ﷺ کا لعاب مبارک بھی ذریعہ شفا تھا اگر اسکے بارے میں تمام احادیث بیان کی جائیں تو عمر کم ہے بیان نہ ہو سکیں گی اسلئے خصائص کبریٰ کا مطالعہ کافی ہے جسکے پڑھنے سے پوری تشفی ہو جاتی ہے بلکہ میں تو یوں عرض کروں گا کہ اگر سرکار ﷺ بیمار نہ ہوتے تو ہماری بیماریاں ضائع ہو جاتیں حالانکہ ایک چھوٹی سی بیماری کے بدلہ میں دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

☆ حضرات محترم! آپ ﷺ جیسے دن میں دیکھتے تھے ویسے ہی رات کو بھی دیکھتے تھے اندھیرا اور اجالا آپ ﷺ کیلئے برابر تھا۔ اور آپ ﷺ آگے پیچھے برابر دیکھتے تھے۔ حضور دنیا میں رہ کر عالم برزخ، فوق سما کو برابر دیکھتے تھے اور جنت اور دوزخ کا مشاہدہ بھی فرماتے تھے۔ اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا

وَاِنِّی لَاَنظُرُ اِلٰی حَوضِی الاٰنَ (بخاری جلد ۲ ص ۵۸۵)

☆ اسی طرح آقاو جہاں ﷺ دوقبروں سے گذرے اور فرمایا کہ ان دوقبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور ان سے عذاب کم کرنے کیلئے کھجور کی دو ٹہنیوں کو توڑ کر قبر پر رکھا اور اس عمل سے بتادیا کہ قبر والوں کا حال میری نگاہ سے پوشیدہ نہیں اور ان سے عذاب دفع کرنے کی دوا بھی جانتا ہوں۔ ان کا مددگار بھی ہوں دوا بھی ہوں اور مشکل کشا بھی ہوں۔

☆ حضرات محترم! ان امور سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ لیکن ایک آنکھ بند کر کے صرف بشریت کا اعلان کرنا اور نورانیت سے روکنا نہایت جہل نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم حضور ﷺ کی بے عیب بشریت کو مانتے ہیں اور نور بھی مانتے ہیں اور اس پر اجماع امت ہے کہ ہمارے آقا ﷺ واقعی نور ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

17-اجتماع یوم رضا سے خطاب

☆ حضرات محترم! حضرات علمائے کرام و مشائخ عظام اور عزیز سامعین! یہ مبارک اجتماع مرکزی مجلس رضا کے زیر اہتمام حضرت فاضل بریلوی ﷺ کی یاد میں منعقد ہوا ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت کے مسلک کے بارے میں نہایت مختصر وقت میں چند گذارشات پیش کروں گا۔ اعلیٰ حضرت کی مقدس شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ دنیائے علم کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کے علمی و تحقیقی مقام کو تسلیم کیا۔

☆ آپ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ کفر کا فتویٰ لگانے میں جلد باز تھے لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ نے کسی ایسی بات پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جس پر کہ ان کے مخالفین اور معترضین کفر کا فتویٰ نہ دے چکے ہوں۔ ”اشد العذاب“ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی در بھنگی کا ایک رسالہ ہے۔ انہوں نے اس میں اعتراف کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے جن باتوں پر کفر کا فتویٰ دیا اگر وہ کفر کا فتویٰ نہ دیتے تو خود کافر ہو جاتے۔

☆ خدا کی قسم! اعلیٰ حضرت جیسا محقق اور محتاط عالم میری نظر سے نہیں گذرا۔ انکی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ امام الطائفہ کی کفریہ عبارات پر قطعاً یقیناً بوجوہ کفر لازم لکھ کر بھی اکفار سے کف لسان فرمایا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کا مفہوم

☆ اعلیٰ حضرت نے ”وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى“ کا ترجمہ اور پایا تمہیں خود رفتہ محبت میں تو اپنی طرف راہ دی کیا۔ اعلیٰ حضرت نے ”ضال“ کا ترجمہ ”خود رفتہ“ اور اپنی محبت میں گم پایا فرمایا۔ بعض دوسرے لوگوں نے اس کا ترجمہ ”آپ کو گمراہ

پایا" کیا۔ (استغفر اللہ) آپ نے وہ الفاظ اختیار نہیں فرمائے کہ کہیں کوئی گمراہی اور بے راہ روی کا شکار نہ ہو جائے اسلئے اعلیٰ حضرت! امت محمدیہ کے بڑے محسن ہیں۔

☆ مجھے کسی بھائی نے کہا کہ کسی نے محبت دیکھنی ہے تو بریلی چلا جائے اور کسی نے اتباع دیکھنی ہے تو دیوبند چلا جائے۔ میں نے کہا بھئی! تو نے محبت اور اتباع کو الگ الگ کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! محبت اتباع سے اور اتباع محبت سے الگ نہیں ہو سکتی۔

☆ قرآن مجید میں رب تعالیٰ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (س آل عمران آیت ۳۱)

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میرے محبوب! آپ ﷺ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ "اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ" اگر تم! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو "فَاتَّبِعُوْنِیْ" میری اتباع کرو۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ "یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور پھر کیا کریگا وہ تمہارے گناہ بخش دیگا۔ "وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اور اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مخاطب تو حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کے مخاطب! کیا اہل ایمان ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہود نصاریٰ ہیں جن کا دعویٰ تھا۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ آیت ۱۸)

☆ جو خدا کی محبت کے دعویدار تھے اور حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تھے اور حضور تاجدار مدنی ﷺ کی اتباع سے گریزاں تھے۔ یہ آیت کفار کیلئے نازل ہوئی۔ اس کے مخاطب کفار ہیں اور آج اہل سنت پر چسپاں کی جارہی ہے۔ کیا تماشا ہے؟ اس کا فیصلہ حضرت عبداللہ بن عمر پہلے ہی فرما گئے ہیں۔ بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۲۴ مطبوعہ اصح المطابع

كَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ لِاَنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیٰتٍ نَزَلَتْ فِی الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ☆ حضرت ابن عمر خوارج کو بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں ان کو انہوں نے مومنوں پر چسپاں کر دیا ہے۔ (بخاری شریف ج ثانی ص ۱۰۲۴ مطبوعہ اصح المطابع)

☆ یہی حال مِن دونِ اللّٰہ کی تمام آیات کا ہے جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں لیکن افسوس آج وہ تمام آیات اہل ایمان پر حضرت داتا صاحب، خواجہ معین الدین اجمیری اور حضور غوث پاک کے ماننے والوں پر چسپاں کی جارہی ہیں۔ "مِن دونِ اللّٰہ" سے مراد تمام اصنام کے پوجاری تھے۔ کیا کوئی مسلمان لات، مناۃ، ہبل، یعوق ونسر اور نائلہ کا پوجاری تھا؟ ہرگز نہیں، نہ تھا اور نہ اب ہے۔۔۔۔۔ اور پھر آپ سے پوچھتا ہوں کیا صرف "مِن دونِ اللّٰہ" کی آیات ہی قرآن کا حصہ ہیں باذن اللہ کی بات قرآن کا حصہ نہیں ہیں؟ "مِن دونِ اللّٰہ" کا معنی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو اللہ تعالیٰ کا حکم اور

ارادہ نہ ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ ہمارا ایمان ہے جب اللہ تعالیٰ کی مشیت' حکم' اذن اور ارادہ شامل حال ہو جائے تو وہ (داتا صاحب' معین الدین اجمیری اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ مقرب ولی' غوث' قطب' ہمیں فائدہ دیتا ہے)۔ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ' اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ ہمارا ''من دون الله '' کی آیات پر یقین ہے اور باذن اللہ کی آیات پر بھی یقین ہے۔ ہم ان میں سے نہیں ہیں کہ '' اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ '' کہ بعض آیات پر ایمان لائیں اور بعض کیساتھ کفر کریں۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم سارے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ سارا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

شبہ اور اس کا ازالہ

☆ اب اگر کوئی کہے کہ یہود ونصاریٰ تو حضور ﷺ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ ہم تو حضور ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور آپ ﷺ کی اداؤں کو بھی اپنایا ہوا ہے۔ ہماری نمازیں' روزے' داڑھیاں' جُبے' تقاریر و تصانیف' واعظ و نصائح اور فتاوے دیکھیں کیا یہ اتباع رسول کے باہر ہیں؟

☆ اس سلسلہ میں' میں آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتا دوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

ترجمہ ☆ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو تم میری اتباع کرو۔

☆ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ یہ جملہ شرطیہ ہے ''فَاتَّبِعُوْنِيْ '' یہ جملہ جزائیہ ہے گویا اتباع شرط محبت کی جزا ہے۔ جب شرط نہ ہو تو جزا کہاں سے آئے گی تو پتہ چلا جب تک محبت نہ ہو اتباع ہو ہی نہیں سکتی۔

شبہ

☆ آپ کہیں گے یہاں تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی بات کی جارہی ہے رسول ﷺ کی محبت کی بات نہیں ہے۔

ازالہ

☆ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو رسول ﷺ کی محبت سے الگ کر کے دکھا دو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو رسول ﷺ کے کلام سے الگ کر کے دکھا دو۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن یہ قول ہے رسول کریم کا ''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ '' کلام میرا ہے۔ مگر جب تک میرا رسول ﷺ نہ کہتا تو تمہیں کیا پتہ چلتا کہ میرا کلام ہے؟

☆ محبت کا مرکز حسن ہے اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار کائنات کو اپنے حسن کا آئینہ بنایا اور ہر ذرے میں اسی کا حسن چمک رہا

ہے۔ امنا وصدقنا لیکن وہ تمام حسن الوہیت کے پھیلے ہوئے جلوؤں کے اجزاء ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر ذرے کو اپنی ہستی کی نشانی قرار دیا اور فرمایا

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ☆ عنقریب ہم انہیں (اپنی) قدرت کی نشانیاں (عالم کے) اطراف میں اور انکے نفسوں میں دکھائیں گے۔

☆ جب یہ دلیلیں موجود ہیں کہ

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لاشریک لہ گوید

☆ گھاس کا ایک تنکا بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل ہے۔ مگر یہ سب دلیلیں خاموش ہیں۔ ان میں کوئی دلیل نہیں بولی کہ میں پیدا کرنیوالے معبود کی ہستی کی دلیل ہوں۔ آفتاب و مہتاب شجر و حجر سب خاموش رہے کسی نے معبود حقیقی کی خبر نہیں دی لیکن ایک دلیل ایسی تھی کہ جسکے دامن میں آ کر خاموش دلیل بھی ناطق ہوگئی۔ مٹھی میں پتھر کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ ڈوبا سورج واپس آ رہا ہے۔ اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو رہا ہے۔ یہ وہ ذات مقدس ہے جس کیلئے تمام جہان انسانیت کے حسن کو سمیٹا اور اس ذات مقدس میں رکھ دیا اور دنیائے نبوت کے حسن کو سمیٹا تو رخسار مصطفیٰ ﷺ میں رکھ دیا اور پھر کیا کہوں؟

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

☆ نتیجہ کیا ہوا؟ زبان رسالت ﷺ نے فرمایا

اَنَا مِرْاٰةُ جَمَالِ الْحَقِّ

ترجمہ☆ میں حق کے جمال کا آئینہ ہوں۔

☆ اگر تم نے خدا کے حسن کو چمکتا ہوا دیکھنا ہے۔ تو جمال مصطفیٰ دیکھ لو۔ محبت کا مرکز' حسن ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات مرکز حسن الوہیت ہے "اَنَا مِرْاٰةُ جَمَالِ الْحَقِّ" میں تو جمال حق کا آئینہ ہوں۔ جب محبت کا مرکز حسن ہے اور خدا کے حسن کی جلوہ گاہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہے تو محبت' اسی مرکز حسن کیطرف جائیگی اور جب تک محبت وہاں نہ جائے۔ محبت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اب بتایئے رسول ﷺ کی محبت' خدا کی محبت سے کیسے جدا ہو سکتی ہے؟ اسیطرح خدا کا علم' خدا کی قدرت' خدا کا اختیار' خدا کی سمع' خدا کی بصر' خدا کا کلام' خدا کی حیات' خدا کی رحمت' یہ کیا ہیں؟ یہ خدا کی صفات کے حسن ہیں۔ جو حضور ﷺ کے اندر چمک رہے ہیں۔ رحمت خدا کی ہے مگر اسکا ظہور حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ہو رہا ہے۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ

كُلَّ شَیْءٍ اورومَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ معلوم ہوا کہ خدا کے حسن کی جلوہ گاہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ ہے۔ لہٰذا جب تک حضور ﷺ کی محبت نہ ہو۔ خدا کی محبت ہو ہی نہیں سکتی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ عزوجل یوں فرماتا "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوا اللّٰہَ" اتباع تو نقش قدم کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نقش قدم سے پاک ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تمہارے سامنے میرا کھانا' میرا پینا' میرا سونا' میرا بیٹھنا' میرا چلنا' میرا پھرنا' ممکن نہیں کیوں؟ میں ان صفات سے پاک ہوں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اب جیسے میرا محبوب کھائے' پیئے' سوئے' اٹھے' ویسے تم کھاؤ' پیو' سوؤ اور اٹھو۔ آپ ﷺ کی اداؤں کے سانچوں میں ڈھل جاؤ۔ میرا محبوب ﷺ جو کچھ کرے گا وہ میرے حکم کی تعمیل ہوگی۔ جس نے میرے محبوب ﷺ کی اتباع کر لی۔ اس نے میری اطاعت کر لی۔ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" لہٰذا خدا کی محبت رسول ﷺ کی محبت ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے تو بغیر محبت کے اتباع نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبت شرط ہے اور اتباع جزا ہے۔ شرط کے بغیر جزا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جب تک محبت نہ ہو اتباع ہو ہی نہیں سکتی۔

شبہ

☆ ٹھیک ہے کہ محبت کے بغیر اتباع نہیں ہو سکتی لیکن وہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں محبت ہے اور آپ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں محبت ہے کس کی بات مانیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ محبت کا دعویٰ بے معنی چیز ہے جب تک اسکی نشانی نہ پائی جائے اور اسکی بیشمار نشانیاں ہیں اور جب تک اسکے وجود پر کوئی جامع نشانی اور ثبوت نہ ہو بات سمجھ نہیں آئیگی؟ اسکا جواب صرف ایک جامع حدیث مبارک سے پیش کرتا ہوں یہ حدیث مبارکہ صحاح ستہ کی کتاب سنن ابوداؤد میں ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ

ترجمہ☆ حضور ﷺ نے فرمایا تیری محبت تجھے تیرے محبوب کا عیب دیکھنے سے اندھا اور عیب سننے سے بہرا کر دے گی۔

☆ یہ تو اس وقت ہے جب کہ واقعی محبوب میں کوئی عیب ہو اور جہاں عیب ہی نہ ہو۔

☆ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کو محمد ﷺ بنایا جیسا بنایا ویسا بتایا اور ویسا دکھایا۔ سرکار کا نام احمد بھی ہے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سو سے زیادہ نام لکھے ہیں۔ حضور ﷺ کا ہر نام ایک صفت پر دلالت کرتا ہے۔ ہر نام ایک کمال پر دلالت کرتا ہے اور جتنے کمالات زیادہ ہوتے ہیں اتنے ہی اسماء زیادہ ہوتے ہیں "وَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی" ناموں کے زیادہ ہونے سے نام والا زیادہ نہیں ہو جاتا ایک ہی رہتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے

☆ حضور ﷺ نے فرمایا

عن جبیر بن مطعم قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِیْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ وَ قَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ رَءُ وْفًا رَّحِیْمًا (جامع الاصول جلد ۱۱ص ۲۱۵)

☆ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی کتاب مواہب اللدنیہ میں ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنَا اَحْمَدُ فِی السَّمَاءِ وَمُحَمَّدٌ فِی الْاَرْضِ

ترجمہ ☆ میں آسمانوں میں احمد ہوں اور زمینوں میں محمد ہوں۔

☆ کیا مطلب؟ آسمانوں میں زیادہ مشہور نام احمد اور زمینوں میں زیادہ مشہور نام محمد ہے اور قرآن میں حضور ﷺ کا نام احمد آیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ

شبہ

☆ بشارت دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آنیوالے کے حق میں تصدیق کی راہیں کھل جائیں اور لوگ آسانی سے تصدیق کرسکیں۔ اگر بشارت لفظ محمد کیساتھ ہوتی تو تصدیق کی راہیں بالکل کشادہ ہوجاتیں کیونکہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ" مگر عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ احمد کیساتھ بشارت دی ہے۔ اسمیں ابہام پیدا ہوگیا۔ اسلیے کہ ایک شخص غلام احمد قادیان میں پیدا ہوا اس نے کہا میں احمد ہوں جسکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

شبہ کا ازالہ

☆ جواب حدیث میں آ گیا مگر تھوڑا سا اور بھی واضح کردوں۔ ایک قاعدہ ہے کہ ہر متکلم کا کلام متکلم کی خصوصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ خدا کی شان یہ ہے کہ "لیس کمثلہ شیء" جب خدا کی شان بے مثل ہے تو اس کا کلام بھی بے مثل ہے۔

☆ "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ تعالیٰ کی بے مثلی کا آئینہ دار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام متکلم ہیں "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ" یہ آیت تو قرآن کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے تو انکی بشارت کی حکایت فرمائی ہے۔ بشارت دینے والا اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے لفظ سے بشارت دی اور بشارت میں وہ کلام کیا جو انکی خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ انکی خصوصیات کیا ہیں؟ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ بواسطہ نفخ جبریل سے آسمانی الاصل ہیں کیونکہ نفخ جبریل سے آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں آئے اور جو جہاں کا ہوتا ہے وہ وہاں کی بولی بولتا ہے۔

پنجاب کا رہنے والا پنجابی' سندھ کا رہنے والا سندھی اور عرب کا رہائشی عربی اور آسمان کا رہائشی آسمانی ہوتا ہے۔ اسلئے سرکار ﷺ نے فرمایا

اَنَا اَحْمَدُ فِی السَّمَاءِ وَمُحَمَّدٌ فِی الْاَرْضِ

ترجمہ ☆ یعنی آسمانوں میں احمد کے نام سے مشہور ہوں اور زمین میں میرا نام محمد ہے۔

☆ احمد اور محمد دونوں حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ ح' م' د' حمد کا مادہ ہے۔ جب ال لگا دیا تو الحمد مصدر ہو گیا اور جب اسکو مزید کیا تو التحمید ہو گیا تو معنی میں زیادتی ہو جاتی ہے جب مجرد' مزید ہو جائے کیا مطلب؟ مقصد یہ ہے کہ زیادتی الفاظ معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ تو جب معنی کو بڑھانا ہو تو لفظوں کو بڑھاتے ہیں لہذا احمد سے تحمید اور تحمید سے محمد بنا۔ الحمد سے محمود مشتق ہوا اور التحمید سے محمد مشتق ہوا۔

شبہ

☆ حضرت حسان بن ثابت کے کلام میں ایک مصرعہ بھی آیا ہے کہ

وَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

☆ عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ محمود کا معنی ہے حمد کیا ہوا اور محمد کا معنی ہے بار بار اور بے شمار حمد کیا ہوا۔

☆ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کروڑوں انسان چوبیس گھنٹوں میں کتنی دفعہ الحمد پڑھتے ہیں اور خدا کی کتنی دفعہ حمد ہوتی ہے اور پھر انسان کیا؟

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

ترجمہ ☆ تمام کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ ﷻ کی تعریف کرتا ہے۔

☆ گویا بار بار اور بے شمار حمد تو اللہ ﷻ کی ہوتی ہے مگر محمد اللہ ﷻ کا نام نہیں ہے کیوں؟ اصل بات کیا ہے؟ ہمارا اہل سنت کا مسلک اور جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول فعل تقریر حدیث ہے۔ صحابی کا قول فعل تقریر حدیث ہے اور تابعی کا قول فعل تقریر حدیث ہے اور حضور ﷺ کی حدیث' حدیث مرفوع ہے صحابی کی حدیث' حدیث موقوف ہے اور تابعی کی حدیث' حدیث مقطوع ہے۔ بخاری جلد ثانی میں امام بخاری نے "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ" کی تفسیر میں ابو العالیہ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں

صَلٰوۃُ اللّٰہِ ثَنَائُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَالْمَلٰٓئِکَۃِ

☆ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے نزدیک اپنے محبوب ﷺ کی تعریف کرتا رہتا ہے "یصلون" مضارع ہے اور مضارع میں استمرار ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ صلوۃ کب سے فرما رہا ہے اور کب تک فرماتا رہے گا؟ خدا کی ثنا اپنے نبی پر مستمر ہے۔ دائم ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ثناء کر رہا ہے اور یہ ثنا کرتا رہے گا اور ثنا کے معنی ہیں کسی کی خوبی بیان کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کی خوبیاں ختم ہوں تو ان کا بیان بھی ختم ہو۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

☆ ہم لفظ محمد کے معنی اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ محمد کے معنی بہت ہی تعریف کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی تعریف کیا ہوا ہے۔ مانا باعتبار معنوی اللہ تعالیٰ محمد ہے مگر محمد اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے۔ یہ نام فقط حضور سید عالم ﷺ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام محمد کیوں رکھا؟ وجہ یہ ہے کہ ساری کائنات خدا کی حمد کرتی ہے اور خدا خود اپنے مصطفیٰ ﷺ کی حمد کرتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی حمد کرتا ہے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

☆ مگر وہ تمام ذرات محدود اور متناہی ہیں اور خدا کی تعریف لامتناہی ہے اور تعریف خوبی اور حسن کی ہوتی ہے۔ اور جہاں عیب آئے گا وہاں تعریف رک جائیگی۔ معلوم ہوا عیب آتا ہی نہیں تو تعریف کیسے ختم ہو؟ اور جو بندہ ان میں عیب تلاش کرے تو محبت کی آنکھ کہاں سے آئیگی اور اتباع کا بنیادی نقطہ محبت ہے اور محبت کا بنیادی نقطہ "حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ" محب کو محبوب کا عیب نظر نہیں آتا اور نہ وہ محبوب کا عیب سن سکتا ہے۔ یہ تو وہاں ہے جہاں عیب ہو اور جہاں عیب ہے ہی نہیں وہاں کسی کو عیب نظر آئے تو وہ محبت کی آنکھ کیسے ہوئی؟ کسی نے حضور ﷺ کی پانچ غلطیاں نکالیں (نعوذ باللہ) کسی نے قرآن کریم سے بائیس غلطیاں نکالیں۔ کاش اتنا وقت ہوتا تو میں آیات پڑھ کر بتاتا کہ جن جن آیتوں کو تو نے رسول ﷺ کی غلطی کی دلیل بتایا ہے اس ایک ایک آیت کو جمال مصطفیٰ ﷺ اور کمال محمدی ﷺ کی دلیل ثابت کرتا۔ ایک ایک آیت ایک ایک تقریر کا موضوع ہے۔

"عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ۔ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ، عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ"

☆ ان تمام آیات کے اندر خدا نے اپنے محبوب ﷺ کے حسن محبوبیت کا جلوہ ظاہر کیا ہے۔

آنکھ والا ترے جلوے کا تماشا دیکھے

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

☆ جو قوم رسول ﷺ میں عیب نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ انکو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں جنکا نام محمد یا علی ہے انکو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ "ساڑھے تیرہ سو سال نے یہ بات ثابت کردی کہ رسول ﷺ کا دجال کے بارے میں اندیشہ صحیح نہیں تھا اور رسول اسمیں شک وشبہ میں رہے" میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ وحی کے سمجھنے میں اللہ ﷻ کی وحی کی مراد کو جاننے میں ساری عمر شبہ میں مبتلا رہے اور انکا اندیشہ ساری عمر بالکل صحیح نہ ہوا اور وہ شک وشبہ کا شکار رہے۔ کیا رسالت کیلئے یہ بات ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ کیا یہ محبت کی آنکھ ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

☆ پس پتہ چلا اتباع کا بنیادی نقطہ محبت ہے اور محبت کی دلیل محبوب کو بے عیب دیکھنا ہے اور میرے آقا ﷺ تو بے عیب ہیں اور جسکے محبوب میں عیب ہو اسکو عیب نظر نہیں آتا۔ کسی شخص کو ایک کبڑی عورت سے محبت ہوگئی لوگوں نے اسکو لعن طعن کی کہ تیرے ذوق سلیم پر افسوس ہے کہ تو نے ایک کبڑی عورت کو اپنی محبت کا مرکز بنایا ہے اب وہ بیچارہ محبت میں تو مبتلا تھا کیا کرتا؟ اسنے موٹے موٹے پھولوں کے ہار لا کر اپنی محبوبہ کے گلے میں ڈال دیئے اور طعنہ زن لوگوں کو بلایا اور کہنے لگا دیکھو

نازک کمر لچک گئی پھولوں کے ہار سے

سینہ پسینہ ہوگیا گجروں کے بار سے

☆ یعنی میری محبوبہ اتنی نازک ہے کہ پھولوں کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی محبت والوں کو تو عیب میں بھی حسن نظر آتا ہے۔ اور جنکی آنکھوں کو حسن میں بھی عیب نظر آئے وہ محبت کی آنکھ کیسی ہوئی؟ اور میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اتباع بغیر حب کے نہیں ہوسکتی اور حب پہلی نشانی ہے کہ اسے حضور ﷺ کی ذات میں کوئی غلطی نظر نہ آئے اور حضور ﷺ کے کسی کمال کا انکاری نہ ہو اور کسی غلطی کو حضور ﷺ کیطرف منسوب کرنیوالا نہ ہو تو کیا وہ حضور ﷺ کا محب ہوسکتا ہے کہ جس کی نگاہیں بہر وقت حضور ﷺ میں عیب تلاش کر رہی ہوں کہ کسیطرح حضور ﷺ کی لاعلمی ثابت ہو جائے اور کسی بات میں کوئی اجتہادی غلطی نکل آئے۔ تو ایسی عیب جو نگاہیں صدیق کی نہیں ہوسکتیں ایسی نگاہ تو ابوجہل کی ہوسکتی ہے۔ بلبل کی نگاہیں تو پھول کی تلاش میں ہوتی ہیں اور کرگس مردار کی تلاش میں ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے دشمن عیب کا مردار تلاش کر رہے ہیں اور حضور ﷺ کے محبین، چمنستان رسالت کی بلبلیں ہیں وہ حضور ﷺ کے حسن وجمال کے پھول تلاش کر رہے ہیں۔ عام اصول ہے اور محبت کی کھلی نشانی بھی یہ ہے کہ جب محبوب ﷺ کا نام آئے، تو اسکی عظمت ووقار کے آگے گردنیں جھک جائیں اور چہرے ہشاش بشاش نظر آئیں اور بے اختیار انکی زبان سے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کا نعرہ نکلے اور جب آپ ﷺ کا نام آئے تو بے اختیار انگوٹھے آنکھوں تک اٹھ جائیں اور بے اختیار فرط محبت میں حضور ﷺ کا نام چوم لیں اور فرط محبت میں حضور ﷺ کا نام چومنا، جھومنا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کانعرہ بلند کرنا اور تمہارے چہروں کا ہشاس بشاش ہو جانا یہ محبت کی علامت ہیں مگر وہ چہرے کہ حضور ﷺ کی عظمت کا ذکر سنتے ہی مرجھا جائیں اور چہروں پر سیاہی چھا جائے تو ایسے چہرے محبت والے نہیں ہو سکتے۔

☆ اللہ تعالیٰ تمام حاضرین پر خاص رحمتیں نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو محفوظ رکھے اور ہمیں نظام مصطفیٰ کے جلوے دکھائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

18-سائنس اور اسلام

(۲۲ ربیع الثانی بمقام چاہ بوہڑ والا)

☆ عزیزان گرامی! ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خالق کائنات ہے وہی مستعان حقیقی ہے وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور وہی قادر مطلق ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

☆ وہی فیاض مطلق ہے۔ کائنات پر جو فیض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ فیض کا مبداء اور منتہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں۔ اسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمۃ

☆ البتہ اس ذات نے اپنے فیض و تصرفات کو نافذ فرمانے کیلئے کچھ وسائل و ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ خدا عاجز ہے (معاذ اللہ) بلکہ ہم فیض لینے میں بغیر وسیلہ کے عاجز ہیں۔ جیسے زمین پر پانی نہ آئے تو اناج نہ ہوگا۔ حالانکہ غلہ اگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر اس پر پانی' بیج اور زمین کی تیاری کو سبب بنا دیا۔ کیا اللہ تعالیٰ ان اسباب کا محتاج ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے مگر حکمت کو پورا کرنے کیلئے پانی کو غلہ اگانے کا سبب بنا دیا اسطرح مارنیوالا وہی ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (النحل)

ترجمہ ☆ ملائکہ مارتے ہیں۔

☆ کیا اللہ تعالیٰ روح نکالنے میں محتاج ہے؟ (معاذ اللہ) بلکہ حکیم ہو کر حکمت کو پورا کرتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم

حکمت کو جان لیں۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں۔

☆ لہذا خدا پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئے اسے اللہ عزوجل کی طرف سپرد کردے یہ مطلب نہیں کہ جو سمجھ آئے اسے مان لیں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے چھوڑ دیں تو یہ نفس کی خواہش اور پیروی ہوگی اور "ان یتبع الا الظن" میں داخل ہوگی۔ لہذا جو بات سمجھ آئے یا نہ آئے اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ خدا اور رسول ﷺ کی بات حکمت سے خالی نہ ہوگی۔ اگر حواس غلط ہو جائیں تو انسان غلطی کھا جائیگا مثلاً بھینگے کو ایک کی بجائے دو نظر آتے ہیں ایک مالک نے اسکو کہا کہ فلاں کمرہ میں میز کے اوپر ایک شیشہ رکھا ہے لے آ جب وہ کمرہ میں گیا تو اسے دو شیشے نظر آئے پھر وہ تہی دست مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کونسا شیشہ لاؤں تو مالک نے کہا کہ شیشہ تو ایک رکھا ہے مگر غلام نہ مانا تو مالک نے کہا کہ ایک شیشہ کو توڑ دو اور دوسرا شیشہ میرے پاس لاؤ تو چنانچہ وہ گیا اور شیشے کو توڑ دیا تو دوسرا شیشہ غائب کیونکہ دراصل شیشہ تو وہی ایک تھا۔ مگر اس کے حواس غلط تھے۔ اسلئے غلطی کا مرتکب ہو گیا اسیطرح دیکھنے والا تو کہتا ہے کہ میں سچا ہوں مگر رکھنے والا جانتا ہے کہ ایک ہے یا دو۔ وہی اللہ ہر حکمت کو جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے بندے بھی جانتے ہیں۔

☆ آج دنیا میں یہ شور مچا ہوا ہے کہ سائنس مذہب پر چھا گئی ہے مگر میں یہ کہوں گا کہ سائنس حواس کی دنیا ہے اور مذہب حواس سے بالاتر ہے۔ مثلاً کوئی شخص فوت ہو گیا تو اس کو کسی نے جلا دیا کسی نے کھڑا کر دیا کسی نے قبر میں دفن کر کے لٹا دیا یہ سب تمہارے حواس کی دنیا تھی۔ اب بتاؤ کہ مردے کو جلایا' کھڑا کیا یا لٹایا۔ اب اس کے بعد اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ مذہب کی دنیا ہے جہاں حواس ختم ہو گئے۔ وہاں مذہب کی ابتدا ہے۔

☆ تو آقا ﷺ نے فرمایا

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (شرح الصدور ص ۶۷)

ترجمہ☆ یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کی خندقوں میں سے ایک خندق ہے۔

☆ مطلب یہ ہوا کہ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو جنت میں ہے ورنہ جہنم میں اگرچہ قبر کو بہترین بنایا گیا ہو۔ زیب وزینت کی گئی ہو پھول برسائے گئے ہوں مگر وہ دوزخ میں ہے۔ سائنس کی سمت اور ہے اسلام کی اور۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص مشرق کی جانب جا رہا ہے تو دوسرا شخص مغرب کی جانب۔ جہت مخالف سے ملاپ نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح اسلام کا عروج بلندی کیطرف ہے اور سائنس کا نزول پستی کیطرف ہے لہذا انکا ملاپ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ سائنس اسلام کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور اسیطرح اگر ہمارے حالات خراب ہو جائیں تو حواس بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر آج کسی تندرست آدمی کو میٹھی چیز کھلائیں تو وہ مٹھاس محسوس کریگا اور اگر وہ میٹھی چیز کسی صفراوی مریض کو دیں تو وہ کڑواہٹ محسوس کرے گا کیونکہ اب اس

کے حواس غلط ہو گئے ہیں۔ میٹھی چیز کا قصور نہیں ہے۔ اسیطرح جب عقل غلط ہو گئی تو ادراک میں ضرور غلطی پیدا ہو جائیگی۔ کسی کے نظریات کے اندر اختلاف کا ہونا دلیل ہے کہ اسکی عقل میں بھی اختلاف ہے جیسے میری آواز کا آپ تک نہ پہنچنا۔ لاؤڈ سپیکر کے خرابی کی دلیل ہے کیونکہ اگر لاوڈ سپیکر میں نقص نہ ہوتا تو آواز کی رسائی میں نقص نہ آتا۔

☆ اگر صداقت چاہتے ہو تو زبان رسالت ﷺ کی بات مانو خدا کی قسم آپ ﷺ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے آپ ﷺ وہ سنتے ہیں جو ہم نہیں سن سکتے اسلئے فرمایا

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ

ترجمہ☆ جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔

☆ اے عقل کے پیچھے دوڑنے والو! تم سوچتے ہو کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ایمان سے کہتا ہوں کہ ہم نے ہلاکت اور موت کی طرف قدم اٹھایا ہوا ہے۔ خدا ہمیں اس ترقی سے بچائے جس نے عین ہلاکت کے کنارہ پر کھڑا کر دیا ہے اسلام ہمیں حیات دیتا ہے اب اگر ہمارا رخ آقا کی طرف ہو گیا تو کامیابی ہے ورنہ خرابی ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے۔

وَمَآ اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (س الحشر آیت ۷)

ترجمہ☆ اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔

☆ اب جو کچھ ملے گا بارگاہ رسالت ﷺ سے ملے گا

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء آیت ۵۹)

ترجمہ☆ اطاعت کرو اللہ ﷻ کی اور اطاعت کرو رسول کی

☆ ہمیں کیا پتہ خدا کیسے راضی ہوتا ہے اور خدا کے راضی کرنے کا کیا ذریعہ ہے لہذا فرمایا میرے حبیب ﷺ کو خوش کرلو میں خوش ہو جاؤنگا آپ بیزار ہو جائیں تو بیزار ہوں۔ محبوب ناراض تو اللہ ﷻ ناراض ہوگا۔

☆ خدا نے ہمارا رخ آقا ﷺ کیطرف کر دیا ہے اور ہم آقا ﷺ کے محتاج ہیں ایسے ہی جیسے زمین میں غلہ اگانے کیلئے پانی وسیلہ ہے سننے کیلئے کان وسیلہ ہیں دیکھنے کیلئے آنکھیں وسیلہ ہیں اور سوچنے کیلئے دماغ وسیلہ ہے۔ ایسے ہی میں نے اپنی ساری رحمتوں کا وسیلہ اپنے محبوب اعظم ﷺ کو بنایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء)

☆ فرمایا رحیم بالذات میں ہوں لہذا فرمایا اے محبوب! تم مجھ سے لو اور یہ تم سے لیں۔

وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ

☆ کے یہی معنی ہیں۔ میں خدا وسیلے کا محتاج نہیں ہوں مگر جن کیلئے میں نے تمہیں وسیلہ بنایا ہے وہ وسیلہ کے محتاج ہیں۔ راحم اسم فاعل کا صیغہ ہے اور آقا ﷺ سارے جہان کیلئے راحم ہیں اور یہ حقانیت اسلام کی تلوار ہے اور یہ کلام الٰہی کا اعجاز ہے۔ جسنے تمام قوموں کو اسلام لانے پر مجبور کر دیا اور جو لوگ سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں انکا نظریہ آپ ﷺ کیساتھ صحیح نہیں ہو سکتا اور جن کا نظریہ خدا کے رسول کیساتھ صحیح نہیں ہو سکتا تو اللہ ﷻ کے ساتھ انکا نظریہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

وما علینا الا البلاغ

19-ثبوت اعراس

(۶ جمادی الاول)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ال عمران آیت ۱۶۴)

☆ حضرات محترم! بارگاہ پیران پیر ؓ کے عرس پر حضرت مخدوم صاحب کی محبت واصرار نے مجھے حاضر کیا میں چند مسائل شرعیہ جو اس محفل کے انعقاد کیساتھ وابستہ ہیں انکا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ لفظ عرس اس مبارک تقریب کو کہا جاتا ہے کہ جس دن کسی بزرگ کا یوم وصال ہو۔ اس دن اسکی روح کو ایصال ثواب کرنے اور انسے روحانی فیض پانے کا نام عرس ہے۔

شبہ

☆ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عرس حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں نہ تھے اور نہ ہی انکے بارے میں کوئی شرعی دلیل ہے لہذا ایسا کام جسکی اسلام میں کوئی اصل نہ ہو وہ ضلالت و گمراہی ہے۔

شبہ کا ازالہ

☆ میں عرض کروں گا جو کام حضور ﷺ نے نہ کیا ہو اسکو ضلالت و گمراہی قرار دینا غلط ہے اسکے بارے میں بخاری شریف کی دو حدیثیں پیش کرتا ہوں پہلی حدیث مبارکہ تو یہ ہے کہ جب سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد شروع ہوا تو صحابہ خصوصاً وہ جنکے سینوں میں قرآن مجید کی امانت رکھی ہوئی تھی بکثرت شہید ہونے لگے اور وہ وقت تھا کہ کہیں قرآن پتھروں پر کہیں کھجوروں کے پتوں پر اور کہیں ہڈیوں پر لکھا ہوا تھا۔ تو سیدنا فاروق اعظم ؓ حضرت ابو بکر صدیق

ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ قاریان وحفاظ قرآن بکثرت شہید ہورہے ہیں کہیں کلام الٰہی ہم سے ضائع نہ ہوجائے لہذا قرآن کو یکجا جمع کیا جائے تو سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے فرمایا "کَیْفَ اَفْعَلُ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" یعنی میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے فرمایا اسمیں خیر کا پہلو ہے اور اسمیں ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے وہی جواب دیا۔ مراجعت کلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا "حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ عُمَرَ" حتی کہ جس امر کیلئے اللہ تعالیٰ نے عمر کا سینہ کھولا تھا اسی امر کیلئے میرا سینہ بھی کھول دیا کہ حضرت عمر فاروق ﷺ کا مشورہ بہت اچھا ہے اور واقعی اس کام میں بھلائی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے زید بن ثابت انصاری ﷺ جو کاتب وحی اور صاحب امانت ودیانت تھے کو بلایا اور وہی بات دھرائی جو حضرت عمر فاروق ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے عرض کی تھی اور ویسے ہی مراجعت کلام ہوئی اور زید بن ثابت انصاری ﷺ نے فرمایا "حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ" حضرت زید ﷺ نے فرمایا کہ "جس امر کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ وعمر فاروق ﷺ کا سینہ کھولا تھا اسی امر کیلئے میرا سینہ بھی کھول دیا اور میں نے جان لیا کہ قرآن ضرور جمع کیا جائے۔ اس میں خیر ہے۔

☆ اب سوچنے کی بات ہے کہ حدیث شریف قیامت تک آنیوالوں مسلمانوں کیلئے مشعل راہ اور راہ ہدایت ہے کہ جس کام کو حضور سید عالم ﷺ نے نہ کیا ہو اور اسکی ممانعت بھی نہ ہو اور اسمیں خیر اور بھلائی کا پہلو ہو تو وہ کام جائز ہے۔ اسیطرح ان اعراس کا اصل مقصد ایصال ثواب ہے اور یہ جائز ہے اور اسکی اصل بھی موجود ہے جیسا کہ حضرت سعد حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور میں انکی طرف سے کچھ صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اسکے نام سے کنواں لگا دیں جسکا ثواب اسی کو ملتا رہے گا اسکے علاوہ حضور ﷺ خود جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور فرمایا "تم بھی ایسا کیا کرو" معلوم ہوا کسی کی قبر پر جانا جائز ہے۔ جمع قرآن سے بھی معلوم ہوگیا کہ یہ بدعت (ضلالہ) نہیں ہے اگر یہ (قبر پہ جانا) بدعت ہے تو جمع قرآن بھی بدعت ہوگیا لیکن قرآن بدعت ہو نہیں ہوسکتا۔

☆ اگر آج ہم اس اصل مقصد کو فوت کردیں تو یہ ہماری غلطی ہے ہمیں چاہیے کہ اس غلطی کو دور کریں۔ آج تو ہماری نمازوں میں بھی اصل مقصد فوت ہوگیا ہے۔ اسطرح ہم حج، روزہ وزکوۃ میں بھی اصل مقصد سے دور ہوگئے ہیں۔ اس سے یہ نہ کہا جائے کہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کو چھوڑ دیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس غلطی کو دور کریں اور اصل مقصد کو حاصل کرنیکی کوشش کریں۔ اسیطرح یہ نہ کہا جائیگا کہ عرس کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا جائیگا کہ جو زیادتی خلاف شرع بات پائی جائے اسکو مٹانے کی کوشش کی جائے

نہ کہ اعراس سے روکا جائے جن حضرات قدسیہ کے ہم اعراس مناتے ہیں انکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

ترجمہ☆ کہ جس نے میرے ولیوں کے ساتھ دشمنی رکھی اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔

☆ جسکے ساتھ خدا جنگ کرے وہ کسی طرح نجات نہیں پا سکتا ولیوں سے بغض وحسد والا نجات سے محروم رہے گا۔

☆ رہا عرس کا مطلب! عرس ماخوذ ہے عروس سے حدیث میں ہے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب قبر میں صحیح جواب دیتا ہے تو حکم ہوتا ہے ''نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ'' نیند کر جیسے عروس نیند کرتی ہے اور عروس کا معنی خوشی بھی ہے اور خوشی محبوب کے ملنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جب موت کا فرشتہ محبوب کے وصال کی خوشخبری دیتا ہے تو مومن کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے۔ اور یہی اولیاء اللہ کی پاک زندگی ہے اسلئے حدیث میں عروس کا لفظ آیا کہ محبوب حقیقی کی ملاقات کا وقت آ گیا ہے۔ بعض لوگ حاضر ہوکر رضی اللہ عنہ کے ختم پڑھ کر پیش کرتے ہیں کوئی بکرا وغیرہ ہدیہ پیش کرتے ہیں بعض دیگر نذرانے پیش کرتے ہیں مگر جاتے وقت خالی ہاتھ نہیں جاتے لیکن یہ سب کچھ رضا پر موقوف ہے یہ عرس پاک مختصر تذکرہ تھا اب اگر کوئی عرس کو ناجائز کہے تو اپنے اکابر کو دیکھے شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے والد شاہ عبدالرحیم' حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ اور دیگر حضرات کا بھی یہی طرز عمل تھا۔ باقی رہا سرود وغیرہ تو یہ امر مختلف فیہ ہے لہذا اس سے آپ خاموش رہیں اور میں چونکہ صابری چشتی ہوں چند شرائط کیساتھ جائز قرار دیتا ہوں اگر کوئی تجاوز کرتا ہے تو اسکی اپنی کمی ہے ہم اللہ تعالیٰ والوں کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ والوں کو ماننا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے کبھی کسی مسلمان نے ابو جہل' ابولہب وغیرہ کا عرس نہیں کیا بلکہ غوث الاعظم ؓ کا عرس کیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

20-حقیقت شہادت

(۶ جمادی الثانی بمقام پپلاں والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان)

☆ حضرات محترم! شہادت کا لغوی معنی ہے ''الشھادة الحضور'' یعنی شہادت بمعنی حاضر ہونا اور فقط یہی معنی نہیں بلکہ ''مع المشاھدة اما بالبصر او بالبصیرة'' حاضر ہونا ساتھ مشاہدہ کے اور وہ مشاہدہ بصر کیساتھ ہو یا بصیرت کیساتھ۔ یہ اجمال ہے اب اسکی تفصیل عرض کرتا ہوں جو چیز دیکھنے سننے اور چھونے سے تعلق رکھتی ہے اسکے ساتھ حاضر ہونا یہ شہادت ہے۔ اگر فقط حاضر ہوا تو اسکو حضور کہیں گے' شہید نہیں کہیں گے۔ یا یوں سمجھئے کہ ایک شخص نیند میں ہے اور آپ اسے سوتے میں لائے اور واپس لے گئے تو یہ شہید نہ ہوگا وہ تو سویا ہوا تھا نہ سنتا تھا اور نہ دیکھتا تھا اور نہ ہاتھ سے چھو سکتا تھا اور شہادت ایسے مقام کا نام ہے

کہ جہاں سننا، دیکھنا اور چھونا پایا جائے۔ آپ جانتے ہیں "الشہادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ" حاضر ہونا ساتھ مشاہدہ کے اور وہ مشاہدہ بصر کیساتھ ہو یا بصیرت کیساتھ۔ جب تک مشاہدہ نہ ہو اسکی حاضری کا نام شہادت نہیں ہو سکتا اور مقتول فی سبیل اللہ کو شہید اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اور اسکو شہید کہا جاتا ہے۔ دنیا کے نزدیک شہید وہ ہے جو کفار کیساتھ جنگ کرتے کرتے مقتول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مرتبے کا ادراک اور مشاہدہ کرے۔ فقط جنگ میں قتل ہونے کا نام شہادت نہیں ہے مثلاً ایک شخص جنگ میں اس کوشش میں ہے کہ کسطرح میری جان بچ جائے اور وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں دینا چاہتا مگر کسی کافر کے وار سے قتل ہو جاتا ہے وہ لوگوں اور فقہا کے نزدیک تو شہید ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید نہیں ہے اور اسکے برعکس ایک اور شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے محبوب کی محبت میں اپنی جان دینا چاہتا ہے مگر موقع ہی نہیں ملا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے تو خدا کی قسم خواہ وہ بستر پر بھی فوت ہو جائے قیامت کے دن شہداء میں سے اٹھے گا۔

شبہ

☆ بعض لوگوں نے کہا کہ قتل تو شہید ہو رہا ہے اور اسکی تکلیف کا علم سرکار ﷺ کو کیسے ہو گیا کہ اسے چیونٹی کے بچہ کے کاٹنے سے بھی کم تکلیف ہو جبکہ وہ بے دردی کے ساتھ قتل ہو رہا ہے۔

شبہ کا ازالہ

☆ پہلی بات تو یہ ہے کہ سرکار ﷺ نے جو فرمادیا وہ حق ہے اس پر شک نہیں کرنا چاہیے اور دوسری بات یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ ہماری جانوں سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ اب میرے جسم کے اعضاء مجھ سے قریب ہیں آپ اگر میرے جسم کے کسی حصہ کو دبائیں مجھے خبر ہو جائیگی۔ اسیطرح قربان آقا ﷺ کے مقتول فی سبیل اللہ شہید ہوا اور علم آقا ﷺ کو ہے حق کہ اس تکلیف کا علم بھی آقا ﷺ کو ہو گیا۔ یہ ہے کہ اصل وجہ یہ شہادت کی روح محبت ہے۔ مثلاً آپ سے آپ کی بیوی یا بچے نے کہا کہ فلاں چیز خرید دو تو اگر آپ کو ان سے محبت ہے تو فوراً وہ چیز خرید کر دے دیں گے اگر محبت نہیں ہے تو جیب سے رقم نکالنا دشوار ہوگا۔ جب محبت کے بغیر رقم جیب سے نہیں نکلتی تو جان کیسے نکلتی ہے؟

شبہ

☆ آپ کہیں گے کہ جنگ وغیرہ میں ہزاروں جانیں نکلتی ہیں تو کیا سب جانیں اسی طرح مقتول فی سبیل اللہ ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ سب جانیں جو خدا اور رسول ﷺ کی محبت کے بغیر جاتی ہیں ویسے ہی جاتی ہیں انہیں ان شہدا کے

ساتھ کوئی نسبت نہیں یہ ایک شیوہ بربریت ہے اور یہ میرے موضوع سے بھی باہر ہے۔

☆ بہر کیف شہداء محبت میں جان دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جب تک خدا اور رسول ﷺ کی محبت نہ ہو جان نہیں دی جا سکتی ۔ کیونکہ جو مخمور ہوتا ہے اور شراب محمدی میں سرشار ہوتا ہے۔ محبوب کی مستی میں دیدار کی آرزو میں اور محبت کے نشہ میں چور ہوتا ہے اور انتہا میں پہنچ کر اپنے حال سے بے خبر ہو کر جان دے دیتا ہے اور یہ شہید ہوتا ہے اور اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب زلیخا کو زبان مصر نے تکلیف دی کہ تو مملوک پر مفتون ہو گئی ہے تو زلیخا نے تمام طعنہ زنوں کو جمع کیا اور انکے ایک ہاتھ میں چھری دیدی اور دوسرے ہاتھ میں ایک میوہ دے دیا اور کہا کہ یوسف علیہ السلام جس وقت سامنے آئیں تو اس وقت میوؤں کو کاٹنا تو جس وقت یوسف علیہ السلام سامنے آئے اور انکی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے رخ انور کے دیدار میں مصروف ہوئیں اور ادھر میوے کاٹے تو انکے ہاتھ کٹ گئے اور انہیں پتہ نہ چلا اور یہ نہ کہا کہ ہائے افسوس ہاتھ کٹ گئے بلکہ یہ کہا کہ

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

ترجمہ☆ پاکی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے یہ بشر نہیں یہ تو نہیں ہے مگر کوئی معزز فرشتہ۔ (س یوسف آیت ۳۱)

☆ یعنی یہ بشر ہی نہیں کوئی فرشتہ اتر کر آیا ہے۔ اب بتایئے کہ جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت اور انوار ہوں وہاں ہاتھ کٹ جانے کی خبر نہیں اور پھر جہاں محبت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے انوار ہوں وہاں جان کا پتہ کیسے چل سکتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا

اَلشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ مِنَ الْقَرْصَةِ

ترجمہ☆ طبرانی نے ابو قتادہ سے روایت کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ شہید موت کی تکلیف صرف اتنی پاتا ہے جتنی کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (شرح الصدور عربی ص ۱۴)

☆ آج اگر کوئی قرآن کی بات کا انکار کرے تو اسے کیا کہا جائے۔ تو اس سلسلہ میں میں اتنا عرض کروں گا کہ جب تم کسی ماہر جراح کے پاس جاتے ہو اور وہ تمہیں نشہ آور دوائی پلا کر بیہوش کر کے اپریشن کرتا ہے زخمی کرتا ہے اور پھر زخم سیتا ہے اور تمہیں درد کا احساس بھی نہیں ہوتا تو جہاں عشق کا نشہ چڑھ جائے تو اسکو اپنی جان کی تکلیف کیسے محسوس ہو؟ بخاری شریف ص ۵۶۸ جلد دوئم میں ہے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفار نے لوہے کے پنجرہ میں قید کر دیا۔ کھانے اور پینے کو بغیر شراب اور خنزیر کے نہ دیتے تھے۔ مگر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب اور خنزیر کیطرف ہاتھ نہ اٹھایا۔ کفار نے کہا تمہارے مذہب میں حالت

اضطرار میں خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے کیوں نہیں کھاتے تو آپ نے فرمایا اگر میں کھاؤں گا تو تم خوش ہو گے اور تم میرے محبوب ﷺ کے دشمن ہو میں اپنے محبوب ﷺ کے دشمنوں کو خوش نہیں دیکھ سکتا۔ حتی کہ جب قتل کیلئے لوہے کے پنجرہ سے باہر لائے گئے تو کفار نے پوچھا کوئی تمنا ہو تو ظاہر کرو۔ انہوں نے کہا مدت ہو گئی لوہے کے پنجرہ میں کھڑا ہوں ہلنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نماز نہیں پڑھ سکا۔ دو رکعت نماز پڑھنے دی جائے مورخین اور ارباب سیر نے آپ کی ایک اور خواہش کا اظہار کیا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ قتل کے وقت میرا چہرہ مدینہ کی طرف کر دینا۔ مگر کفار نے کہا ہم مدینے والے کی دشمنی میں تو قتل کر رہے ہیں ہم تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے البتہ دو رکعت نفل پڑھ سکتے ہو چنانچہ آپ نے دو رکعت نفل پڑھی اور قیام و رکوع اور سجدوں میں جلدی کی تو کسی نے پوچھا کہ ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ جی بھر کر قیام و رکوع و سجود کرو گے مگر آپ نے تو جلدی کی۔ کیوں؟ آپ نے فرمایا ہاں دل تو چاہتا تھا کہ لمبا قیام' رکوع و سجدہ کروں مگر اس خیال سے جلدی کی کہ کہیں تم لوگ یہ کہو کہ مصطفیٰ ﷺ کے غلام موت کے خوف سے نمازیں لمبی کر دیتے ہیں اور میں یہ داغ محبوب پر لگانا نہیں چاہتا تھا۔ اسلئے نماز میں جلدی کی ہے تو آپ نے اس وقت سات اشعار پڑھے اور شعراء سے پوچھیں! اشعار انتہائی سکون اور اطمینان کی حالت میں تیار ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا شہدا کو تلوار کے سامنے بھی اتنا سکون ہوتا ہے کہ اتنا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ ان سات اشعار میں سے دو اشعار بخاری شریف میں موجود ہیں۔ وہ یہ ہیں

فلست ابالی حین اقتل مسلما

علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء

یبارک فی اوصال شلو ممزع

ترجمہ☆ مجھے کوئی خوف نہیں جب کہ مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں۔ جس پہلو پر لٹا دیں' لٹا دیں میرا مقتول ہونا فی سبیل اللہ ہے اور کافرو! میرا منہ تو بدل سکتے ہو میرا دل نہیں بدل سکتے۔ دل مدینہ کی طرف ہو گا اور اگر میرا رب چاہے تو میرے جسم کے ذروں کو غبار بنا کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہنچا دے اسکے لئے کچھ محال نہیں۔

☆ بہر حال میں نے مختصراً شہید کے بارے میں بتا دیا۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

21-شہادت امام حسین

☆ اب شہادت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

☆ حضرات محترم! آپ جانتے ہیں کہ شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک شہادت سری اور دوسری شہادت جہری۔

☆ شہادت سری تو زہر سے ہے کہ خیبر میں زہر ملا گوشت پیش کیا گیا مع صحابہ آپ ﷺ نے تناول فرمایا لوگوں نے کہا آپ ﷺ کو علم نہ تھا۔ کیا خدا کو بھی علم نہ تھا۔ وحی کیوں نہ کردی کہ اسکو نہ کھایا جائے جو حکمت خدا کی تھی اسی حکمت کی بنا پر حضور سید عالم ﷺ نے کھایا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس حکمت کی بنا پر حضور سید عالم ﷺ نے زہر آلود گوشت کھایا تا کہ شہادت سری آپ ﷺ کے دامن میں آ جائے۔

☆ یہاں دو باتیں ضمناً عرض کرتا جاؤں ایک یہ کہ سرکار مدینہ ﷺ بے عیب اور بے مثال بشر ہیں۔ ہم جیسے بشر نہیں مگر آپ ﷺ بشر ضرور ہیں۔ جنگ اُحد میں دندان مبارک سے خون کا بہنا بشریت کی دلیل ہے۔ شق صدر میں خون نہ نکلا یہ نورانیت کی دلیل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کھاتے پیتے تھے ہم یہ مانتے ہیں مگر نہ کھانے کو بھی دیکھو! کہ آٹھ آٹھ دن تک متواتر نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ اگر کھانا بشریت کی دلیل ہے تو نہ کھانا بھی نورانیت کی دلیل ہے۔ اگر نبی سے کوئی خرق عادت بات ہو جائے تو وہ معجزہ ہے۔ تو کھانا پینا نورانیت کیلئے خرق عادت ہے اور بشریت کیلئے عادت ہے۔ نہ کھانا نورانیت کیلئے عادت ہے اور بشریت کیلئے خرق عادت ہے لہذا آقا کا ہر فعل معجزہ ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور سید عالم ﷺ کے جسم اطہر پر زخم بھی آئے اور دندان مبارک کے کنارے جدا ہوئے۔ مکمل دانت جدا نہیں ہوا۔ دانت کا جدا ہو جانا چہرہ کیلئے ایک عیب ہے اور محبوب ہر عیب سے پاک ہے۔ یہ شہادت جہری کے آثار ہیں۔۔۔ خدا معلوم لوگ قطرات خون کو کیا سمجھتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر خون کے قطرے ظاہر نہ ہوتے تو شہیدوں کے خون کو کہاں پناہ ملتی اور یہ مرتبہ علیا کہاں سے حاصل ہوتا لہذا اللہ ﷻ نے شہادت جہری کو مقام احمدیت میں قائم کردیا۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ شہادت جہری اور سری کا مبداء آقا ﷺ ہیں اور اللہ ﷻ نے حسنین کریمین طیبین طاہرین کو ان دونوں شہادتوں کا مظہر اتم بنایا یعنی امام حسن علیہ السلام کو شہادت سری کا مظہر بنایا کیونکہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کو شہادت جہری کا مظہر بنایا کہ کربلا میں اشقیا کم بختوں نے آپکو شہید کیا۔ گویا یہ دو ٹہنیاں ہو گئیں ایک امام حسن علیہ السلام اور ایک امام حسین علیہ السلام اور یہ دونوں اصل سے سیراب ہوئیں اور ٹہنی کی حقیقت دراصل اصل کا اظہار ہوتی ہے لہذا جو حسنین کریمین طیبین طاہرین کی شہادت کو حقارت سے دیکھتے ہیں وہ دراصل آقا ﷺ کی شہادت کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور درمیان میں لفظ اشقیاء کا بول گیا ہوں کہ اشقیاء نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ صالحیت اور برائی کو جتنا قرب حضور ﷺ کے زمانہ سے ہوگا وہ اتنا زیادہ بھاری ہوگا یعنی آج ہزاروں صدیق جمع ہوں مگر صدیق

اکبرﷺ کی صدیقیت جتنا وزن کبھی نہیں ہوسکتا اور اسی طرح آج ہزاروں کافر جمع ہوں مگر ابوجہل کا کفر زیادہ بھاری ہوگا اور آج کا زمانہ اس سے بعید ہے۔ آج تو لوگ یزید کو بھی امیر المومنین کہتے ہیں اور اس پر وہ دلائل قائم کرتے ہیں اللہ اکبر! معاذ اللہ! معاذ اللہ۔ ہمارے کان یہ سننا بھی نہیں چاہتے۔

☆ دراصل انکی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لشکر روم پر چڑھائی کرے گا وہ لشکر مغفورلھم ہوگا۔ حدیث مبارکہ میں لفظ جیش آیا ہے اور جیش مفرد ہے۔ مگر اسکے معنی ہے لشکر۔ لشکر ایک کو نہیں کہتے یہ عام ہے اور ان افراد پر مشتمل ہے جو جیش میں داخل ہیں اور ''ھم'' ضمیر مذکر کی ہے اور یہ ضمیر اس بات کی دلیل ہے جیش عام ہے ''مغفورلھم'' کا حکم عام پر ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یزید کیلئے کوئی تخصیص نہ لائیں گے اور یہ دلیل عام ہے اور جب دلیل خاص، دلیل عام کے معارض ہو جائے تو وہاں خاص راجح ہوتی ہے۔ وہ خاص دلیل کیا ہے؟ وہ خاص دلیل یہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ يَذُوْبُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ

☆ دوسری حدیث میں ہے۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

☆ میں آخری بات کہتا ہوں کہ جس دل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت ہوگی اس دل میں یزید کی محبت نہیں ہوگی اور جس دل میں یزید کی محبت ہوگی اس دل میں امام حسین علیہ السلام کی محبت نہیں آسکتی۔ خدا کرے جو یزید کے ساتھ محبت رکھتے ہیں ان کا حشر اس کیساتھ ہو اور جو امام حسین کیساتھ محبت رکھتے ہیں انکا حشر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو۔

☆ مختصر یہ کہ حضور ﷺ کی شہادت سری اور جہری کا ظہور حضرت حسنین کریمین طاہرین میں ہوا۔

وما علینا الا البلاغ

22-ایک علمی نکتہ

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

☆ اس آیت میں اور اس جیسے اور مقامات پر جہاں ''اذ'' آیا ہے تو اس سے پہلے ''اذکرو'' محذوف ہوتا ہے۔ جسکے معنی ہیں ''یادکرو'' مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! فلاں موقع کا علم تو آپ کو ہے لیکن توجہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں ایک جگہ فرمایا ''اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ'' اے محبوب! اس وقت کو یاد کرو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا۔ اگر حضور سید عالم ﷺ کو پہلے علم نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ فلاں واقعہ یاد کرو کیونکہ یوں خطاب اسی کو ہوتا ہے جسکو گذشتہ واقعات کا علم ضرور ہو۔ پس ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ابتداء آفرینش عالم سے سب کچھ ملاحظہ فرماتے رہے ہیں جسکی اللہ تعالیٰ اب یاد دلا رہا ہے۔

23-روح ایمان ﷺ

☆ حضرات محترم! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں ؒ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ اب ہمارے پاس علم وعمل کا کوئی سرمایہ ہے تو اعلیٰ حضرت ؒ کی ذات مقدسہ کا یہ فیض ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی ؒ کی ذات گرامی پر عمر بھر بھی بولتے رہیں کم ہے۔ وہ علم وعمل کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ ؒ نے ہمیں ایمان کی روشنی عطا فرمائی۔ حب رسول ﷺ کا درس دیا اور میرا عقیدہ ہے کہ ایمان کی بنیاد حضور ﷺ کی محبت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ☆ حضور ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل میں میری محبت اسکے والد اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (بخاری شریف)

☆ ہمارے ایمانوں کی جان ہمارے ایمانوں کی روح ہمارے ایمانوں کا مدار اور ہمارے ایمانوں کی بنیاد سرکار ﷺ کی محبت ہے۔

شبہ

☆ لوگ کہیں گے کہ ایمان کی بنیاد تو اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہیے۔

شبہ کا ازالہ

☆ میں کہوں گا کہ محبت کا مرکز حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے حسن کا مظہر اتم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اسلیے حضور ﷺ سے ہٹ کر نہ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ہو سکتی ہے اور نہ اطاعت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء)

ترجمہ☆ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی۔

☆ ہم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سن سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہمیں حضور ﷺ کے ذریعہ سے پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کا علم ہمیں سرکار ﷺ سے ہوا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض؟ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے کیا روش اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک معیار مقرر فرما دیا اور بتا دیا۔ اگر مجھے راضی کرنا چاہتے ہو تو میرے رسول ﷺ کو راضی کر لو۔ رسول ﷺ کی اطاعت کر لو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو گئی رسول ﷺ کو راضی کر لو اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ رسول ﷺ سے محبت پیدا کر لو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گئی' کیونکہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ حسن الوہیت کا مظہر اتم ہے۔ حضور ﷺ آئینہ جمال الوہیت اور حسن ازل کی تجلی اول ہیں۔ لہذا حضور ﷺ کی محبت عین اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور حضور ﷺ سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہی درس امام احمد رضا خان بریلوی

ﷺ نے ہمیں دیا ہے۔ اب ان چند ابتدائیہ کلمات کے بعد چند گذارشات اس آیت کے ضمن میں جامع اور مختصراً پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میری زبان پر کلمۃ الحق جاری فرمائے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ☆ اے محبوب! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت تمام عالموں کیلئے۔ (س انبیاء آیت ۱۰۷ پ ۱۷)

☆ نحوی توجیہات سے قطع نظر تفسیر روح المعانی سے ایک عبارت نقل کرتا ہوں کہ

وما ارسلنک فی حال من الاحوال الاحال کونک رحمة او ذی رحمة اوراحما لھم

ترجمہ☆ اے محبوب ہم نے آپ کو کسی حال میں نہیں بھیجا صرف اس حال میں بھیجا کہ آپ تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ (روح المعانی جلد ۹ ص ۱۵۵)

☆ اور "وما ارسلنک" میں "ک" ضمیر خطاب کا مصداق محمد رسول اللہ ﷺ ہے آج تک اس پر امت محمدیہ کا اجماع ہے اور رحمۃ اللعالمین میں کوئی تخصیص نہیں۔ العالمین عام ہے عالم کا معنی ماسوا اللہ ہے اور عالمین اسکی جمع ہے اور عالم سے مراد وہ چیز بھی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا علم اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گویا کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

هر گیاهے که از زمین روید

وحده لاشریک له گوید

☆ ہر مصنوع اپنے صانع پر دلیل ہے کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننے کا ذریعہ ہے ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو پیدا ہونے سے پاک ہے "تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا"

☆ حضرات محترم! العالمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے شامل ہے اور العالمین میں کوئی تخصیص نہیں ہے وہ اپنے عموم پر ہے۔

☆ الحمد للہ رب العالمین میں بھی کوئی تخصیص نہیں ہے "اللہ تعالیٰ کیلئے تمام تعریفیں ہیں جو "العالمین" کا رب ہے۔ یہاں العالمین میں کوئی تخصیص نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا سب العالمین میں داخل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے تو حضور ﷺ رحمۃ العالمین ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ مصطفیٰ ﷺ کی رحمت سے کوئی چیز باہر ہے۔

☆ حضور ﷺ کی تمام صفات ذاتی اور ازلی نہیں ہیں بلکہ عطائی ہیں۔ حضور ﷺ کی ہر صفت اور ہر کمال اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے بلکہ حضور ﷺ مظہر ذات وصفات ہیں میرے آقا کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کا ظہور ہے اگر حضور ﷺ کا علم غیب نہ ہوتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر دلیل کہاں سے لاتے۔ حضور ﷺ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے سرکار ﷺ کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے اختیارات پر دلیل ہیں۔ حضور ﷺ کی سماع اللہ تعالیٰ کی سماع پر دلیل ہے، حضور ﷺ کی بصر اللہ تعالیٰ کی بصر پر دلیل ہے، سرکار ﷺ کی

رحمت اللہ ﷻ کی رحمت پر دلیل ہے۔ ساری کائنات العالمین میں شامل ہے اور حضور ﷺ العالمین کیلئے راحم ہیں۔

☆ مصدر اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے اسم مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے۔ عادل عدل کے معنی میں آتا ہے، خلق مخلوق کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں رحمۃ راحم کے معنی میں ہے اور ارسلنک کے مفعول سے ضمیر خطاب کا ذوالحال ہے اور رحمۃ اس سے حال ہے اور معنی کیا ہوئے؟ کہ اے حبیب! ہم نے آپ ﷺ کو اسی حال میں بھیجا ہے کہ آپ ﷺ سارے جہانوں پر رحم فرمانیوالے ہیں۔ ''راحم'' کا معنی ''رحم کرنے والا'' یہ اسم فاعل ہے۔ اسم فاعل کسے کہتے ہیں؟ ''من قام به الفعل'' ''جسکی ذات کیساتھ کوئی کام قائم ہو'' وہ فاعل ہے جیسے کاتب کتابت کا فعل اس سے قائم ہے لہذا وہ کاتب ہوا۔ ضارب، ضرب کا فعل اس کیساتھ قائم ہے لہذا وہ ضارب ہوا۔ لہذا ''راحم'' کون ہوگا جسکے ساتھ رحم کا فعل قائم ہوگا تو وہ راحم ہوگا۔

☆ کسی فعل کا کسی ذات کیساتھ قائم ہونا کس بات کا تقاضہ کرتا ہے۔ ذات ہی نہ ہو تو فعل کا قیام کس کیساتھ ہوگا؟ فعل کا قیام ذات کیساتھ ہوگا تو تب فاعل بنے گا۔ تو جب ذات ہی نہ ہو تو فعل کا قیام کس کیساتھ ہوگا؟ جب العالمین میں عموم ہے تو معنی یہ ہوئے کہ

''اے محبوب ﷺ! آپ اولین، موجودین اور آخرین سب کے لئے کیلئے راحم ہیں''

شبہ

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اولین اور آخرین میں ہیں ہی نہیں تو آپ ﷺ ان کیلئے راحم کیسے ہونگے؟

شبہ کا ازالہ

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

ترجمہ ☆ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

☆ سب سے پہلے حضور ﷺ نہ ہوں تو پھر حضور ﷺ اولین کیلئے راحم کیسے ہونگے؟ اور العالمین کیلئے حضور ﷺ کا راحم ہونا کس بنیاد پر ہوگا؟ تو اس نکتہ کو بھی صاحب روح المعانی نے عارفین کا قول نقل کر کے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا العالمین کیلئے راحم ہونا اس امر پر مبنی ہے کہ العالمین فرع ہے اور سرکار ﷺ اسکی اصل ہیں اور ہر اصل کے اندر فرع کیلئے رحمت ہوتی ہے ماں بچے کی اصل ہے اسکے دل میں بچے کیلئے رحمت ہے جسکی بنیاد پر بچہ پرورش پاتا ہے کیونکہ اصل کے اندر فرع کیلئے طبعًا رحمت ہوتی ہے لہذا العالمین کیلئے حضور کی ذات پاک میں طبعًا رحمت ہے اصل پہلے ہوتی ہے اور فرع بعد میں اسلئے سرکار ﷺ نے فرمایا ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ'' اس حدیث پاک کو مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوب شریف میں بھی درج فرمایا ہے اور اسکا انکار تو گویا چمکتے ہوئے سورج کا انکار کرنا ہے۔

(باقی تشریح خطبات کاظمی حصہ سوئم رحمت عالم میں دیکھئے)

وما علینا الا البلاغ مبین

24-امام اعظم ؓ بحثیت فقیہ اعظم

کنیت

☆ حضرات محترم! بعض لوگوں نے امام اعظم ؓ کی کنیت ابو حنیفہ کو آپ ؓ کی بیٹی کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ صحیح نہیں اور علماء نے اسکا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ؓ کی کوئی لڑکی نہیں ہے صرف آپ ؓ کا ایک لڑکا حضرت حماد ؓ ہے اور کہا ہے کہ لغت عراق میں لفظ حنیفہ کا معنی دوات ہے کیونکہ تدوین فقہ' احکام فقہ اور مسائل فقہ کے لکھنے کیلئے آپ لازم الدوات ہو گئے۔ اس لئے آپ ؓ کی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا (النحل آیت ۱۲۳)

ترجمہ☆ اے محبوب کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں وہ جو باطل سے الگ حق طرف مائل تھے۔

☆ یعنی آپ تمام ادیان باطلہ سے بیزار ہیں۔ ہر حق' ہر صداقت' ہر حقانیت' ہر اچھائی اور ہر حسن ملت حنیفہ میں پایا جاتا ہے اس میں کسی باطل کو کوئی راہ نہیں۔ شریعت اسلامیہ اور ملت حنیفہ کے انوار و برکات آپ ؓ کے رگ و ریشے میں رچ بس گئے اور پھر آپ ؓ نے اس ملت حنیفہ کی وہ خدمت انجام دی اور اس شفقت کا مظاہرہ کیا جو باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی آپ ؓ ابو حنیفہ ٹھہرے۔ امام بعض نے یہ قول بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہو کہ تم اس شخص کو اس کنیت سے یاد کرو تا کہ انکی عظمت کا چمکتا ہوا نشان تمہارے دلوں میں باقی رہے۔ اگر چہ آپ ؓ نہ صحابی اور نہ اہل بیت سے ہیں مگر صحابہ اور اہل بیت کی تفقہ اور اجتہاد کا نچوڑ اور عطر پیش کیا۔

ولادت باسعادت

☆ بعض نے ۷۰ھ کا قول نقل کیا مگر صحیح یہ ہے کہ آپ ؓ کی ولادت مبارک ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ ؓ کا نام نعمان آپ کی ولادت اور آپ ؓ کے والد محترم کا نام ثابت ہے۔ اور آپ ؓ کے دادا کے نام کے بارے میں بھی کئی قول ہیں کسی نے طاؤس کہا اور کسی نے زوطہ کا قول نقل کیا اور کسی نے مرزبان بھی کہا ہے اور کسی نے نعمان بھی کہا ہے اسطرح آپ ؓ کا نام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان ہے۔ جو لوگ امام ابو حنیفہ کے خلاف تعصب رکھتے ہیں وہ لوگوں کے سامنے اس اختلاف کو

امام ابو حنیفہ کی عظمت کے خلاف بیان کرتے ہیں مگر اس قسم کے اختلاف کو کسی کی عظمت کے خلاف بیان کرنا بہت بڑی غلط بات ہے اور اس میں بڑے بڑے اکابر ملت شامل ہیں۔ خود امام بخاری ﷺ کو دیکھ لیجئے آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کا نام محمد ہے آپ کے والد کا نام اسماعیل اور آپ کے دادا کا نام مخیرہ ہے اور آپ کے پردادا کے نام میں اختلاف ہے کسی نے ان کا نام بردزبہ کہا کسی نے احنف کا قول کیا ہے تو اس اختلاف کو امام بخاری ﷺ کی عظمت کے خلاف استعمال نہیں کر سکتے اور پھر ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس قسم کے اختلاف کو امام اعظم ﷺ کی عظمت کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

☆ بہر نوع امام اعظم کے دادا کے نام میں اختلاف ہے اور امام بخاری کے پردادا کے نام میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے تو یہ اختلاف کسی کی عظمت کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان ہونے سے پہلے آپ کے دادا کا نام زوطہ اور لقب ''طاؤس'' تھا جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلامی نام نعمان رکھا گیا۔ اسی طرح امام اعظم کا پورا نام امام الاعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت بن نعمان ہے۔

دعائے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم

☆ امام اعظم ﷺ کے دادا آپ کے والد ماجد کو لیکر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کے صاحبزادے حضرت ثابت کیلئے بہت دعا فرمائی اور فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ! تو نعمان اور ثابت کی ذریت میں برکت فرما۔ اسلئے امام اعظم کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے کہا کہ ہمارے لئے یہ فضیلت ہے کہ ہمارے حق میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم مولائے کائنات کی وہ دعا مستجاب ہوئی کہ اے اللہ تعالیٰ! نعمان اور ثابت کی ذریت میں برکت فرما اور ہم انکی ذریت میں ہیں یہ ایک فضیلت ہے اور اہل بیت اطہار کی طرف سے فیوض و برکات کا ایک وسیلہ ہے۔

☆ حضرات محترم! بعض حاسدین تو انہوں نے آپ کے دادا کے نام کے اختلاف کو یوں اچھالا ہے کسی نے آپ کے دادا کو غلام کہہ دیا اور یہ کہہ دیا کہ فارس میں گرفتار ہو گئے اور انکو بنی قائم اللہ کی ایک عورت نے غلام کی حیثیت سے خرید لیا لہذا امام ابو حنیفہ غلام کی نسل میں غلام زادے ہیں لیکن اسکا جواب امام اعظم ابو حنیفہ ﷺ کے پوتے اسماعیل بن حماد نے دیا ہے کہ ''نحن الحر من ابنائے فارس'' فرماتے ہیں ہم آزاد ہیں اور ابنائے فارس ہیں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی طاری نہیں ہوئی۔ امام اعظم ﷺ کے والد ماجد آپ کی صغرسنی میں ہی وفات پا گئے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نکاح حضرت امام جعفر صادق ﷺ سے ہوا۔ آپ انکی تربیت میں رہے اور آپ کے فیوض و برکات امام اعظم کو پہنچے اور یہ وہی فیوض و برکات ہیں جنکا ظہور آگے چل کر ہوا۔ امام اعظم ﷺ ہوش سنبھالنے کے بعد ریشمی کپڑے کی تجارت میں مشغول ہوئے۔ حضرت شعبی بہت بڑے

علمائے محدثین اور تابعین میں سے ہیں۔ امام دار قطنی اور امام بخاری نے اقرار کیا ہے امام شعبی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک حدیث روایت کی ہے' ایک حدیث کی روایت' یہ انکی بات ہے۔ اس پر میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہی امام شعبی کوفی رضی اللہ عنہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بچپن میں انکی صلاحیت' انکی نیکی اور شرافت طبعی کو دیکھ کر علوم دینیہ کے حصول کا مشورہ دیا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے علوم دینیہ کے حصول کو اپنا مشغلہ بنالیا اور اس زمانہ کے مشائخ اور علماء سے علوم حاصل کیئے اور علم حدیث میں آپ کے چار ہزار مشائخ ہیں۔ جن سے روایت حدیث کی ہے اور علم حدیث حاصل کیا ہے۔

☆ بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر ایک غلط قسم کی روایت حضرت امام اعظم کی طرف منسوب کی ہے اور وہ بھی انتہائی تعصب پر مبنی ہے وہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں جلد تیرھویں میں امام ابو یوسف کی طرف منسوب روایت کہ امام صاحب نے مجھ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں اگر تم علوم دینیہ حاصل کرو تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کونسا علم حاصل کروں؟ اگر فقط قرآن اور کسی مکتب میں بیٹھ کر پڑھوں تو بہتر کوئی حافظ پیدا ہو گیا تو پھر میں نے علم حدیث کا پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ اگر تم نے علم حدیث حاصل کر لیا تو مدرس بن جاؤ گے اور علم حدیث کی تدریس کرتے کرتے بوڑھے ہو جاؤ گے حواس کمزور ہو جائیں گے حافظہ کمزور پڑ جائیگا اور شاگرد طعن کریں گے کہ فلاں روایت بھول گئے اور فلاں روایت غلط بیان کر دی تو اسطرح شاگردوں کے تیروں کا نشانہ بنتے رہو گے۔ تو اس پر امام صاحب نے فرمایا اچھا مجھے اسکی کوئی حاجت نہیں۔ پھر امام صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ میں علم کلام کی تحصیل کروں تو لوگوں نے کہا اگر آپ نے اسمیں کوئی کمال حاصل کر لیا تو علم کلام کے تحت عقائد کے معاملے میں کوئی ایسی بات کہہ جائیں کہ لوگ آپ کو زندیق کہیں گے۔ پھر امام صاحب نے علوم عربیہ اور صرف ونحو کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس سے تم ایک مدرس بن جاؤ گے پھر تم ساری عمر اسمیں رہو گے اور دو تین دینار تنخواہ ہو گی تو کوئی وقار نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ علم فقہ حاصل کر لو تو مسند افتاء پر بیٹھو گے لوگ فتوے لیکر آئیں گے بہت شہرت ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ اس شہرت سے تمہیں منصب قضا بھی مل جائے۔ چنانچہ میں نے فقہ پڑھی۔ یہ مسخ شدہ روایت جسکی کوئی اصل اور بنیاد نہیں اور بالکل واقع کے خلاف انتہائی حسد اور بغض کی بنا پر امام صاحب کی طرف منسوب کر دی گئی ہے جو کسی صاحب علم وعقل اور منصف مزاج کے نزدیک ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ بڑا تعجب ہے کہ امام سید احمد طحطاوی حنفی نے بھی اس روایت کو نقل کر دیا اور علامہ طحطاوی کے حوالہ سے آپ کے متعصبین بھی اس روایت کو لیتے گئے حتی کہ درمختار نے بھی اس روایت کو لے لیا۔ تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کی طرف اس مسخ شدہ مضمون کی نسبت بالکل غلط اور باطل ہے اور واقع کے خلاف ہے اور امام صاحب کے واقعات نے خود اسکی تردید کر دی ہے جیسا کہ آپ حافظ

قرآن بھی تھے اور ہر رمضان المبارک میں ایک ختم رات کو کرتے اور ایک ختم دن کو کرتے اور ایک ختم تراویح میں پڑھاتے اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ تراویح کے بعد رات کو نفل پڑھتے اور ایک ایک نفل میں ایک ایک ختم کلام پاک فرماتے جو اتنا جید حافظ قرآن ہو اور ایک رکعت میں پورا پورا قرآن پڑھ لے اسکی طرف یہ روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ خود انکے حافظ قرآن ہونے نے اس روایت کو باطل قرار دے دیا۔

☆ ایک روایت اسی مضمون کی اسطرح ہے جسکو شمس الائمہ نے مناقب ابوحنیفہ میں نقل کیا ہے کہ میں نے جب علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے سوچا کہ میں کیا کروں تو فرماتے ہیں کہ میں نے ہر علم کو فرداً فرداً پڑھا اور ہر علم کو اپنا نصب العین بنایا اور اسکے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ کسی ایک علم کو اپنا مشغلہ قرار دوں اور مقصد حیات بناؤں تو میں نے علم فقہ کا انتخاب کیا اگر اس روایت کو سامنے رکھا جائے تو بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے تمام علوم پڑھے ہیں نہ کہ صرف فقہ پڑھی اور آپ پر یہ اعتراض کرتے ہیں صرف ونحو اور لغت نہیں پڑھی اور اسی وجہ سے انکا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی نے کسی کو پتھر مار کر ہلاک کردیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا

ولو رماه بابا قبيس

☆ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اگر چہ وہ کسی پر جبل ابوقبیس کو بھی اٹھا کر دے مارے۔ آپ جانتے ہیں اور بچے بھی جانتے ہیں کہ اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب حالت جری میں یاء کے ساتھ ہوتا ہے حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت رفعی میں واو کے ساتھ۔ معترض کہتے ہیں تمہارے امام اعظم کو یہ بھی معلوم نہ تھا یہاں (بابی قبیس) کہنا چاہیے تھا (بابا قبیس) کہنا درست نہیں۔ آپ یاد رکھیے امام اعظم ؓ کا یہ فرمانا اس وجہ سے نہ تھا کہ انہیں نحو نہیں آتی تھی بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ اہل کوفہ کی لغت میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب ہر حالت میں الف کیساتھ آتا ہے۔ امام اعظم ؓ نے اسی عراقی اور کوفی لغت میں فرمایا (ولو رماہ بابا قبیس) اور آپ کو معلوم ہے عرب کے مختلف قبائل کے لغات اپنے اپنے ہیں قبیلہ بنی تمیم کا لغت کچھ اور ہے قبیلہ بنو طے کا لغت کچھ اور ان اختلافات لغات کی بنا پر امام صاحب پر اعتراض کرنا انتہائی ظلم وستم ہوگا۔

☆ بہر حال یہ بڑے بڑے علماء علم صرف ونحو میں علوم عربیہ اور علوم ادبیہ میں ہوئے ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی قیادت کو قبول فرمالیا اور سب نے انکا احترام کیا انکے دل میں آپ کا احترام ہو نہ ہو آپ خود اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہونگے ہمارے دل میں تمام علماء اہل سنت کا احترام ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علمائے حق کے اس احترام کو لیکر اس دنیا سے جائیں۔

☆ حضرات محترم! امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام علوم میں کمال حاصل کیا اور علم فقہ کو اپنا مقصد حیات بنایا سارا قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن کریم کا ایک ایک حرف اپنے اندر انوار وبرکات رکھتا ہے حلال کو اپنانے اور حرام سے بچنے کیلئے جسکا ذکر قرآن کریم میں اجمالاً ہے جاننے کیلئے فقہ کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ سے سوال ہے کہ آپ لاکھ نوافل پڑھیں عبادتیں کریں لیکن سود کھاتے رہیں' رشوت لیتے رہیں لوگوں کا حق مارتے رہیں تو کیا آپ کی دعائیں آپ کی تلاوتیں اور دعائے سحری گریہ وزاری مستجاب اور مقبول ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔

☆ حضرات محترم! قرآن کریم کی کوئی آیت انسان کو فائدہ نہیں دے سکتی تاوقتیکہ وہ حلال وحرام کی تمیز نہ کرے اور جب تک وہ حلال کو اختیار نہ کرے اور حرام سے نہ بچے۔ اس وقت تک کوئی نیکی' کوئی پاکیزگی' کوئی دعا' کوئی نماز اس کیلئے کارآمد نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ انسان حلال وحرام کے علم کو نہ جانے اور اسی حلال وحرام کے علم کو علم فقہ کہا جاتا ہے۔ اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ طلاق بائن اور رجعی میں کیا فرق ہے۔ آپ ذرا قرآن وحدیث سے بتادیں۔ تو آپ اسکے جواب میں یہ آیت پڑھ دیں کہ

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ (فتح آیت ۲۸)

☆ کیا اس آیت سے اس سوال کا جواب ہوگیا نہیں ہوا۔ قرآن کریم کا ایک ایک حرف اپنے مقام پر برکتیں عطا کرتا ہے اپنے محل پر نور اور روحانیت عطا کرتا ہے مگر انسان وہ محل حرام وحلال کے علم کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا اور یہی علم (حلال وحرام کی تمیز کرنا) علم فقہ ہے۔ اسیطرح آپ سے اگر کوئی بیع وشرا کے مسائل پوچھے تو آپ اسکے جواب یہ حدیث پڑھ دیں کہ

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ

☆ کیا اس حدیث پاک سے ان مسائل کا جواب ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں ہوگا۔ حالانکہ حدیث مقدسہ کا ایک ایک لفظ نور ہے مگر وہ اپنے محل پر ظاہر ہوگا اگر آپ نے حلال وحرام میں تمیز نہیں کی تو حدیث تو حدیث بلکہ قرآن کریم کے کسی مضمون سے آپ کو فائدہ نہیں ہوگا۔ مختصراً یہ کہ علم فقہ وہ علم ہے کہ جسکے بغیر کوئی علم آپ کیلئے مفید نہیں ہوسکتا۔

☆ قرآن کریم نے فرمایا

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (الزمر آیت ۹)

ترجمہ☆ آپ فرمادیجئے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے۔

☆ یہ عموم ہے اور سرکار نے حدیث میں فرمایا کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ☆ ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

☆ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ☆ اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو کیوں نہ نکلی انکے ہر گروہ سے ایک جماعت کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کیطرف واپس آ کر انہیں ڈرائیں تا کہ وہ (گناہوں) سے بچے رہیں۔

☆ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سب مسلمان ایک ساتھ فقہ حاصل کرنے کیلئے نہیں جاسکتے۔ "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ" تو کیوں نہ نکلی انکے ہر گروہ سے ایک جماعت کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ یعنی سارے مسلمان علم فقہ حاصل کرنے کیلئے نہیں جاسکتے۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ تمہارے ہر فرقے میں سے ایک گروہ علم فقہ حاصل کرنے کیلئے چلا جاتا تا کہ وہ دین میں علم فقہ حاصل کرے۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

ترجمہ☆ اور اپنی قوم کی طرف واپس آ کر انہیں ڈرائیں تا کہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

☆ حضرات محترم! قابل غور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فقہ کے علم کو کتنا اہم قرار دیا ہے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اس زمانہ میں لوگ فقہ کی طرف سے بالکل غافل تھے اسلئے ان محدثین نے فقہ میں امام اعظم سے تلمذ حاصل کیا۔ ان میں سے وکیع بن الجراح، عبداللہ بن مبارک، سفیان ثوری وغیرہ جیسے اجلہ محدثین و مجتہدین نے امام اعظم سے فقہ کی تعلیم پائی اور دیگر تمام علوم بھی امام اعظم سے حاصل کیے اور ان میں چالیس مجتہدین اس قابل ہو گئے کہ وہ فقہی مسائل میں بحث کرسکیں ان کی بحث سننے کے بعد آپ فیصلہ فرماتے دیگر آئمہ ثلاثہ کی عظمتوں کو سلام مگر امام احمد بن حنبل اور امام شافعی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فقہ حاصل کرنی ہے وہ امام ابو حنیفہ کے در سے فقہ حاصل کرے حالانکہ امام شافعی نے آپ کا زمانہ نہ پایا اور امام اعظم کے وصال کے دن ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے مگر فقہی علم امام محمد جو امام اعظم کے شاگرد تھے سے حاصل کیا اور امام محمد نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کیا تھا وہ سب فقہی ذخیرہ امام اعظم سے بواسطہ امام محمد امام شافعی کو پہنچا اسلئے تمام مومن امام شافعی کے استاد امام محمد کے متشکر تھے۔ امام شافعی کے دل میں امام اعظم کا بڑا مقام تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ کے مزار پر حاضری کیلئے حاضر ہوئے تو فقہ امام اعظم کے مطابق نماز پڑھی۔ تو آپ کے

شاگردوں نے پوچھا حضور یہ کیا ہوا؟ آپ تو صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور رفع یدین کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس مزار پر مجھے امام اعظم کی بارگاہ میں حیا آتی ہے کہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کروں۔ بے شک اللہ تعالیٰ والوں کو اللہ تعالیٰ والوں کی بارگاہ میں حیا آتی ہے کہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں اور جسمیں حیا ہو ہی نہیں اسے حیا کہاں سے آئیگی۔ امام اعظم کی جلالت شان کا یہ عالم تھا کہ انکے وصال کے بعد بھی آئمہ مجتہدین انکی عظمت وجلالت کا دم بھرتے تھے اور لحاظ کرتے تھے اور ساتھ ہی' امام شافعی کا یہ عقیدہ بھی واضح ہو گیا کہ وصال کے بعد صاحب مزار دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں اسلئے تو امام شافعی کو حیا آئی کہ کہیں میرا قنوت پڑھنا اور رفع یدین کرنا امام اعظم کو ناگوار نہ گذرے۔ سب آئمہ کے عقائد ایک ہیں سب اہل سنت ہیں البتہ فقہی مسائل میں اختلافات ہیں اور یہ اختلافات از روئے حدیث مبارک امت کیلئے باعث رحمت ہیں' حدیث شریف میں ہے

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ

ترجمہ☆ میری امت کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

☆ ان اختلافات میں ہمارے لئے وسعتیں اور گنجائشیں پیدا ہوئیں اور ان وسعتوں اور گنجائشوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہیں اسکی قرآن اور احادیث میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ لوگ امام صاحب پر سب سے بڑا اعتراض "اہل الرائے" ہونے کا کرتے ہیں اور اہل الرائے کا مطلب ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف اپنی رائے پر عمل کراتے تھے۔

☆ حضرات محترم! امام اعظم کا یہ مذہب ہے کہ پہلے کلام اللہ تعالیٰ پھر حدیث رسول اور آخر میں فعل صحابہ پر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر ہمیں کوئی بات قرآن وحدیث میں نہیں ملی تو ہم جو قول بھی اختیار کریں گے وہ کسی نہ کسی صحابی کا عمل ہو گا عمل صحابہ سے ہم باہر نہیں نکلیں گے۔ یہ امام اعظم کا اصول ہے۔ ہاں البتہ تابعین کا جہاں تک تعلق ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی رجال ہیں مجتہد ہیں اور ہم بھی رجال ہیں مجتہد ہیں' ہم اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کریں گے مگر صحابہ کے قول وفعل سے باہر ہرگز نہیں جائیں گے۔ خواہ لوگ اسکو ضعیف حدیث پر عمل کرنا کیوں نہ کہہ دیں جیسے ترمذی شریف ہے۔ امام ترمذی بعض احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے فرما دیتے ہیں کہ

☆ اس ضعیف حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔

☆ اور میں کہوں گا جس ضعیف حدیث پر اہل علم کا عمل آجائے وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث قابل عمل ہے اور امام اعظم مجتہد تھے وہ اہل الرائے نہ تھے۔ اہل اجتہاد کو اہل الرائے کہنا یہ تمہاری اپنی مرضی ہے اور

قرآن کریم میں اجتہاد کا ذکر موجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے اجتہاد ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلمان علیہ السلام نے اپنے اپنے فیصلوں میں اجتہاد کیا۔ اسیطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی اجتہاد کیا۔

شبہ

☆ اگر کوئی کہے کہ نبیوں کو اجتہاد کی کیا ضرورتھی وحی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

شبہ کا ازالہ

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی کی بنا پر ہی اجتہاد کیا اگر وہ اجتہاد نہ کرتے تو امت کیلئے اجتہاد کی دلیل کہاں سے پیدا ہوتی؟ اسلئے انبیاء کا اجتہاد' اجتہاد امت کی دلیل ہے۔ صحیح مسلم باب اختلاف جلد ثانی میں امام مسلم نے ایک حدیث وارد کی ہے۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ دو عورتیں تھیں جن کا ایک ایک بچہ تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بچہ کو بھیڑیا لے گیا دونوں عورتوں نے دعوی کیا کہ بچنے والا بچہ میرا ہے اور دونوں نے اپنا اپنا دعوی حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا آپ نے وہ بچہ بڑی عورت کو دے دیا۔ چھوٹی عورت نے کہا اس فیصلہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت لے چلیں۔ جب یہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں پہنچیں تو آپ نے ایک چھری منگوائی اور فرمایا دونوں عورتوں کو راضی کرتا ہوں تو بڑی عورت بڑے سکون سے بیٹھی رہی مگر چھوٹی عورت بلبلا اٹھی اور بے تحاشا رونے لگی اور کہنے لگی اس بچہ کے دو ٹکڑے نہ کیئے جائیں اور اسے بڑی عورت کے حوالہ کیا جائے یہ بچہ میرا نہیں ہے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ بچہ چھوٹی عورت کے حوالے کر دیا۔ اب ایمان سے کہنا یہ جو فیصلہ ہوا اجتہاد پر مبنی تھا کہ نہیں تھا یقیناً تھا۔ اگر اجتہاد کوئی غلط چیز ہے تو پھر یہ اعتراض پہلے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر آئیگا اور امام صاحب کی باری تو بہت دیر بعد آئیگی کیونکہ سرکار کی ہجرت کے ۸۱ سال بعد آپ کی پیدائش ہے اور اگر اس اجتہاد کو رائے قرار دیکر امام صاحب کو اہل الرائے کہتے ہو تو پھر ان انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کیا حکم لگاؤ گے؟

☆ میں تو کہوں گا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی نیابت انبیاء ہی کرتے تھے اور میری نیابت میری امت کے علماء کریں گے اور وہ کون ہیں؟ وہ مجتہدین ہیں میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

☆ انبیاء پر وحی نازل ہوتی تھی اور مجتہد کی عقل پر اللہ تعالیٰ مسائل شرعیہ کا القا کرتا ہے اجتہاد بھی ایک نور ہے اور نبوت بھی ایک نور ہے نبوت کا دروازہ اب بند ہو گیا۔ مگر اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ اب اجتہاد کے شرائط دشوار ہیں۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ نبوت کیطرح اجتہاد بھی ختم ہو گیا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ امام مہدی مجتہد بن کر تشریف لائیں

گے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے زمانہ میں اجتہاد فرمائیں گے اور انکا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو جائیگا اور امام اعظم کو اس سے عظمت مل جائیگی عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے ہی معزز ہیں۔

☆ بہر حال اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہے یہ دین تو قیامت تک کیلئے ہے اگر آپ اجتہاد کو بند کرتے ہیں تو دین کی گاڑی وہیں رک جائیگی جہاں اجتہاد رک جائیگا اور میں مطلقاً اجتہاد کی بات کر رہا ہوں۔ اسمیں اصول مجتہدین کی روشنی میں؛ انکے منہاج پر بے شمار مسائل کا حل بھی شامل ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ فقہ کا جو مسئلہ مجھ سے پوچھو! میں بتاؤں گا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا حضور! ایک عورت کا خاوند گم ہو گیا ہے اور مر گیا ہے۔ موت کی خبر سن کر ظن غالب حاصل ہونے کے بعد عدت گذارنے کے بعد عورت نے دوسری شادی کر لی اولاد ہو گئی کچھ عرصہ بعد پہلا خاوند واپس آ گیا۔ اب یہ عورت پہلے خاوند کی ہے یا دوسرے خاوند کی؟ اگر آپ اجتہاد نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اجتہاد کے قائل نہیں ہیں اگر آپ حدیث کا حوالہ دیں گے تو وہ من گھڑت ہو گی موضوع ہو گی ایسا واقعہ سرکار کے زمانہ میں پیش آیا نہیں۔ اب جناب قتادہ بڑے پریشان ہوئے اور کہا اے ابو حنیفہ کیا ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی ہے تو آپ نے فرمایا۔ حضور! ہم مصیبت نازل ہونے سے پہلے ہی مصیبت رفع کرنیکی کوشش کرتے ہیں حضرت قتادہ خاموش ہو گئے۔ فرمایا کوئی اور بات قرآن کی تفسیر کے حوالہ سے دریافت کرو تو پھر کھڑے ہو گئے اور آپ نے پوچھا اس آیت کے کیا معنی ہیں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (سورۃ نمل ۴۰)

ترجمہ ☆ جسکے پاس کتاب کا علم تھا اسنے کہا میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک جھپکے

☆ قتادہ نے کہا آصف بن برخیا نے یہ دعویٰ کیا تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ انہیں اسم اعظم آتا تھا۔ تو امام اعظم نے پھر پوچھا۔ اچھا یہ بتائیں کیا یہ اسم اعظم حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی حاصل تھا۔ اب ذرا سوچ میں پڑے اور کہا کہ نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ آپ ذرا خود ہی سوچیں کہ نبی کے زمانہ میں غیر نبی کا علم نبی سے زیادہ ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر حضرت قتادہ خاموش ہو گئے۔

☆ حضرات محترم! امام اعظم پر لوگوں نے بڑے بڑے الزامات لگائے اور اہل الرائے کہا۔ اگر آپ کی مراد قرآن و حدیث کے خلاف رائے ہے تو خدا کی قسم امام اعظم کا بلکہ ہر اہل الرائے کا دامن اس سے پاک ہے اسطرح تمام مجتہدین کا دامن اس سے پاک ہے۔ نہ امام مالک، نہ شافعی اور نہ امام احمد بن حنبل اہل الرائے ہیں۔ جب امام احمد بن حنبل کے سامنے امام اعظم کا ذکر ہوتا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور انکے اذیتیں، مصیبتیں جھیلنے اور برداشت کرنے پر بڑی بڑی

دعائیں دیتے تھے جب امام مالک سے امام اعظم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ وہ ہستی ہیں کہ اگر مٹی کے ستون کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یہ انکی قوت استدلال کا عالم تھا اور امام شافعی تو ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی فقہ حاصل کرنا چاہے تو وہ انکے شاگردوں سے علم حاصل کرے اور انکے فقہی اصول پڑھے۔

☆ حضرات محترم! کوفہ اہل علم حضرات کی چھاؤنی تھی تمام علماء فضلاء مجتہدین ومحدثین' فقہا و ادبا اور کثیر اہل علم صحابہ اور تابعین تعامل اہل مکہ ومدینہ سب کوفہ میں لائے۔ حضرت امام اعظم نے ان تمام صحابہ اور تابعین کے علوم کو لیکا۔

☆ امام اعظم کے شاگردوں میں ابو یوسف' امام محمد' امام زفر رحمہ اللہ نے اختلاف کیا اور انہوں نے جو اختلاف کیا وہ امام اعظم کے اصولوں کو سامنے رکھ کر انکی روشنی میں اختلاف کیا وہ اختلاف کیوں ہوتا تھا؟ اسلئے ہوتا تھا کہ وہ مجتہد مطلق نہ تھے بلکہ وہ مجتہد فی المذہب تھے اور جہاں اختلاف ہو وہاں ہی اجتہاد ہوتا ہے اور اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے اختلاف سے وسعتیں آسانیاں اور گنجائشیں پیدا ہوتی ہیں۔ بہر حال بے شک امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فقہ مدون کی ہے مگر خدا کی قسم فقہ حنفی کیطرح کی فقہ مدون نہیں ہوئی ہے اور فقہ حنفی وہ ہے کہ جس میں حلال و حرام اور احکام شرعیہ کا پورا ڈھانچہ پیش کیا گیا ہے اور اسکا مخزن قرآن ہے اور اسکا مخرج حدیث ہے کتاب وسنت اور تعامل صحابہ اور تعامل اہل بیت کو مخرج اور مخزن قرار دیکر امام اعظم نے فقہ کو مدون کیا اور ایسی فقہ مدون کی کہ مھد لیکر لحد تک کوئی مرحلہ کوئی مسئلہ اور کوئی حادثہ قیامت تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آ سکتا جسکا جواب فقہ حنفی میں نہ ہو۔ یہ مکمل اور اکمل فقہ ہے اور تمام امت مسلمہ کے مزاجوں کے مطابق ہے۔ میں تمام آئمہ کا احترام کرتا ہوں مگر امام ابو حنیفہ کی مثال نہ مشرق میں نہ مغرب اور نہ یمن میں ملتی ہے نہ اندلس وشام میں ملتی ہے اور نہ سندھ اور ہند میں ملتی اور یہ سینکڑوں سال گذر گئے مختلف بلاد میں معمول پر رہی اور دنیا کا کوئی قانون اسکی مثال پیش نہیں کر سکا یہ آپ کی فقہ کا مختصر اجائزہ پیش ہوا۔ آپ کے مناقب بیشمار ہیں۔ آپ کے تقوی اور پرہیز گاری کی بھی بے شمار مثالیں ہیں۔ چند ایک سماعت فرمائیں۔

تقوی و پرہیز گاری

☆ حضرات محترم! آپ کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کوفہ میں بکری گم ہوگئی۔ تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ بکری کی طبعًا عمر کتنی ہوسکتی ہے تو لوگوں نے بتایا اسکی عمر طبعًا سات سال تک ہوسکتی ہے تو آپ نے اس خوف سے کہ کہیں وہ مسروقہ حالت میں ذبح ہوکر فروخت نہ ہوجائے اور پھر میں کھا بیٹھوں چنانچہ آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہ کھایا۔ ایک دفعہ آپ نے جاریہ خریدنا چاہی مگر اس احتیاط اور خوف میں نہ خرید سکے کہ کسطرح اور کیسی خریدوں۔ اس خوف سے بیس سال گذر گئے۔ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ کارندے بہت سے کپڑے بیچ کر واپس آئے تو اتفاق سے کسی کپڑے

میں عیب تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے کپڑے کا عیب بتایا تھا؟ انہوں نے بتایا ہم بھول گئے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کن کے ہاں فروخت ہوا ہے بہت کوشش کی مگر پتہ نہ چل سکا۔ آپ نے وہ تمام رقم غربا اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ یہ نہیں کہ وہ مال حرام تھا بلکہ حلال تھا۔ مگر کمال ورع وتقوی کیا تھا۔ آپ یہ سن چکے ہیں آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے امام صاحب کی چالیس سال کی تہجد کہاں گئی تو چالیس سال تہجد سے محروم رہے میں نے کہ کہ صد افسوس! کہ وہ امام جو خشیت الہی اور خوف خدا میں تمام رات گذار دے وہ شخص جو رات بھر آہ و بکا میں مشغول رہے تو کیا وہ تارک تہجد ہے تو امام صاحب کیسے تارک تہجد ہو گئے جنکے چالیس سال خشیت الہی میں گذر گئے اور انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نمازیں پڑھیں۔ تفصیل کا وقت نہیں ورنہ انکے تقوی کی بے شمار مثالیں ہیں۔

تقلید

☆ بعض لوگوں نے کہا کہ تم جب تمام آئمہ کو حق مانتے ہو تو سب کی فقہ پر عمل کرو۔ کسی ایک امام کی پیروی کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ بلاشبہ سب امام حق پر ہیں اور میں سب کو حق پر مانتا ہوں۔ دین کے مسائل کسی اصولی ضابطے پر مبنی ہوتے ہیں اور ہر قانون کسی ضابطے پر مبنی ہوتا ہے۔ جب آپ حج پر جاتے ہیں تو پہلے تین چکروں میں رمل کرتے ہیں۔ وہ کیوں ہوا تھا کہ مشرک یہ نہ کہیں کہ سرکار ﷺ کے صحابہ مدینہ جا کر کمزور ہو گئے ہیں اور یہ ظاہر ہو کہ وہ پہلوانوں کی طرح طاقتور ہو کر آتے ہیں۔ ان پر رعب چھا جائے مگر اب چودہ سو سال گذر گئے اب نہ کوئی حضور ﷺ کا صحابی ہے اور نہ انکو کمزور دیکھنے والا کوئی مشرک ہے؟ لیکن اب بھی اس پر عمل ہوتا ہے معلوم ہوا شرع کے احکام کسی اصول پر مبنی ہوتے ہیں کسی مسئلہ میں ایک علمت ہوتی ہے اور ایک علت جب علت نہ رہے تو حکم بھی نہیں رہتا اور حکم ہمیشہ علت پر بھی نہیں رہتا کبھی حکمت پر بھی ہوتا ہے اور حکمت کوئی ایسی چیز نہیں کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ اور ہر بات ایک اصول پر ہوتی ہے اور تقلید کی حکمت آپ جانتے ہیں علت نہیں شروع دور میں لوگوں میں رضائے الہی کی تڑپ اور خوف خدا تھا اور امیں نفس پرستی کا شائبہ تک نہ تھا اور جس عالم مجتہد سے جو بات پوچھتے اس پر عمل کرتے تھے چوتھی صدی تک وہی معاملہ رہا لیکن جب دور آگے بڑھا تو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑے اور اب تو یہ حال ہے کہ لوگ بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور احناف کا یہ مسلک ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دے دیں اگرچہ وہ خلاف سنت ہے مگر وہ واقع ہو جائیگی اور عورت حلالہ کے بغیر واپس نہیں آسکتی ہمارے ایک حنفی سنی نے تین طلاقیں دے دیں ہم نے مسئلہ بتادیا مگر اسنے کہا کہ غیر مقلد مولانا تو یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں رجوع کر لو میں نے کہا بھائی تم حنفی ہو تو کہنے لگا وہ بھی تو عالم ہیں اور اس نے رجوع کر کے اپنا کام چلا لیا۔ اسیطرح اگر آج ہم عام اجازت دے دیں کہ جس عالم کی پیروی کر لو جو چاہو پوچھ کر عمل کر لو تو کیا ہوگا؟ تو جہاں جسکا نفس امارہ راضی ہوگا وہ اپنے نفس امارہ کی پیروی میں نفسانی خواہشات کی تکمیل

میں وہ ویسا ہی کریگا۔ تو یہ بات غلط ہے اسلئے کہ جب ہم نے کسی ایک امام کے ایک مسئلہ کو ظن غالب کے تحت حق سمجھا تو دوسرے مسئلہ میں ناحق کی بدگمانی کرنا بالکل بے دلیل ہوگا۔ لہذا انکے تمام مسائل کو ظن غالب کی بنا پر حق ہی جانیں گے اور جب حق جان لیا تو پھر حق سے اعراض کرنا مناسب نہیں لہذا ہمیں ایک ہی امام کی تقلید کرنا ہوگی۔

☆ خوب یاد رکھیئے کہ امام اعظم کی عظمت اتنی بلند ہے جہاں ہمارا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ فقہ حنفی کے سوا اور کوئی قانون پاکستان کے مسلمانوں کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ

25-شان اولیاء

(۷ صفر ۱۹۶۳ء شب چراغاں غوث بہاؤالحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ شان اولیاء کے بارے میں فرماتا ہے

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس آیت ۶۲)

ترجمہ ☆ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکواۃ کے تمام مسائل بیان فرمائے لیکن کہیں لفظ "الا" نہیں فرمایا مگر جس وقت اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر آیا تو لفظ "الا" ابتدا میں لایا کیونکہ ہمارے ظاہراً معاملات رہن سہن میں ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کون اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور کون نہیں۔ باوجود اس اختلاط کے ان حضرات کا وہ مرتبہ ہے کہ

لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

ترجمہ ☆ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پورا کرتا ہے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳)

ترجمہ ☆ جس نے میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔

☆ معلوم ہوا یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں کہ جنکے گستاخوں کیساتھ اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرما رہا ہے اور جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ اعلان

جنگ کرے وہ کبھی بھی نجات نہیں پا سکتا۔

☆ اب ہمیں

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس آیت ۶۲)

☆ کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ کیا ان حضرات کو دنیا اور آخرت کا خوف نہیں؟ اگر کہیں کہ دنیا میں خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ "اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی" یعنی اے موسیٰ اپنے عصا کو پھینکو۔ جب عصا کو پھینکا تو وہ ایک اژدھا بن گیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے۔ (کیونکہ یہ عصا اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر تھا) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

خُذْھَا وَلَا تَخَفْ (طٰہٰ آیت ۲۱)

ترجمہ ☆ اے موسیٰ خوف مت کرو اسکو پکڑلو۔

☆ معلوم ہوا دنیا میں انبیاء کو خوف تھا اور وہ بھی مخلوق کا۔ کیونکہ اژدھا مخلوق ہے خالق نہیں۔ جب انبیاء کو اس دنیا میں مخلوق کا خوف ہے تو اولیاء کو بھی ضرور ہوگا کیونکہ انبیاء میں جہاں تک ولایت کا منصب نہ آئے نبوت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اگر کہیں کہ آخرت میں خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے متعلق فرمایا

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ (مائدہ آیت ۱۰۹)

ترجمہ ☆ جس دن اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔

☆ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسولوں کو جمع کرکے فرمائیگا کہ تم کو اپنی امت سے کیا جواب دیئے گئے تو رسول کہیں گے

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (مائدہ آیت ۱۰۹)

ترجمہ ☆ اے ہمارے مولا! ہمیں کوئی علم نہیں۔

☆ حالانکہ انکو علم ہے کہ واقعی ہم نے دنیا میں جا کر دعوت دی پھر بھی کہیں گے ہمیں علم نہیں۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے جلال کا ظہور ہوگا اسطرح عصا اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر تھا اور ہیبت اور رعب چھا جائے گا۔ تو اس جلال کو دیکھ کر رسل کرام علیہم السلام کہیں گے کہ

لَا عِلْمَ لَنَا

ترجمہ ☆ ہمیں علم نہیں۔

☆ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے سامنے کالعدم ہے۔ تو جب "رُسل" خوف سے یہ کہیں گے تو اولیاء اللہ پر بھی ضرور خوف

ہوگا۔ اگر یہ کہیں کہ خالق کا خوف نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن آیت ۴۶)

ترجمہ☆ اور جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔

☆ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ سے خوف کیا اس کیلئے دو جنتیں ہیں معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ضروری ہے لہذا معنی یہ ہوگا کہ اولیاء اللہ کو خوف "ضرر" نہیں ہوگا بلکہ خوف نفع ہوگا۔

خوف ضرر اور خوف نفع کا فرق

☆ خوف دو قسم کا ہے ایک خوف ضرر اور دوسرا خوف نفع۔ جو خوف منتج بر ضرر ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو دیتا ہے اور جو خوف منتج بر نفع ہے وہ اپنے دوستوں کو دیتا ہے اور یہ خوف (خوف نفع) باری تعالیٰ کے قرب اور معرفت کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کا مقصد حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذاریات)

☆ اور معرفت سے کوئی عبادت زائد ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ عبادت معرفت کا ہی نام ہے۔ جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنی محبت زیادہ ہوگی اور جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا قرب زیادہ ہوگا اور جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا خوف زیادہ ہوگا۔ لہذا جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنا خوف زیادہ ہوگا اسلئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَ اَعْلَمَکُمْ بِاللّٰهِ اَنَا (بخاری ص ۷)

ترجمہ☆ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنیوالا اور اللہ کی معرفت والا ہوں۔

☆ بہر کیف خوف نفع انبیاء و اولیاء کو ضرور ہے اور خوف ضرر۔ ان حضرات کو نہ اس دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی صفت مشبہ ہے۔ ولی اللہ تعالیٰ کا محب ہے اور محبت کے بھی منازل ہوتے ہیں جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی ولایت کا مرتبہ بلند ہوگا۔ ولی خدا کا عبد کامل اور محبوب کامل ہوتا ہے۔ ولی کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حدیث قدسی ہے

لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا (بخاری شریف ص ۹۶۲ ج ۲)

☆ یعنی نوافل سے اتنا قرب حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور وہ اسکی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ انسان خدا بن جاتا ہے یا خدا انسان میں حلول فرماتا ہے اگر مانیں کہ انسان خدا ہو گیا تو کفر آ ئیگا اور اگر مانیں

کہ انسان میں خدا حلول کر گیا تو شرک آ ئیگا تو اس حدیث مقدس کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وہ مظہر خدا ہو گیا ہے۔ ایسا ہی جیسا کہ سورج کے سامنے آئینہ رکھ دیں تو وہ سورج آئینہ میں نظر آ ئیگا تو یہاں نہ سورج آئینہ میں آیا اور نہ سورج آئینہ بنا بلکہ آئینہ مظہر شمس بنا۔ اسیطرح ہزار ہا آئینے سورج کے سامنے رکھ دیں تو سورج تمام میں نظر آ ئیگا تو وہ تمام آئینے مظہر شمس ہونگے۔ اسطرح بندہ بھی نوافل کے ذریعے اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے کہ مظہر خدا بن جاتا ہے بعض لوگوں نے اس حدیث کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اسکا سننا' دیکھنا' پکڑنا' چلنا خدا کی رضا کے بغیر اور خلاف شرع نہیں ہوگا جو کچھ بھی وہ کرتا ہے خدا کی رضا کے مطابق کرتا ہے۔ اسکا یہ مطلب صحیح نہیں اسلئے کہ حدیث میں ہے۔

حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الخ

☆ اس بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں محبوب بنانیکے بعد میں اسکی سمع و بصر وغیرہ ہوتا ہوں۔ اسکا یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ محبوب بنانے کے بعد وہ خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ قول و فعل خلاف شرع نہ کرنیکے بعد تو وہ محبوب بنتا ہے۔ پہلے محبوب بنے پھر خلاف شرع کام نہ کرے کیسے ممکن ہے؟ بلکہ وہ پہلے بھی اور بعد میں بھی خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ اگر مان لیں کہ وہ بندہ گناہ بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی ہو جاتا ہے اور پھر وہ خلاف شرع کام نہیں کرتا تو لازم آئیگا کہ اللہ معاذ اللہ برائیوں کو پسند کرتا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسند ہو وہ معصیت نہیں ہوسکتی لہذا نتیجہ نکلے گا کہ دنیا میں تمام انسان معصیت کرتے رہیں۔ اگر یہ مطلب لیں تو تمام انبیا و رسل کا تشریف لانا معاذ اللہ عبث ہوگا۔ حالانکہ انبیاء و رسل تو معصیت سے بچانے کیلئے آئے ہیں تو معلوم ہوا معصیت سے کوئی محبوب نہیں ہوتا اسلئے انبیاء و رسل کا تشریف لانا عبث نہیں لہذا ماننا پڑے گا کہ جب تک بندہ برائیوں سے باز نہ آئے خدا کا محبوب ہو ہی نہیں سکتا۔

☆ اب اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہوگا کہ جسکو امام فخری رازی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں ذکر فرمایا ہے امام رازی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اسکی سمع و بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو سن لیتا اور دیکھ لیتا ہے۔

☆ فیض الباری اٹھا کر دیکھ لیں اسمیں بھی یہی مرقوم ہے۔

☆ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ لوہے کو آگ میں ڈال دیں وہ لوہا آگ جیسا ہو جائے گا۔ نہ تو لوہا آگ بنا نہ آگ لوہا بنی لیکن آگ کے قرب سے اسمیں آگ کے اوصاف ظاہر ہونے لگے اسیطرح بندہ قرب الٰہی سے مظہر صفات خداوندی ہو جاتا ہے نہ بندہ خدا بن جاتا ہے نہ خدا بندہ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ اب وہ جو کچھ کرتا ہے "باذن اللہ" کرتا

ہے۔ اور من دون اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو نہ مانا جائے وہی "من دون اللہ" اور وہی شرک ہے اور جہاں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو مانا جائے وہاں "من دون اللہ" نہیں ہوتا بلکہ باذن اللہ ہوتا ہے۔ لہذا ہم من دون اللہ کی آیات کو مانتے ہیں آپ باذن اللہ کی آیات کو مان لیں۔ علاوہ ازیں "من دون اللہ" میں ماتحت الاسباب کی قید لگانا اپنی طرف سے ہے کیونکہ یہ آیت مطلق ہے اور المطلق یجری علی اطلاقہ۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے لہذا یہ آیت ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب جمیع کو شامل ہے۔ معلوم ہوا جہاں باری تعالیٰ کا اذن ہوگا وہاں من دون اللہ نہیں ہوگا بلکہ اذن الٰہی ہوگا جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ نے گواہی دی

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران آیت ۴۹)

ترجمہ☆ اور میں شفایاب کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور برص والے کو اور میں جلاتا ہوں مردے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

☆ معلوم ہوا کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا۔ برص والوں کو صحیح کرنا مردوں کو زندہ کرنا۔ باذن اللہ ہو تو "من دون اللہ" میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ "من دون اللہ" ہوتا تو یہاں بھی شرک ہوتا۔ حالانکہ اللہ ہمیں توحید سکھاتا ہے اور شرک سے بچاتا ہے۔

شبہ

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا

ترجمہ☆ فرمادیجئے میں اپنی جان کیلئے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا۔ (پ ۹ س الاعراف آیت ۱۸۸)

☆ جب نبی اپنے نفس کیلئے نفع وضرر کا مالک نہیں ہوسکتا تو اوروں کیلئے کیسے مالک ہوسکتا ہے؟

شبہ کا ازالہ

☆ "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا" تک آیۃ تو آپ نے پڑھ لی ذرا آگے "اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ" کو بھی پڑھیئے تا کہ پتہ چلے کہ حضور ﷺ اپنے نفس کیلئے کیسے نفع ونقصان کے مالک ہیں؟ ہمارا بھی یہی دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ ذاتی طور پر کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ بمشیت اللہ اور باذن اللہ ہر چیز کے مالک ہیں یہی معنی ہے مختار کل کا اور حضور سید عالم ﷺ تو خدا کی خدائی کے مختار کل ہیں اور خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کام کرنا کہ خدا فرمائے کہ یہ کام ایسے کرنا ہے اور آپ کا محبوب کہے کہ نہیں تو یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کیونکہ وہ نبی ہی کیا ہے جو خدا کے حکم کے خلاف کام کرے۔ نبی تو وہ ہے کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

ترجمہ☆ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی۔ (النجم آیت ۳ تا ۴)

☆ یعنی محبوب کا کوئی فعل خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ تمام اشیاء پر مختار ہیں لیکن باذن اللہ اور مختار ہونے کی گواہی خدا تعالیٰ نے دی ہے کہ

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

ترجمہ☆ اے محبوب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ (کوثر آیت ۱)

☆ بعض لوگ کوثر سے مراد حوض لیتے ہیں واقعی ایک حوض کا نام کوثر ہے لیکن یہاں وہ حوض مراد نہیں جیسا کہ سلطان المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انا اعطینٰک الکوثر ای الخیر الکثیر" کسی نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا کوثر سے مراد حوض کوثر ہے تو آپ نے فرمایا "ھو ایضاً من الخیر الکثیر" یعنی وہ بھی خیر کثیر میں شامل ہے اس لئے اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی کہ

الخیر الکثیر الخیر کلہ دینوی اور اخروی ہر نعمت الکوثر میں موجود ہے۔

☆ امام رازی رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

☆ یعنی اے محبوب ﷺ ہم نے جو آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو آپ اسکے بدلے میں اپنے رب کیلئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے وہ خیر کثیر دیکر واپس کر لی ہے کیونکہ جہاں موھوب لہ ہبہ کے بدلے کوئی چیز واہب کو دے دے تو واہب کی شان کے لائق نہیں کہ اس ہبہ کو واپس کرلے لہذا آپ ﷺ نماز پڑھ لیں اور قربانی کر دیں تا کہ آئندہ آنیوالوں کے دماغ سے یہ بات منقطع ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خیر کثیر دیکر واپس کر لی ہے اور پھر یہ رب العزت کی شان کے لائق بھی نہیں کہ کوئی نعمت دیکر واپس کر لے۔

شبہ

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ (الانعام آیت ۵۰)

ترجمہ☆ آپ ﷺ فرمائیں (اے مشرکو) میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔

☆ یعنی اے محبوب! کہہ دیجئے کہ میرے پاس کوئی خزانے نہیں ہیں جب کوئی خزانہ نہ ہوا تو آپ ﷺ مختار کس چیز کے ہوئے۔

شبہ کا ازالہ

☆ افسوس ہے کہ آپ ﷺ کے خطاب سے یہ سمجھ نہ پائے کہ یہ خطاب مومنین کو ہے یا کفارو مشرکین کو یہ خطاب مومنین کو ہرگز نہیں ہے بلکہ کفارو منافقین ومشرکین کو ہے کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن ہیں" یہاں کہنے کی نفی ہے ہونیکی نفی نہیں نہ کہنا اور چیز ہے اور نہ ہونا اور چیز ورنہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے پاس خزائن ہیں کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ

اِنِّی قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ

ترجمہ☆ بے شک ضرور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ (بخاری ص ۹۵۱)

شبہ

☆ یہ تو زمین کی کنجیوں کی بات ہوئی آسمان کی کنجیوں کا اثبات کرو۔

شبہ کا ازالہ

☆ حضور سید عالم ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو جبریل نے ایک سبز کپڑا پیش کیا جس میں سفید موتی تھے اور کہا کہ زمین کی کنجیاں تو آپ ﷺ کو دنیا میں مل گئی ہیں اور آسمان کی کنجیاں یہ ہیں۔ (مسند امام احمد) اور بخاری شریف میں ہے کہ

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ

ترجمہ☆ اللہ ﷻ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنیوالا ہوں اور خازن ہوں۔ (بخاری ص ۴۳۹)

شبہ

☆ اگر حضور سید عالم ﷺ خازن ہیں تو خود بھوکے کیوں رہے شکم اقدس پر پتھر کیوں باندھے۔ صحابہ قتل کیوں ہوئے حتی کہ کربلا والوں کی امداد نہ فرما سکے اور خود بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹا لینے کیلئے مشتاق رہیں۔ ایک بیٹا بھی انکو نہ دے سکے اگر قاسم وخازن ہوتے تو انکی بھی مدد کی ہوتی۔

شبہ کا ازالہ

☆ یہ کہنا کہ بی بی صدیقہ ام المومنین بیٹے کیلئے بے تاب رہیں جھوٹ اور اختراء ہے کیونکہ مال اور اولاد زینت ہیں اللہ ﷻ فرماتا ہے

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (سورہ کہف)

☆ یعنی مال اور اولاد حیوۃ دینوی کیلئے زینت ہیں اور امہات المومنین زینت کی طلب گار نہ تھیں اللہ ﷻ فرماتا ہے

اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا زِیْنَتَهَا الایہ (الاحزاب)

ترجمہ☆ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ دوں اور حسن سلوک کیساتھ تمہیں چھوڑ دوں۔

☆ یعنی اللہ ﷻ کو یہ بات ناگوار ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے صحن میں دنیا کی طلبگار رہوں بلکہ میرے محبوب ﷺ کے صحن میں وہ رہ سکتی ہے جو دنیا کی خواہش سے آزاد ہو اور میرے محبوب ﷺ کی محبت اسکے دل میں جاگزیں ہو۔ امہات المومنین کے دل میں زینت (مال اور اولاد) کی آرزو بالکل نہ تھی بلکہ آپ کے دل سرکار ﷺ کی محبت سے لبریز تھے اگر انکے دلوں میں زینت کی آرزو ہوتی تو اللہ ﷻ کبھی بھی انکو اپنے حبیب ﷺ کے صحن میں نہ رہنے دیتا۔

☆ اور یہ کہنا کہ حضور تاجدار مدنی ﷺ نے صحابہ کرام و شہداء کربلا کی امداد نہیں فرمائی یہ بھی ناسمجھی کی دلیل ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے بہت سے نبیوں کو بھیجا اور یہودیوں نے انہیں ناحق قتل کیا اللہ ﷻ فرماتا ہے

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (البقرۃ آیت ۶۱)

ترجمہ☆ اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

☆ یعنی لوگوں نے ناحق نبیوں کو قتل کر دیا اور نبیوں کا محافظ اللہ ﷻ ہے۔ اگر نبیوں کا محافظ اللہ ﷻ ہے تو کیا اللہ ﷻ اپنے نبیوں کی مدد نہ کر سکا کیا وہ انکی امداد فرمانے سے عاجز تھا اور انہیں خاموشی سے قتل ہوتے دیکھتا رہا بڑی عجیب بات ہے۔

☆ حضرات محترم! یہ تو ایسی بات ہے کہ ایک امیر مالدار آدمی سخت گرمیوں میں روزہ رکھے۔ گرمی کی شدت سے وہ نڈھال ہو جائے اور لوگ اسے طعنہ دیں کہ تو غریب ہے تجھے روٹی اور پانی میسر نہیں۔ تو یہ انکی لغو بات ہوگی دراصل روزہ کی حالت میں کھانے پینے میں رب کی رضا نہیں ہے۔ لہذا وہ خاموش ہے جہاں رب کی رضا نہیں وہاں وہ کیسے کھائے پیئے۔ اسیطرح اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زمین پر پاؤں مارتے تو حوض کوثر کے چشمے پھوٹ پڑتے لیکن وہاں رضا نہ تھی۔ اسلئے فرمایا کہ ان حضرات کو حضور ﷺ کی رضا سے شہادت نصیب ہوئی جیسا کہ بخاری ص ۶۰۳ جلد ۲ باب غزوہ خیبر پر مذکور ہے کہ حضور سید عالم ﷺ مع صحابہ خیبر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ آگے آگے نعتیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ سرکار ﷺ نے اشعار محمودہ سنے تو فرمایا یہ کون اشعار پڑھ رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! یہ عامر ہے اپنے قلب کو آپ کی محبت سے تازہ کر رہا ہے تو سرکار ﷺ نے فرمایا "یرحمہ اللہ" اور آقا ﷺ جسکے لئے بھی یہ لفظ فرماتے وہ شہید ہو جاتا تو جسوقت یہ کلمہ حضور ﷺ سے سنا تو عرض کیا "قد وجبت" حضور! آپ نے ایسا فرمایا تو واجب ہو گیا کہ یہ جنگ میں ضرور شہید ہو اور واپس ہرگز نہ آئیگا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ "لولا استعتنا" آپ ﷺ نے اسکو دنیا میں باقی نہ رکھا۔ کاش! اگر یہ دنیا میں باقی رہتا تو ہم اس سے بہت فائدے اٹھاتے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا اس بات پر یقین تھا کہ آقا ﷺ جسکو چاہیں

دنیا میں رکھیں مالک ہیں اور جس کیلئے شہادت چاہیں تو پھر بھی مالک ہیں۔ اسلئے ابن تیمیہ کو بھی کہنا پڑا اقامه الله مقام نفسه فی امره ونهیه و وعده و وعیده لہذا اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ اور ہمیں یہ سبق ملا کہ کسی شہادت نصیب ہو وہ بھی آقائی رضا سے ہے اور جہاں رضا ہو وہاں امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

☆ باقی رہا یہ کہ آقا ﷺ جب خازن ہیں تو بھوکے کیوں رہے؟

☆ اسکا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فقر اختیاری تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا (لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ) اگر میں چاہوں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلیں اور آپ نے کہا کہ حضور ﷺ کو خیر کثیر عطا کی گئی حالانکہ خیر کا تعلق معنی سے ہے جیسے حلم وکرم اور علم وغیرہ لہذا خیر سے مراد معانی ہوئے نہ کہ اعیان۔

شبه کا ازاله

☆ اسکو مخالفین بھی مانتے ہیں کہ کوثر سے مراد حوض کوثر لیا جائے اور حوض کوثر اعیان میں سے ہے نہ کہ معنی سے لہذا اسے معنی کے ساتھ مخصوص کرنا باطل ہے۔

وما علینا الا البلاغ

26-جواز نداء یا رسول الله ﷺ

☆ حضرات محترم! سورۃ یونس کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیتا ہے۔ "قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ" (آیت ۱۰۸) الناس سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان مراد ہیں۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ وہ تمام بنی آدم رسول کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے کوئی انسان غائب نہیں بلکہ آپ ﷺ سب پر حاضر ہیں۔ لہذا اگر ہم نے حضور ﷺ کو حرف یا کیساتھ پکاریں تو ہم نے غائب کو نہ پکارا بلکہ حاضر کو پکارا اور حاضر کو یا کیساتھ آواز دینا مخالفین کے نزدیک بھی جائز ہے۔ پس ندا یا رسول اللہ جائز ہوئی اور اگر وہ بنی آدم مخاطبین نبی کریم ﷺ سے غائب ہیں تب بھی ندا مذکور جائز ہوئی کیونکہ اگر ندا جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو غائبین کی ندا فرمانے کا حکم نہ دیتا یہ حکم اس امر کی دلیل ہے کہ غائب کو یا کیساتھ پکارنا جائز ہے۔ بہر نوع دونوں صورتوں میں ندا یا رسول اللہ جائز ہوئی۔ اگر کہا جائے کہ قرآن کی ندا تو قیامت تک ایک دوسرے کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتی رہے گی اور حضور سید عالم ﷺ کو ہماری ندا پہنچنے کا کونسا ذریعہ ہے تو کہیں گے کہ مومنین کی صلوٰۃ وسلام اور تمام اعمال کا آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جن احادیث

کی صحت کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ ندا اگر درود شریف کیساتھ ہے تو شامل صلواۃ ہو کر پہنچے گی ورنہ عمل تو بہر حال ہے لہذا اعمال ناموں کے ضمن میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ تک یقینی طور پر پہنچے گی۔ جب ہر حالت میں ہماری ندا کا بارگاہ نبوی تک پہنچنا ثابت ہو گیا تو جس طرح "یاایُّھَا النَّاسُ" کہنا جائز اور صحیح ہے اسیطرح یارسول اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

سائل ☆ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کرنیوالوں کے کفر میں شک کرے اور انسے میل جول رکھے اسکے بارے میں کیا حکم ہے۔

جواب ☆ ہر وہ شخص جو اللہ ﷻ اور اسکے رسول ﷺ کی توہین کرے اور انبیاء اور اولیاء کی شان میں تنقیص کرے اور صحابہ کرام ازواج مطہرات و شعائر اللہ ﷻ کی توہین کرنیوالا ہو غرضیکہ کوئی ہو اور کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہو۔ اسکو اسلام سے دور کا بھی واسطہ اور لگاؤ نہیں وہ قطعی کافر ہے اور جو شخص ایسے شخص یا آدمی کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے ایسے اشخاص سے میل جول رکھنا ممنوع ہے۔

☆ حضرات محترم! تقویت الایمان کا فتوی ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔ اسماعیل دہلوی خدا تعالی کے تمام انبیاء اولیاء صدیقین شہداء اور صالحین ماننے کا قائل نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خداوند قدوس جو خالق و مالک ہے سمیع و بصیر ہے۔ اسکے ہوتے ہوئے کسی کو ماننا خداوند قدوس کی توہین ہے۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک لڑکی کی شادی ہوئی تو اسکی والدہ نے اسکو نصیحت کی کہ بیٹی خاوند کا بڑا رتبہ ہے وہ مالک مجازی ہے۔ اسکا ہر حکم ماننا تجھ پر فرض ہے اسکے سوا کسی کو نہ ماننا لڑکی خاوند کے گھر آئی تو والدہ کی نصیحت یاد تھی۔ اسلئے شوہر کا بہت احترام کرتی تھی۔ ایک دن خاوند نے اس سے کہا کہ دیکھ یہ میرے والد محترم ہیں اور یہ میری والدہ مکرمہ ہے یہ میرے بچا ہیں اور یہ میرے دادا ہیں انکا ادب اور احترام بھی تم پر فرض ہے۔ تو وہ کہنے لگی کہ میری والدہ نے کہا تھا کہ خاوند کے سوا کسی کو نہ ماننا لہذا میں کسی شخص کو نہیں جانتی تیرے سوا ہرگز کسی کو نہ مانوں گی اب بتایئے! وہ عورت کس قدر بے وقوف ہوئی والدہ کا کہنا بالکل حق تھا لیکن اسکا مطلب یہ نہ تھا کہ خاوند جسکے ادب اور احترام کا حکم دے اسکا بھی ادب نہ کرنا۔ بلکہ مطلب فقط یہ تھا کہ جس نظر سے خاوند کو دیکھنا چاہیے اس نظر سے کسی کو نہ دیکھنا باقی جسکے ادب و احترام کا حکم دے تو ضرور بجالانا کیونکہ یہ بھی اسکی فرمان برداری میں شامل ہے۔ مگر اس نے اپنے خاوند کے کہنے کے مطابق اسکے عزیز و اقارب کا ادب نہ کیا۔ تو اس نے (گویا) اپنے خاوند کو نہ مانا۔ بلا تشبیہ و تمثیل سمجھنا چاہیے کہ اللہ ﷻ کے ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ جن مقدس ہستیوں کے ادب کرنیکا اس نے حکم دیا ہے۔ انکا بھی ادب نہ کیا جائے بلکہ خدا کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جن پاکبازوں کے ماننے کا اس نے حکم دیا ہے۔ انہیں ضرور مانا جائے۔ البتہ شرک نہ کیا جائے۔ اسلئے کہ عبدیت کے تعلقات صرف ایک ہی ذات کیساتھ قائم ہو سکتے ہیں جسکا نام پاک اللہ رب العزت ہے ہر شخص جانتا ہے کہ عورت کے جو

تعلقات اپنے خاوند سے ہوتے ہیں انمیں کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی۔ بلا تشبیہ وتمثیل بندہ کے جو تعلق اپنے معبود حقیقی کیساتھ ہیں انمیں کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی مگر جسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو منوایا ہے اسطرح نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہ مانا۔ ایک سوال اور ہے بعض لوگ کہتے ہیں مصیبت کے وقت بندوں کے پاس جانا شرک ہے۔ بس دعا کرنا چاہئے۔

☆ اسکا جواب یہ ہے یہ صحیح ہے کہ خدا کے سوا کسی کو حقیقی مددگار جاننا اور ماننا کفر و شرک ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ محبوبان حق کو ناکارہ سمجھ لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت سے بھی یہ کچھ نہیں کر سکتے دیکھو قیامت کے دن ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کی مصیبتیں اسکے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں مگر خدا کے بندے ایسی مصیبت کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت کا حال بیان کریں گے تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے

اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ

ترجمہ☆ میرے غیر کی طرف جاؤ۔

☆ تقویۃ الایمان کے فتوی کے مطابق تو آدم علیہ السلام کو فرمانا چاہئے تھا کہ "احمقو آج تک" تم شرک میں مبتلا ہو رہے ہو۔ قیامت کے دن بھی تمہیں خدا یاد نہیں رہا عجیب بندے ہو۔ اب بھی بندوں کے پاس آتے ہو۔ ارے! ہمارے پاس آنا تو شرک ہے خدا کے پاس جاؤ۔ مگر وہ غیر اللہ کا راستہ بتائیں گے۔ اسطرح عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء یہی فرماتے آئیں گے کہ غیر کیطرف جاؤ حتی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونگے اور سرکار ﷺ بھی یہ نہ فرمائیں گے کہ دنیا میں تم بزرگوں کے پاس جاتے رہے شرک کرتے رہے۔ اب قیامت کے دن بھی بندوں کے پاس آتے ہو۔ کیا تم نے تقویۃ الایمان کا فتوی نہیں سنا تھا کہ جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ میرا کیا اختیار ہے۔ جاؤ خدا تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں مگر قربان جایئے سرکار کی شان رحمت پر کہ فرمائیں گے

انا لھا

☆ یعنی اس کام کیلئے میں ہی ہوں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بندے سب سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں کیوں حاضر نہ ہوئے۔ اسلئے کہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی بارگاہ میں مصیبت کیوقت جانے کا جواز ہر نبی کی شریعت کے مطابق ثابت نہ ہوتا۔ اب تمام انبیاء کا اس امر پر اجماع ثابت ہوگیا کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے پاس جانا جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر پہلی مرتبہ دیگر انبیاء کے پاس نہ جاتے تو انکو یہ کس طرح معلوم ہوتا کہ یہ وہ کام ہے اور یہ وہ بڑی مصیبت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی بھی اس مصیبت کو نہیں ٹال سکتا بلکہ اس مصیبت کو دور کرنیوالے حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔ جن کو کہیں پناہ نہ ملے انکی پناہ گاہ حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

27-حضور سید عالم نور مجسم ﷺ دافع البلا ھیں

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (آیت ۳۳ س انفال)

ترجمہ☆ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے محبوب تم ان میں ہو۔ (اے محبوب) آپ ان میں موجود ہیں۔

☆ یعنی اے محبوب ﷺ! جب تک آپ ان کافروں میں موجود ہیں میں انکو عذاب نہ دوں گا۔ عذاب الٰہی سے بڑھ کر کونسی بلا ہے۔ حضور ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے بھی بلا کو دفع فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ☆ اے محبوب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔

☆ ظاہر ہے کہ بلا رحمت کیساتھ جمع نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا سرکار ﷺ بلاؤں کو دفع فرمانیوالے ہیں اسکے علاوہ اور بہت سی آیات موجود ہیں۔ اب ذرا احادیث کو سماعت فرمایئے۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

ترجمہ☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب ایسے بندوں کو جو میرے یاد کرنیوالے ہیں اور پچھلی رات میں استغفار کرنیوالے ہیں دیکھتا ہوں تو اپنا غضب ان سے پھیر لیتا ہوں۔ اللہ اکبر سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ آپ کے صدقہ میں وہ غضب الٰہی دفع ہو جاتا ہے۔ راوہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ☆ بے شک اللہ تعالیٰ نیک مسلمانوں کے سبب انکے ہمسایہ میں سو گھر میں سے بلا دفع فرماتا ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں یوں آیا ہے کہ

ترجمہ☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مدد نہیں کیے جاتے اور رزق نہیں دیئے جاتے مگر اپنے ضعیفوں کے سبب۔ (بخاری)

☆ اور ایک جگہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ

ترجمہ☆ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں انکے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی میں سے امان میں ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی

نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت کیا ہے یہ تو غلاموں کی شان ہے۔ آقا ﷺ کی شان کا کیا حال ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ کے خاص محبوب بندے عام بندوں کے حاجت روا ہیں اور اللہ ﷻ کے بندوں کا حاجت روا ہونا اور انکے سبب سے بلاؤں کا دفع ہونا یہ سب آقا کی نسبت سے ہے اصل کمال حضور ﷺ کا ہے۔

☆ حضرات محترم! حقیقی دافع البلا اللہ ہے اور مجازی دافع البلا سرکار دو عالم ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے صدقہ میں آپ ﷺ کے غلام بھی دافع البلا ہیں جیسا کہ آیت قرآنیہ اور احادیث نبویہ مذکورہ سے واضح ہے۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے روز روشن کیطرح ثابت ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے تشریف لا کر ہمیں نار جہنم سے بچایا نار جہنم سے بڑھ کر کونسی بلا ہے (مگر منکر کو نار جہنم سے بچایا نہیں اسلئے کہ آپ ﷺ انکے نزدیک دافع البلا نہیں جیسا ظن ہوگا ویسا صلہ ملے گا)

وما علینا الا البلاغ

28-امتناع نظیر (حصہ اول)

☆ حضرات محترم! اللہ ﷻ کے قادر مطلق ہونیکے معنی یہ ہیں کہ جو چیز حق سبحانہ وتعالی کے شایان شان ہے اسکی قدرت کے ماتحت ہے۔ اسکو ممکن کہتے ہیں اور جو چیز محال ہے یعنی نہیں ہو سکتی وہ اپنی ذات میں عیب دار اور ناقص ہونیکی وجہ سے اس قابل نہیں کہ تحت قدرت باری تعالی ہو سکے اس سے اللہ ﷻ کا عاجز ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس امر محال کا فی نفسہ خراب اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے پیشاب سے وضو نہیں ہو سکتا اس سے وضو کرنیوالے کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ پیشاب کا عیب دار اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اس امر کی صلاحیت نہیں کہ اس سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کی جائے جو باتیں شان الوہیت کے لائق نہیں۔ ان کا تحت قدرت نہ ہونا عین کمال ہے مثلاً اپنے جیسا معبود پیدا کرنا اپنی ذات کو معاذ اللہ فنا کر دینا اپنے لئے بیوی اولاد بھائی رشتہ دار بنانا اسیطرح جھوٹ بولنا حضرت محمد عربی ﷺ کی نظیر پیدا کرنا۔ ان سب باتوں کیلئے ضروری ہے کہ تحت قدرت باری تعالی نہ ہوں ورنہ اسکی توحید اسکی حیات "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" اسکا صدق اسکے حبیب ﷺ کا خاتم النبیین ہونا سب کی نفی ہو جائیگی حالانکہ ان تمام امور کا حق ہونا واجب اور ضروری ہے۔ نظیر حضرت محمد ﷺ سے مراد یہ ہے کہ وجود میں حضور سید عالم ﷺ کیطرح تمام مخلوق میں سب سے پہلے پیدا ہوا اور بعثت دینوی میں سب نبیوں کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ کائنات کی پیدائش ہو چکی اب اولیت ممکن نہیں اسیطرح تمام انبیا مبعوث ہو چکے جن میں سید عالم ﷺ بھی شامل ہیں اگر کوئی نظیر حضرت محمد عربی کی فرض کیجائے تو ہمارے آقا تاجدار مدنی ﷺ کے بعد ہی ہوگا اس صورت میں حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا مثل نبی بن کر آئے گا جو کہ محال ہے لہذا حضرت سید عالم ﷺ کا نظیر پیدا ہونا محال ہے۔ بہر نوع تاجدار مدنی ﷺ ممتنع النظیر ہیں آپ جیسا پیدا نہیں ہو سکتا رسول

اللہ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر اہل عرب بولے

ے محمد ﷺ دوسرا پیدا جہاں میں ہو نہیں سکتا

☆ بلکہ حضور ﷺ کا جس سے تعلق ہو گیا وہ بھی بے مثل ہو گیا اللہ عزوجل میں فرماتا ہے

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ

ترجمہ☆ اے نبی کی (پاک) بیویو! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں۔ (الاحزاب آیت ۳۲)

☆ یعنی اے میرے حبیب ﷺ کی بیویو! تم جہاں بھر میں کسی کی مثل نہیں ہو۔ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی ازواج مطہرات کو دنیا کی ہر عورت کے مقابلے میں بے مثل فرمایا حالانکہ وہ عورتیں تھیں اور دنیا میں اور عورتیں بھی تھیں مگر ازواج مصطفیٰ ﷺ کی کوئی مثل نہیں۔ کیوں! اسلئے کہ انکا تعلق اللہ ﷻ کے پیارے حبیب ﷺ سے ہوا کیونکہ آپ ﷺ بے مثل ہیں اسلئے آپ ﷺ کی پاک بیویاں بھی بے مثل ہوئیں۔ پس آپ ﷺ کیساتھ جسکا تعلق ہو جائے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔

شبہ

☆ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضور سید عالم ﷺ سے تعلق رکھنے والا بے مثل ہو سکتا ہے تو اسی تعلق کیوجہ سے سرکار ﷺ کی امت بھی بے مثل ہو گی اور قاعدہ ہے بے مثل، بے مثل کی مثل ہوتا ہے۔ لہذا ہم سرکار ﷺ کی مثل ہوئے۔

شبہ کا ازالہ

☆ حضور ﷺ اپنے مرتبہ میں بے مثل ہیں اور امت اپنے مرتبہ میں بے مثل ہے جسطرح قرآن میں ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران آیت ۱۱۰)

ترجمہ☆ تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کیلئے ظاہر کی گئیں۔

☆ یعنی اے محبوب ﷺ کے غلامو! تم ایسی بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے نکالی گئی ہو گویا تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو اور تم رسولوں کی امتوں میں بے مثل امت ہو۔ جیسے حضور ﷺ تمام انبیاء میں بے مثل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جب تک میں جنت میں نہ جاؤں گا کوئی نبی بھی جنت میں نہ جائیگا اور جب تک میری امت جنت میں نہ جائیگی اور کوئی امت جنت میں نہیں جائیگی۔ اب اس سے واضح ہو گیا کہ سرکار ﷺ کا بے مثل ہونا اپنے رتبہ کے لائق ہے اور امت کا بے مثل ہونا اپنے مرتبہ کے موافق ہے (واللہ اعلم)

وما علینا الا البلاغ

29-امتناع نظیر (حصہ دوئم)

☆ حضرات محترم! سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی مثل اور نظیر محال بالذات ہے اور ممتنع ٹھہری ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ اول مخلوق اور آخری مبعوث ہیں۔ اب اگر دوسرے محمد کا وجود فرض کریں تو وہ اول نہ ہوا۔ کیونکہ ابتدا خلق ہوچکی۔ جسکی واپسی عقلاً محال بالذات ہے پس اگر دوسرا ہو بھی تو اول نہ ہوگا جب اول نہ ہوا تو حضور ﷺ کی مثل بھی نہ ہوا۔ دوسرے محمد کا وجود حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی ہے جسوقت بھی اسکا وجود فرض کریں گے تو سرکار ﷺ کی خاتمیت کے عدم کو بھی ماننا پڑے گا گویا دوسرے محمد کے وجود نے حضور اکرم ﷺ کے کمال خاتمیت کو ختم کردیا تو جو شخص اپنے مقابل کے کمال کو ختم کردے وہ اسکی مثل نہ ہوگا بلکہ افضل ہوگا۔ لہذا دوسرے محمد کا وجود محال بالذات ہے۔ دوسرا محمد حضرت نبی کریم ﷺ کے کمال خاتمیت کے منافی ٹھہرا اور اس سے معاذ اللہ کلام الٰہی کا کذب بھی لازم آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کریم ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے دوسرے کا وجود اس کلام کی تکذیب کا موجب ہوگا اور کلام الٰہی کی تکذیب محال۔ لہذا دوسرے محمد کا پیدا ہونا بھی محال ہے۔ صل اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارك وسلم

وما علینا الا البلاغ

30-مسئلہ حاضر و ناظر

☆ حضرات محترم! حاضر اس وجود کو کہتے ہیں جو غائب بھی ہوسکے اور ناظر آنکھ کی پتلی سے دیکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ غائب ہوسکتا ہے اور نہ آنکھ کی پتلی سے دیکھتا ہے کیونکہ وہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے لہذا حقیقی معنی کے اعتبار سے خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے اسلئے قرآن و احادیث میں کسی جگہ اللہ تعالیٰ کا نام حاضر و ناظر نہیں آیا۔ ہاں البتہ مجازی معنی کے اعتبار سے سمیع و بصیر اور شہید کے معنی میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں۔ حقیقی معنی کے اعتبار سے حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں بلکہ اسکے حبیب ﷺ کی شان کے لائق ہے اسطرح کہ آپ ﷺ مخلوق ہونیکی حیثیت سے غائب بھی ہوسکتے ہیں اور جسمانی ہونیکی وجہ سے آنکھ کی پتلی سے بھی دیکھتے ہیں۔

☆ حضرات محترم! حاضر و ناظر ہونا دو طرح سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اپنی ذات اور وجود کیساتھ موجود ہو اور دیکھے۔ دوسرا یہ کہ ذات اور وجود ایک جگہ ہو اور اسکی نظر اور علم میں ہر چیز ہو۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی قید سے پاک ہے اگر اسکے حبیب ﷺ کو ہر زماں و مکاں میں مانا جائے تو یہ شرک نہیں اسلئے کہ شرک اسوقت ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں شرکت ہو اور ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ زماں و مکان کی قید سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اگرچہ صوفیا کرام نے ذات اقدس اور علم مبارک

دونوں کیساتھ حضور اکرم ﷺ کو حاضر و ناظر مانا ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی اور دوسری مستند کتابوں سے معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ یہ دعوی ایسے دلائل سے ثابت ہوتا ہے جسکے منکر کو ضال اور مضل نہیں کہہ سکتے۔ اسلئے ہم پہلی صورت سے قطع نظر کرتے ہوئے دوسری صورت پر کلام کرتے ہیں۔ طبرانی نے سند صحیح حدیث

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلیٰ مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلیٰ کَفِّیْ ھٰذِہٖ

ترجمہ☆ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام دنیا کو اٹھالیا اور میں اس دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اسمیں قیامت تک ہوگا سب کچھ دیکھ رہا ہوں جسطرح میں اپنی اس کف دست کو دیکھ رہا ہوں۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۹۵ طبع قدیم وطبع جدید)

☆ معلوم ہوا کہ قیامت تک ہر شے کو رسول اکرم ﷺ اپنی نظر اقدس سے دیکھ رہے ہیں۔ علماً حاضر و ناظر ہونیکا یہی معنی ہے۔ جو شخص حدیث رسول ﷺ کا انکار کرے۔ وہ گمراہ اور بے دین ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔

اَنَا اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ

ترجمہ☆ میں زیادہ قریب ہوں ہر مومن کے ساتھ اسکی جان سے۔ (کتاب الفرائض)

☆ اس حدیث پاک نے نبی پاک ﷺ کے حاضر و ناظر کے مسئلہ کو خوب حل فرمایا۔ اگر تم مومن ہو۔ تو آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا۔ تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ نبی کریم نے "بِکُلِّ مُؤْمِنٍ" کی قید لگائی ہے۔

شبہ

☆ اگر نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو معراج کی رات لامکان پر کیوں تشریف لے گئے معلوم ہوا ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے ورنہ جانے کا کیا مطلب؟

شبہ کا ازالہ

☆ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

ترجمہ☆ اور ہم اسکی شہ رگ سے زیادہ اسکے قریب ہیں۔

☆ جب اس نے نبی محترم کو لامکان پر بلایا اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ فرمایا تو اسکے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی فرق لازم نہیں آتا۔ تو آپ ﷺ کے تشریف لیجانے سے بھی آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں فرق لازم نہیں آئیگا۔ اسیطرح ارشاد

گرامی ہے

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ☆ اور یہ (نگران) رسول (خاص) تم پر گواہ ہوں۔ (البقرآیت ۱۴۳)

☆ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اوپر گواہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ اپنے نور نبوت سے تمہارے سب احوال اور اقوال سے باخبر ہیں وہ رسول ﷺ تمہارے درجات کو ایمان تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق سب کو پہچانتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب احوال اور اقوال پر حاضر ناظر ہیں اور اسلئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نامی شاہد رکھا ہے۔

زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

31-وماھوعلی الغیب بغنین کی انوکھی تشریح

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

ترجمہ☆ اور وہ غیب (بتانے) پر بخیل نہیں۔ (آیت ۲۴ س التکویر)

☆ "ھو" یعنی وہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے یا رسول اللہ ﷺ یا جبریل امین ہیں یا قرآن۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ مراد ہے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم کو غیب بتانے میں بخیل نہیں یعنی بخل نہیں فرماتا اس اعتبار سے بھی رسول اکرم ﷺ کو علم غیب عطا کیا جانا ثابت ہوتا ہے اور اگر "ھو" (وہ) سے مراد حضور سید عالم ﷺ ہیں تو معنی یہ ہونگے کہ وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ تو اس اعتبار سے بھی سرکار مدینہ ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اسلئے کہ اگر وہ غیب سے بے خبر ہیں تو اسکے بتانے میں بخل نہ کرنا کے کیا معنی ہونگے؟! اگر (ھو) سے مراد جبریل علیہ السلام مراد لیں تو پھر بھی بات وہیں آتی ہے کہ جبریل علیہ السلام غیب بتلانے میں بخیل نہیں ظاہر ہے کہ جبریل علیہ السلام بجز نبی اور رسول کے کسی کو کچھ نہیں بتاتے۔ الا ماشاء اللہ لہذا جبرائیل علیہ السلام نے جب رسول ﷺ کو غیب بتانے میں بخل نہ کیا تو قطعی طور پر حضور

سید عالم ﷺ کو علم غیب حاصل ہوا۔ اگر ھو (وہ) سے مراد قرآن ہوں تو معنی یہ ہونگے کہ قرآن غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ قرآن رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا ہے جو کہ علم غیب اپنے اندر رکھتا ہے تو بہر حال مذکورہ آیۃ کریمہ سے ہر طرح سرکار ﷺ کا علم غیب ثابت ہو گیا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

32-طلاق ثلاثہ

☆ حضرات محترم! اگر کسی نے اپنی زوجہ کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دیں تو امام اعظم کے نزدیک گو اس نے خلاف سنت کام کیا مگر طلاقیں تینوں واقع ہو جائیں گی لیکن بعض لوگ اسے ایک طلاق سمجھتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ احتیاط کس امر میں ہے اگر مطلقہ ثلاثہ سے رجوع کر لیا گیا تو جمہور علمائے محدثین و آئمہ اربعہ کے نزدیک وہ رجوع جائز نہ ہوا اور اگر رجوع نہ کیا گیا اور اس عورت نے بعد عدت کسی دوسرے سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح سب کے نزدیک جائز ہوا کیونکہ مجوزین رجوع بھی اسے ناجائز نہیں کہتے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب میں احتیاط ہے۔

وما علینا الا البلاغ

33-مسئلہ وسیلہ

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر۔ وہ غنی ہمیں کوئی چیز بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم فرشتہ کے وسیلہ سے شکل، اساتذہ کے ذریعہ سے علم، پیر و مرشد کے وسیلہ اور ذریعہ سے ایمان، مالداروں کے ذریعہ سے مال اور ملک الموت کے ذریعہ سے موت دیتا ہے غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور ہے۔ جب دنیا حقیر بغیر وسیلہ کے نہیں مل سکتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کے کیونکر مل سکتی ہے۔ قرآن اور ایمان دینے کیلئے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور حضور ﷺ اور اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقیناً مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتے ہیں اور ہمارے اعمال کا وسیلہ انبیاء اور اولیاء و علماء ہیں تو یہ حضرات وسیلہ کے بھی وسیلہ ہوئے۔ حضور سید عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے تین سو سال تک بت حرم کعبہ میں رکھے رہے۔ حضور نبی الکریم ﷺ کے دست اقدس سے خانہ کعبہ کو پاک اور صاف

کیا گیا۔ معلوم ہوا کعبہ معظمہ جو خدا کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ سرکار ﷺ کے پاک نہ ہو سکا تو ہمارے دل اس ذات کریم ﷺ کے بغیر جو (یز کی) کا فاعل ہے کیسے پاک ہو سکتے ہیں؟

وما علینا الا البلاغ

34-نسبت رسول

☆ میرے لئے بڑی مسرت اور سعادت کا موقع ہے کہ مجھے ایک عظیم روحانی بزرگ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب جو ثانی ہو کر بھی لاثانی تھے۔ انکے عرس پاک کی تقریب سعید میں انکے روحانی صاحبزادے حضرت سید علی حسین شاہ صاحب کی موجودگی میں کچھ کہنے اور کچھ سننے کا موقع مل رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے روحانی لمحات زندگی میں کبھی کبھی میسر آتے ہیں۔

عظمتوں کی اساس

☆ میرے محترم حضرت مولانا ایوب الرحمٰن صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرات صحابہ کرام ؓ کی شان اور فضیلت کے متعلق کچھ بیان کروں۔ اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرام ؓ کے فضائل کی تفصیل تو قیامت تک ہی ختم نہ ہو گی۔ البتہ اجمال کے طور پر یہ عرض کردوں کہ یہ صحابہ کرام ؓ اصحاب رسول ﷺ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھی ہیں اور کسی کی فضیلت اور عظمت کو سمجھنے کیلئے اسکی نسبت اور اضافت کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جیسے کہ "رسول اللہ" میں رسول ﷺ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ضمانت ہے عظمت رسول ﷺ کی اسی طرح صحابہ کرام ؓ کی اضافت اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سند اور ضمانت ہے عظمت اور فضیلت صحابہ کرام ؓ کی۔

مقام صحابیت

☆ فضیلت صحابہ کرام ؓ سے متعلق صرف ایک بات عرض کردوں کہ تمام جہانوں کے اغواث، ابدال، اقطاب، صلحاء، نقباء، عرفا اور تمام عابدین، عارفین، متقین، مومنین، صالحین اور اولیاء کاملین جمع ہو جائیں اور ان میں سے کسی نے سرکار ﷺ کا جمال پاک اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنی حیات ظاہری میں نہ دیکھا ہو مگر سینکڑوں برس انہوں نے اتقاء اختیار کیا ہو، سینکڑوں برس انہوں نے شب بیداری سے کام لیا ہو، راتوں کو جاگ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو اور ان میں روزے رکھے ہوں، حج کیئے ہوں، زکواۃ دی ہو اور کوئی نیکی بھی نہ چھوڑی ہو مگر خدا کی قسم! اسکے باوجود یہ سب مل کر بھی ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے لئے سجدے کرنیکا وہ ثواب نہیں رکھا جو ایمان اور محبت کیساتھ مصطفیٰ ﷺ کے

دیکھنے کا ثواب رکھا ہے۔ بخاری شریف میں حدیث ہے۔ حضور سید عالم ﷺ غزوہ احد میں جلوہ فرما تھے اور ایک مشرک جس کے چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں کھاتا ہوا آ رہا تھا۔ اللہ ﷻ کی حکمت شامل حال ہوئی اور اسکی نگاہ جمال نبوت پر پڑی۔ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات مقدسہ تو منبع فیوض و برکات ہے چنانچہ اسکی نگاہ جمال مصطفیٰ ﷺ پر جب پڑی تو دل کی گہرائیوں میں اتر گئی اور وہ کہنے لگا

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ

☆ سرکار آپ ﷺ مجھے بتایئے کہ پہلے آپ ﷺ کے دشمنوں سے لڑوں؟ کہ پہلے آپ ﷺ پر ایمان لاؤں اور کلمہ پڑھوں؟

☆ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ

☆ تو پہلے ایمان لا اور کلمہ پڑھ اور پھر جہاد کر۔

☆ دوسری بات اس نے یہ پوچھی کہ اگر میں آپ ﷺ کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے قتل ہو جاؤں تو میرا ٹھکانا کہنا ہوگا؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

☆ تیرا ٹھکانا جنت ہوگا یعنی تو سیدھا جنت میں جائے گا۔

☆ یہ سن کر کھجوریں اس نے پھینک دیں فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لایا' تلوار سنبھالی اور کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ ﷺ۔ سرکار ﷺ کی نگاہ پاک اس شخص کی لاش پر جب پڑی تو حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا

☆ اس شخص نے عمل تو تھوڑے کیے مگر ثواب بہت پا گیا۔

☆ یہ تو بخاری شریف میں ہے اور یہی روایت طرق متعددہ سے دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ مسند ابو یعلی سنن ابو داؤد اور مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

☆ اسے دیکھو! اسلام لایا' ایک سجدہ کرنا نصیب نہیں ہوا اور سیدھا جنت میں چلا گیا۔

☆ اور بات بالکل سچی ہے ایک سجدہ کرنا نصیب نہیں ہوا نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کا تو اسے موقع ہی نہیں ملا' نہ حج کرنے کا موقع ملا نہ زکوٰۃ دینے کا لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایمان لانے کے بعد اس نے اپنی محبت بھری نگاہوں سے سرکار ﷺ کو دیکھا یا نہیں دیکھا؟ ہاں دیکھا۔ ﷺ۔ سارے غوثوں قطبوں کو جمع کر لو سب کا اتنا مرتبہ نہیں جتنا اس اکیلے شخص کا مرتبہ ہے میں کہتا ہوں کروڑوں اغواث و اقطاب کی فضیلت اسکے آگے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اسلئے کہ مصطفیٰ ﷺ کا جمال پاک اسنے محبت

وایمان کیساتھ اپنی حیات ظاہری میں اپنی نظروں سے دیکھا اور خدا نے سجدوں کا وہ ثواب نہیں رکھا جو ایمان ومحبت کیساتھ اپنے محبوب ﷺ کو دیکھنے کا رکھا ہے تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ؓ جیسی عبادت تو کوئی بجالا ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ انکی عظمت و فضیلت کی ضمانت وہ اضافت ونسبت ہے جو ذات رسول ﷺ کیطرف ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام ؓ اور اہل بیت سے عداوت

☆ یہاں اتنی بات اور عرض کردوں کہ جن لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام ؓ سے کوئی بغض ہے تو وہ سمجھ لیں کہ یہ بغض صحابہ کرام ؓ سے نہیں بلکہ اس ذات پاک سے ہے جن کیطرف انکی نسبت ہے اور جنکی صحبت انکو حاصل ہے اور یہی بات میں اہل بیت اطہار کے بارے میں کہوں گا کہ حضور سید عالم ﷺ کی آل پاک ہی مضاف ہے رسول پاک ﷺ کی ذات کی طرف اور اس آل رسول ﷺ کی عظمتوں کی ضمانت ہی اضافت ونسبت رسول ﷺ ہے اور صحابہ کرام ؓ کی عظمت کی ضمانت بھی وہ نسبت رسول ہے۔ ہم آل پاک کو اسلئے مانتے ہیں کہ وہ آل رسول ﷺ ہیں اور صحابہ کرام ؓ کو بھی اسلئے مانتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول ﷺ ہیں۔

مسئلہ باغ فدک۔ ایک غلطی کا ازالہ

☆ عزیزان گرامی! اگر آپ اجازت دیں تو ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کردوں بعض لوگوں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ پر طعن کیا اور بعض نے سیدنا فاروق اعظم ؓ کو نشانہ بنایا اور کہا کہ دیکھئے! ان حضرات نے اہل بیت کی حق تلفی کی اور باغ فدک حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرا ؓ کو نہیں دیا حالانکہ انہوں نے اسکا مطالبہ بھی کیا اور جو اہل بیت کو انکا حق نہ دے بتائے وہ کون ہے؟

☆ میں ایسے حضرات سے پوچھتا ہوں کہ تم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کی ذات مقدسہ کے بارے میں یہ تصور کیسے کرلیا کہ وہ حدیث رسول ﷺ سن کر حدیث سنانیوالے پر ناراض ہو جائیں؟ کیونکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ نے تو یہ حدیث پاک سنائی۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ (بخاری ج ۲ ص ۵۷۶)

☆ تو پھر حدیث سن کر کیا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ نے حدیث کا انکار فرمایا اور یہ کہا کہ یہ میرے والد ماجد حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بے شک رسول مقبول ﷺ نے فرمایا

☆ تو بتائے یہ کہنا کسقدر غلط ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزھرا ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے محض اس وجہ سے ناراض ہوگئیں اور وصال تک انہوں نے حضرت صدیق اکبر ؓ سے کلام ہی نہیں کیا کیونکہ انہوں نے باغ فدک نہ دے کر اور یہ حدیث سنا کر حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرا ؓ کی حق تلفی کی تھی۔ نعوذ باللہ۔

☆ میرے عزیزو! میں یہاں عرض کردوں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے یہ الفاظ قیامت تک آفتاب سے زیادہ

چمکتے رہیں گے کہ

وَاللّٰہِ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ (بخاری ج ۲ ص ۵۷۶)

☆ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی قرابت میرے نزدیک میری قرابت سے بہت زیادہ عزیز ہے۔

☆ اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ پر کروڑوں رحمتیں ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تو ارشاد فرمایا کہ۔ میری قرابتیں قربان ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی قرابت پر۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ سیدنا فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تو آپس میں کوئی ناراضگی باقی نہ رہی لیکن آج لوگ ان پر ناراض ہیں۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہیں۔ اس لئے نہیں کہ میں نے حدیث رسول ﷺ ان کو سنائی ہے بلکہ اس لئے کہ میرا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مولائے کائنات حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساتھ لیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قاصد بنا کر یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ عرض کر دیں کہ

''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی پاک طیبہ وطاہرہ بیٹی کے مقدس دروازے پر
ان کا بوڑھا غلام حاضر ہے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹی راضی
نہیں ہو نگی ابوبکر دروازے سے واپس نہیں جائے گا'' رضی اللہ عنہ۔

☆ حدیث پاک میں آتا ہے کہ

حَتّٰی رَضِیَ فَرَضِیَتْ

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔

☆ وہ تو سب راضی ہو گئے لیکن یہ آج تک ان پر ناراض ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ ناراض تھی بھی نہیں، وہ تو صرف اجتہاد کے اختلاف کی بناء پر بتقاضائے بشریت کچھ کبیدہ خاطر تھیں کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اجتہاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے کچھ مختلف تھا اور اس قسم کے اجتہادی اختلاف کی بناء پر انبیاء کرام میں بھی اس قسم کی کبیدہ خاطری وقتی طور پر پیدا ہو جاتی تھی اور اگر یہ وہاں کسی سزا کا مستوجب نہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں کیوں کر سزا اور طعن کا باعث ہو سکتا ہے؟

☆ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کے حوالے کر کے طور پر تشریف لے گئے اور جب

واپس آئے تو دیکھا کہ قوم بچھڑے کی پوجا میں مبتلا تھی۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو جلال میں آ گئے ابھی حضرت ہارون علیہ السلام کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکی داڑھی پکڑ لی اور انکے سر کے بال نوچ لیئے حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کیا!

☆ حضور! میری داڑھی نہ پکڑیئے میرے سر کے بال نہ نوچیے۔

☆ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال رفع ہوا۔ آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں یا نہیں؟ تو اس وقتی ناراضگی کی بناء پر کس پر فتویٰ لگائیں گے آپ؟ حضرت ہارون علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر؟ بات اتنی سی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محض اجتہادی طور پر یہ سمجھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی غلطی ہے حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی واقعی کوئی غلطی نہ تھی چنانچہ جب معاملہ صاف ہوا تو دونوں میں کوئی ناراضگی نہ رہی۔

اہل سنت کا عقیدہ

☆ میرے عزیزو! میں فقط اتنی سی بات عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سنی آدمی ہوں اور میرا عقیدہ اہل سنت کا عقیدہ ہے آپ یہ سن لیں کہ بعض لوگ سنی ہو کر بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں سنی ہوں اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ سید عالم حضرت محمد ﷺ کے بعد سرکار کی امت میں سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں انکے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں انکے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور اسی ترتیب خلافت کے مطابق ترتیب فضیلت کا قائل ہوں رہا احب ہونا تو باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے یہ ہو سکتا ہے کہ اہلبیت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ ہو کیونکہ احب ہونا اور بات ہے اور افضل ہونا اور بات ہے۔ مسئلہ آپ لوگوں کے ذہنوں کے قریب لانے کیلئے مثال دیتا ہوں۔

☆ شاہ عبدالغنی نے فرمایا کہ ایک بوڑھا باپ تھا اور اسکا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بیٹا معمار کا کام کرتا تھا۔ گرمی کے دن تھے باپ نے انتظار کیا کہ بیٹا آئے تو اسکے ساتھ کھانا کھائے لیکن بیٹے کو ذرا دیر ہو گئی باپ نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سخت دھوپ میں دیوار بنانے کا کام کر رہا ہے۔ باپ نے کہا بیٹے اتر آؤ! کیونکہ تمہارا وقت تو پورا ہو چکا ہے۔ مگر بیٹے نے کہا ابا جان ذرا سا ٹھہر جائے تھوڑا سا کام باقی ہے میں ابھی آ جاتا ہوں۔ بوڑھے باپ سے برداشت نہ ہوا کہ اسکا بیٹا سخت دھوپ میں کام کرتا رہے وہ گھر گیا اور اپنے بیٹے کے چھوٹے بیٹے کو لے کر دھوپ میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ میرا چھوٹا بیٹا بھی ان کی گود میں دھوپ میں جل رہا ہے تو اوپر سے کہنے لگا!

☆ ابا جی! اسے تو گھر پہنچا دو۔

☆ بوڑھے باپ نے کہا بیٹے! اگر تجھ سے اپنے بچے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تو مجھ سے تیری تکلیف برداشت نہیں

ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فوراً نیچے اتر آیا۔

☆ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ نوجوان بیٹے کے نزدیک باپ افضل تھا یا بیٹا؟ یقیناً باپ افضل تھا لیکن ایمان سے کہنا احب کون تھا؟ معلوم ہوا افضل ہونا اور بات ہے اور احب ہونا اور بات۔ ثابت ہوا کہ اہل بیت سے محبت رکھنا یہ رفض نہیں ہے بلکہ سرکار ﷺ کے صحابہ سے ادنی سا بغض رکھنا یہ رفض ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ حُب کمال ہے اور بغض عیب ہے۔ محبت جنت کی دلیل ہے اور بغض دوزخ کا راستہ ہے۔ محبت کسی کی جتنی ہی ہو محبوب ہے پسندیدہ ہے۔ اس میں عظمت ہے، برکت ہے، سعادت ہے، محبت کتنی ہی ہو نعمت ہے اور بغض ذرا سا بھی تو وہ لعنت ہے۔

☆ بس اتنی سی بات سمجھ لیں کہ اہل بیت اطہار کے بارے میں بھی یہی بات ہے اور صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ اہل بیت ﷺ کا بغض مومن کے اندر پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام ﷺ کا بغض مومن کے اندر آ سکتا ہے چنانچہ اہل بیت ﷺ کی محبت جتنی بھی ہو عین ایمان ہے اور صحابہ کرام ﷺ کی محبت جتنی بھی ہو عین ایمان ہے۔

☆ خداوند کریم سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صحابہ کرام ﷺ اور اہل بیت اطہار ﷺ کے بغض سے بچائے۔ آمین۔

رحمت الٰہی

☆ حضرات مکرم! حضور سید عالم ﷺ باعتبار نورانیت وروحانیت کے، کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہیں یعنی کائنات کی کوئی چیز آپ ﷺ کی نورانی اور روحانی تجلی سے خالی نہیں۔ آقا دو عالم ﷺ کا تعلق تمام اشیاء سے ہے جس کا معنی حاضر و ناظر ہے۔

شبہ

☆ اگر حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہو تو آپ ﷺ نے ہجرت کیوں فرمائی اور معراج کیوں کی کیونکہ انسان وہاں جاتا ہے جہاں پہلے نہ ہو اور پھر خلافت کا کوئی معنی بھی نہیں رہتا کیونکہ بادشاہ کے ہوتے ہوئے بھی تخت پر بیٹھنے کا تصور قائم نہیں ہوتا۔

شبہ کا ازالہ

☆ ہجرت فرمانا یا معراج فرمانا یا خلافت کے احکام کا جاری ہونا جسمانیت کے اعتبار سے ہوتا ہے اسطرح امامت کا مسئلہ رہا کیونکہ امام وہ ہوتا ہے جو مع الجسد موجود ہو فقط روح امام نہیں بنتا اور ہمارا حاضر و ناظر ماننا روحانیت کے اعتبار سے ہے جو رسالت کا اقرار کرتا ہے اسے یہ ماننا پڑے گا کہ مرسل علیہ کیساتھ علمی عملی رابطہ قائم ہو اور ظاہر ہے کہ ہمارے آقا ﷺ جمیع اشیاء کیطرف رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ کا علمی اور عملی رابطہ قائم ہو تو جب یہ رابطہ قائم ہوا تو آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا بھی خود بخود واضح ہو گیا۔ حاضر و ناظر ہونا دو طرح کا ہوتا ہے۔

☆ ایک تو یہ کہ اپنی ذات اور وجود کے ساتھ ہر جگہ موجود ہو۔

☆ دوسرا یہ کہ ذات اور وجود ایک جگہ ہو اور اسکی نظر اور علم میں ہر چیز ہو۔

☆ رہا تصرف کہ جہاں چاہے ذات اور وجود کیساتھ موجود ہو جائے۔

شبہ

عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ " میں حصر ہے کہ بغیر اللہ تعالٰی کے کسی کو علم غیب نہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ "مفاتیح" مفتاح کی جمع ہے اور مفتاح کا معنی ہے کنجی اور کنجی وہاں ہوتی ہے جہاں تالا ہو جہاں تالا نہ ہو وہاں کنجی کا خیال بھی قائم نہیں ہوتا اور تالا وہاں ہوتا ہے جسکو کبھی کبھی کھولا بھی جائے۔ جو ہر وقت کھلا ہو وہاں تالے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ غیب کے خزانوں کو تالے لگے ہوئے ہیں اور کنجیاں اللہ تعالٰی کے پاس ہیں۔ اللہ تعالٰی جب ان خزانوں کو کھولتا ہے تو کس پر کھولتا ہے؟ اگر اللہ تعالٰی اپنے اوپر کھولتا ہے تو ان خزانوں کو کھولنے سے پہلے اللہ تعالٰی کو علم نہیں ہوتا گویا اللہ تعالٰی ان تالوں کا محتاج ہے اور اگر غیروں پر کھولتا ہے تو وہ غیر کون ہیں؟ وہ "رسل" ہیں کیونکہ وہ تمام خلق سے برگزیدہ ہیں

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (س جن آیت ۲۷۔۲۶)

ترجمہ ☆ وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے انکے جن سے وہ راضی ہو جائے جو اسکے رسول ہیں گا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ ☆ اور اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کرے۔ ہاں اللہ تعالٰی چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ (س آل عمران آیت ۱۷۹)

☆ یعنی اللہ تعالٰی غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسکو چن لے۔ اگر آیت کا مطلب وہی ہوتا جسکو مخالف بیان کرتے ہیں تو حضور ﷺ صحابہ کے سامنے اعلان کر دیتے کہ میرے پاس کوئی خزانے نہیں ہیں بلکہ فرمایا

اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَفِىْ رِوَايَةٍ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

ترجمہ ☆ خزائن الارض کی کنجیاں میرے پاس ہیں (بخاری شریف ج دوم ص ۵۸۵ و ص ۶۲۸ اور مسلم شریف ج اول ص ۱۹۹)

☆ اب اس کا کیا جواب دو گے؟ معلوم ہوا آیت کا مطلب تم نے سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ "عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ " میں ذاتی حصر کا ذکر ہے اور " اعطیت مفاتیح الارض " میں عطائی کا بیان ہے۔

☆ حضرات محترم! مسلم شریف کی حدیث ہے

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

ترجمہ☆ تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرہ لگاتے پھرتے تھے یا محمد ﷺ یارسول اللہ ﷺ یا محمد ﷺ یارسول اللہ ﷺ۔ (مسلم شریف ج دوئم ص ۴۱۹)

☆ اس حدیث مقدسہ سے بات متشرح ہوتی ہے کہ یارسول اللہ کہنا جائز بلکہ سنت صحابہ ﷺ ہے اگر کوئی اسکے خلاف کرے تو پہلے اس حدیث مقدسہ کے الفاظ کو مٹائے وہ ان الفاظ کو مٹا نہیں سکتا تو یارسول اللہ کہنے سے بھی نہیں روکنا چاہیے۔

شبہ

☆ اور جب دعا مانگتے ہیں تو پھر "یا اللہ یا اللھم" کہتے ہیں تو یہ تفاوت کیوں؟

شبہ کا ازالہ

☆ جب حدیث پاک میں یارسول اللہ کہنا مذکور ہو گیا اور یہ صحابہ ﷺ کی سنت ہو گئی اور نعرہ تکبیر میں بھی سنت متواترہ سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا ثابت ہو گیا۔ تو اعتراض کس بات پر۔ اب رہا "یا اللہ یا اللھم" تو ذرا سوچنے کی بات ہے کہ یا (نداء) کیساتھ مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے تو جس وقت ہم دعا میں "یا اللہ یا اللھم" کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ عزوجل ہم سے غافل ہوتا ہے اور یا کیساتھ ہم اسکو متوجہ کرتے ہیں کیونکہ باری تعالیٰ پر غفلت طاری نہیں ہوتی۔ وہ ان جیسے امور سے پاک اور منزہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ عزوجل اپنی رحمت کا جتنا ہم چاہتے ہیں اتنا ہی ہماری طرف مبذول فرمادے" اور ظاہر ہے کہ رحمت ہمارے آقا ﷺ ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

☆ اور دوسری جگہ ہمیں سبق دیا کہ

لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ

ترجمہ☆ میری رحمت سے ناامید نہ ہو بلکہ میری رحمت کا طلب گار رہو۔

☆ جب یا اللہ کا مطلب بھی یہی ہوا کہ تیری رحمت ہماری طرف زیادہ متوجہ ہو اور وہ رحمت حضور ﷺ ہوں تو گویا یا اللہ کہہ کر آقا ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یا اللہ کہنا جائز ہو اور یارسول اللہ کہنا ناجائز ہو؟ حالانکہ یارسول اللہ کہنا "لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ" کے تحت رحمت کی پکار ہے۔ جسکی طرف خود باری تعالیٰ اذن فرما رہا ہے کہ اگر میرا تقرب چاہتے ہو تو میری رحمت کے دامن میں آجاؤ جب یہ ثابت ہوا کہ یا اللہ اور یارسول اللہ کا مطلب ایک ہے تو پھر بھی

یارسول اللہ کہنے سے روکنا بغیر عداوت کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

دوقومی نظریہ

☆ حضرات محترم! سب سے پہلے اور مقدم کونسا نظریہ ہے۔ کانگریس نے اپنا پہلا اور مقدم نظریہ وطن کو سمجھا اور مسلمانوں نے اپنا پہلا اور مقدم نظریہ مذہب کو جانا ہماری آزادی کا موجب فقط مذہب ہے کیونکہ انہوں نے اپنی آزادی کا موجب وطن کو جانا انکے وطن کیجانے کے بعد انکی آزادی بھی گئی مگر مسلمانوں کی آزادی کا موجب مذہب ہے تو مذہب چھوڑنے سے انکی آزادی چلی جائے گی بلکہ مقید ہو جائیں گے یہ تو ایسا ہے کہ کوئی شخص درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر تنے کو کاٹنا شروع کردے تو یقیناً وہ ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے گا۔ تو ایسا شخص اپنی بنیاد کو خود خراب کر رہا ہے ہماری آزادی کی بنیاد مذہب ہے اور ہمارے مذہب کی بنیاد اور حقیقت حضور کریم ﷺ ہیں اور جو حضور ﷺ کا غدار ہو گا وہ اسلام کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اسلام اور سائنس

☆ مجھے کسی شخص نے کہا کہ سائنس تو بہت ترقی پر ہے اور اسلام جہاں تھا وہیں ہے اسکی تو کوئی ترقی نہیں۔ میں نے کہا جسکو تم ترقی کہہ رہے ہو وہی تو تنزلی ہے ہلاکت اور بربادی ہے۔ سائنس والے اس کوشش میں ہیں کہ ایسے آلات تیار کیئے جائیں کہ جب چاہیں جہان کو ان واحد میں تباہ کردیں۔ تو یہ تباہی اور موت ہے۔ اور اسکے برعکس اگر حیاۃ لینی ہے تو میرے آقائے مدنی تاجدار حرم ﷺ کے در پر آجائے اور حیات ابدی حاصل کرلے کیونکہ جو بھی آپ ﷺ کے دامن میں آیا حیات ابدی پا گیا اور کفار جو آپ ﷺ سے وابستہ نہیں ہوئے انکے لئے اللہ ﷻ نے فرمایا

اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ

ترجمہ☆ بے شک آپ نہیں سناتے مردوں کو اور نہیں سناتے بہروں کو پکار جب وہ پیٹھ پھیرے جا رہے ہوں۔

☆ یعنی وہ مردہ ہیں اگرچہ چلتے پھرتے ہیں دنیا میں مسلمانوں جیسے معاملات کرتے ہیں اور مومن اگرچہ قبر میں ہے لیکن پھر بھی زندہ ہے کیونکہ وہ سرکار ﷺ کے دامن میں ہے ایک شخص خواب میں مناسک حج ادا کر رہا ہے تو ان احکام میں سائنس کی رسائی نہیں ہوسکتی کیونکہ سائنس کا تعلق مادہ سے ہے اور احکام الٰہی کا تعلق (روح) مذہب سے ہے۔ جہاں مادہ ختم ہوتا ہے وہاں سے روح کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے موٹر اور ہوائی جہاز۔ انکی کبھی بھی ٹکر نہیں ہوئی۔ موٹر کی ٹکر موٹر سے گاڑی کی ٹکر گاڑی سے ہوجاتی ہے کیونکہ دونوں زمین پر چلنے والی ہیں سائنس کی مثال بھی موٹر جیسی ہے (کبھی کبھی انکے نظریات

میں بھی ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے) لہذا کبھی نہیں ہوسکتا کہ موٹر جہاز سے ٹکرائے اسطرح کبھی نہیں ہوسکتا کہ سائنس اسلام کا مقابلہ کرے یا کر سکے۔ بلکہ سائنس کی رسائی اسلام کی ابتدا تک بھی نہیں اور اسلام کا مبدا توحید "لاالہ الا اللہ" ہے توحید کا ذریعہ رسالت ہے تو جب رسالت کا دامن نہ پکڑا جائے تو توحید سمجھ نہیں آسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب قبر میں سوال ہوگا کہ "من ربك" تیرا رب کون ہے؟ تو مومن کہے گا "ربی اللہ" میرا رب اللہ ﷻ ہے۔ تو بات اسی پر ختم نہ ہوگی فرشتے پھر پوچھیں گے "من دینك" تیرا دین کیا ہے تو کہے میرا دین اسلام ہے۔ ان دو سوالوں پر نجات نہ ہوگی کیونکہ اسلئے کہ اللہ ﷻ کو ماننے کا دعوی کرنیوالے تو ہزاروں ہیں اور مختلف ادیان کے پیروکار بھی ہزاروں ہیں انکو کیا رسالت مآب ﷺ کے ساتھ بھی انکا تعلق ہے؟ تو جب تک حضور ﷺ کی پہچان نہ ہوگی "ربی اللہ" کہنا اسکو فائدہ نہ دے گا اسکی نجات نہ ہوگی۔ بلاشبہ اصل مقصد توحید ہے لیکن توحید (خالص) حاصل کرنیکا ذریعہ رسالت ہے۔ تو فرشتہ جسوقت کہے گا کہ "ماتقول فی حق هذا رجل" یعنی تو اس رجل مقدس کے بارے میں کیا کہتا ہے کیا تو اسکو پہچانتا ہے یا نہیں تو مومن پہچان لے گا کہ یہ میرے آقا ﷺ ہیں اور کہے گا "هذا محمد رسول الله ﷺ" اگرچہ مومن نے دنیا میں اپنے آقا ﷺ کی زیارت نہیں کی اور کافر جیسے ابو جہل اور ابولہب ہیں بارہا دیکھا ہے وہاں نہ پہچان سکیں گے کیونکہ لعنت کفر نے انہیں اندھا کردیا ہے۔ تو یہاں قلب کی آنکھ کی ضرورت ہے۔ مومن کا قلب نور معرفت سے منور ہوتا ہے اسلئے پہچان لیتا ہے اور کافر کا دل ظلمت کفر کی سیاہی سے سیاہ ہوتا ہے اسلئے نہیں پہچان سکتا اور یہ پہچان اور نور معرفت حاصل کرنا محبت سے ہے اسلئے سرکار ﷺ نے فرمایا

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری ج ۱ ص ۶)

ترجمہ☆ تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ زیادہ پیارا نہ جانے آپ ﷺ کو اپنے آپ سے اور اپنے والدین سے اور اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے۔

☆ لہذا ایمان حضور ﷺ کی محبت ہے اور ایمان کی بنیاد حضور ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کی محبت کے نشان صوم وصلواۃ اور حج و زکواۃ وغیرہ ہیں۔

شبہ

☆ بخاری شریف میں ہے

سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الدِّیْنِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ الْقُراٰنُ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یُحَقِّرُ اَحَدُکُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ (بخاری مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۵۳۵/۲۸)

ترجمہ☆ یعنی ایک زمانہ آئے گا اور اس زمانہ میں ایک قوم ہوگی بہت نمازیں پڑھیں گے اور لوگ اپنی نمازوں کو انکی

نمازوں کے سامنے حقیر جانیں گے اوروہ لوگ قرآن بہت اچھا پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا انکی مسجدیں کھچا کھچ بھری ہوئی ہونگی مگر ہدایت سے خالی ہونگی اوروہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے۔

شبہ کا ازالہ

☆ ابوداؤد شریف میں ہے

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

ترجمہ☆ جہاں محبت ہوگی وہاں محب محبوب کے عیوب دیکھنے سے اندھا اور سننے سے بہرہ ہوجائیگا۔

☆ اورامام بخاریؒ نے ''الادب المفرد'' میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محبت والی آنکھ محبوب کے عیب دیکھنے سے ہوتی ہے اور محبت والا کان محبوب کے عیب سننے سے بہرہ ہوتا ہے اور یہ بات تو وہاں ہے جہاں محبوب میں عیوب ہوں اور وہ محبت کو نظر نہیں آتے اور جو محبوب بے عیب ہو اور جو سرتا پا محمد ہو اور پھر اسکے اندر عیب نکالے جائیں تو یہ کتنا غضب ہے اور عیب نکالنے کے بعد پھر اپنے آپ کو محب بھی کہلوائے اور مومن ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ دعوی بغیر دلیل کے غیر سموع ہوتا ہے۔ لہذا مومن کہلوانا بغیر دلیل کے غیر مسموع ہوگا اور جہاں خدا رسول کی محبت ہوگی وہاں خدا کا خوف ہوگا اور جہاں خوف الہی ہو وہاں معرفت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اولیاء اکرام خوف الہی کا مرکز ہوتے ہیں اور جہاں خدا کا خوف نہ ہو وہاں انسانیت نہ ہوگی اسیطرح خدا کے ماننے بغیر انسانیت حاصل نہیں ہوگی اور خدا پر اعتماد ہو نہیں سکتا جہاں تک نبی پر اعتماد نہ ہو کیونکہ نبی کے کہنے سے تو ہم نے خدا کو مانا لہذا جسکے اندر خوف ہے اسکے اندر معرفت بھی ہے اور معرفت خوف سے پیدا ہوتی ہے جیسے بغیر وردی کے اگر کوئی چور کو پکڑنا چاہے تو چور بلا خوف لڑنے لگے گا اور اس سے نہیں ڈرے گا کہ یہ غیر حکومتی آدمی ہے اگر کوئی شخص سپاہی کی وردی میں چور کو پکڑنے لگا تو چور خوف زدہ ہوجائیگا کہ یہ حکومت کا آدمی ہے قید کردے گا کہ معرفت تھی کہ یہ حکومت کا آدمی ہے تو خوف زدہ ہوا معرفت نہ تھی تو نہ ڈرا معلوم ہوا جہاں معرفت ہے وہاں خوف ہے اور یہ خوف تمام برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ کنز العمال ج اول ص ۲۶۷ میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور یحی بن عمر خذاعی تابع کا ایک کوچہ سے گذر ہوا تو وہاں سے ایک عورت نے دیکھا تو وہاں سے ایک خوبرو نوجوان عورت نے اپنی کنیزہ کی مدد سے بہت مکروحیلہ کے ساتھ اپنی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی اور آپ ﷺ اسکے قریب ہوئے تو فوراً یہ آیت یاد آ گئی

''اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ''

ترجمہ☆ بے شک وہ لوگ جو اللہ سے ڈریں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھوتا ہے وہ فوراً خبردار ہوجاتے ہیں تو اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

☆ جیسے ہی یہ آیت یاد آیت تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ ﷺ کے والد اٹھا کر گھر لے آئے۔ ذرا ہوش آنے پر والد نے بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی۔ تمام حالات بتانے لگے تو وہی آیت یاد آئی اور پھر بے ہوش ہو گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رات کا موقع تھا۔ تعجیل میں رات ہی کو تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ امیر المؤمنین ﷺ امور خلافت میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ کو خبر نہ دی گئی صبح آپ ﷺ کو علم ہوا آپ ﷺ تعزیت کیلئے تشریف لائے اور آپ ﷺ کی قبر پر تشریف بھی لیے گئے قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا

يَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ يَاعمر قد اَعْطَانِيْهِمَا رَبِّىْ فِى الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ (شرح الصدور)

ترجمہ☆ اے فلاں جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ جوان نے قبر سے آواز دی اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا فرمائی ہے۔

☆ یعنی اس سے ثابت ہوا کہ قبر پر کھڑا ہو کر پکارنا شرک نہیں بلکہ طریق فاروقی کو زندہ کرنا ہے۔

شبہ

☆ ممکن ہے حضرت یحیٰ بن عمرو خذاعی کو زندہ قبر میں دفن کیا گیا ہو اس لئے انہوں نے یہ جواب دیا ہو۔

شبہ کا ازالہ

☆ اگر بالفرض وہ زندہ درگور کیے گئے تو وہ قبر میں جا کر زندہ کیسے رہے اور دو جنتیں اس کیلئے مل گئیں کیا زندہ کو جنت مل جاتی ہے اور پھر امیر المومنین ﷺ کو یہ کیوں نہ کہا گیا کہ میں زندہ درگور کیا گیا ہوں مجھے باہر نکالا جائے باقی رہا یہ کہ جب ہم مزارات اولیاء پر جاتے ہیں فریاد کرتے ہیں تو کوئی جواب نہیں ملتا تو میں عرض کروں گا وہ سننے والے فاروق اعظم ﷺ تھے اگر تم سننا چاہتے تو ان جیسی صفات پیدا کرو کہاں ہم کہاں فاروق اعظم ﷺ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگر تم اہل ہو گئے تو یقیناً سنو گے لیکن گناہ حجاب بن گئے اسلئے محجوب ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عيسىٰ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِىْ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ

☆ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے

ترجمہ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ مجھے قسم

ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ضرور آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس کے بعد اگر وہ میری قبر پر آ کر یا محمد کہہ کر پکاریں تو میں ضرور انہیں جواب دوں گا۔ (بحوالہ مقالات کاظمی ج ۳ ص ۸۶)

☆ اور یہ ولی مظہر نبی ہوتا ہے اس لئے آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰی عِيْسٰی ابْنِ مَرْيَمَ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ ذَرِّ غِفَارِیْ

ترجمہ ☆ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے وہ عیسیٰ بن مریم کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ ابوذر غفاری کو دیکھ لے۔

☆ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا

يَاعَلِیُّ اِنَّ فِيْكَ مَثَلُ عِيْسٰی

ترجمہ ☆ اے علی بے شک تمہارے اندر عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہے۔

☆ اور خلفائے راشدین ﷺ سب آقا ﷺ کے مظہر ہیں اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ

☆ یعنی نبوت کے اجزا ختم ہو گئے مگر ایک جز مبشرات یعنی خواب کا باقی رہا اور یہ جز قیامت تک باقی رہے گی اور مومن جب تک مظہر نہ ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا لہٰذا مظہریت کا انکار گویا اپنے مومن ہونے کا انکار ہوگا اور تمام کائنات باری تعالیٰ کے حسن و جمال اور قدرۃ کا مظہر ہے اگر پھول سے حسن و جمال ظاہر ہو تو ہم مانتے ہیں اور اگر عبد سے حسن و جمال اور قدرت ظاہر ہو تو ہم انکار کرتے ہیں۔ یہ عداوت کے اور کیا ہوگا؟ ہمارے نزدیک مومن کامل وہی ہے جو مظہر رسالت مآب ﷺ ہے اور کوئی مظہر ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کا تعلق اور محبت آقا ﷺ کے ساتھ صحیح نہ ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

گیارھویں شریف کا ثبوت

☆ حضرات مکرم! الحمد للہ آج رات اس متبرک نورانی محفل کی حاضری کا شرف ملا۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جن سے خدا کی رحمت حاصل ہوتی ہے اور جن لوگوں کو ان روحانی مراکز سے کوئی تعلق نہیں وہ اخروی روحانی اور باطنی نعمتوں سے محروم ہیں اور تعلق والے ان تمام نعمتوں سے مستفیض ہیں اور بارگاہ غوثیت وہ مقام ہے کہ ان کے بغیر بارگاہ رسالت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا جب کسی کی بارگاہ رسالت تک رسائی نہیں ہوتی تو وہ بارگاہ ربوبیت میں کیسے جا سکتا ہے؟ یہ تمام اولیاء اللہ کی پشت پناہ ہیں اور تمام عزت و عظمت انہیں کی مرہون منت ہے بد نصیب ہیں وہ لوگ جو انکی بارگاہ سے متنفر ہیں۔

شبہ

☆ کسی نے کہا کہ گیارہویں شریف کیوں منائی جاتی ہے یہ رواج صحیح ہے یا غلط مستند حوالہ بیان کیا جائے۔

شبہ کا ازالہ

☆ اس کے متعلق میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ گیارہویں کی خصوصیت کہ جس کیلئے ہم کتاب وسنت سے دلیل ثابت کریں اسکی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہم محض اپنا تعلق پیدا کرنے کیلئے ثواب کا ہدیہ پیش کرتے ہیں جسکو ہر مسلمان مانے گا اور کوئی دلیل طلب نہیں کرے گا۔

☆ البتہ ایصال وثواب کے ثبوت کیلئے مشکوٰۃ شریف سے روایت پیش کرتا ہوں کہ حضرت سعدؓ رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے میں انکی طرف کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے سعد! ایک کنواں اپنی والدہ کے نام سے کھدوالو تو اسکا ثواب تیری والدہ کو ملتا رہے گا چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا کیا اور اس کنویں کا نام ام سعد ہوگیا معلوم ہوا کسی چیز کا غیر کے نام سے موسوم ہونا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہونا موجب اجر ہے۔ اب ذرہ سوچنے کا مقام ہے کہ جسکا اصل کتاب وسنت سے ثابت ہو وہ کیسے ناجائز ہوسکتا ہے باقی رہا خصوصیت کی دلیل تو اس کیلئے اتنا ضرور جان لینا چاہئے کہ یہ لوگ جو مدارس پڑھاتے ہیں اور تنخواہیں لیتے ہیں کیا صحابہ نے بھی تنخواہ لی تھی کیا صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی تنخواہیں لی تھیں اور یہ جو نماز' روزہ' حج وزکوٰۃ وغیرہ کی نیت زبان سے کرتے ہو کیا صحابہ کرام' مجتہدین عظام نے بھی اسیطرح زبان سے نیت کی تھی؟ ہرگز نہیں۔ لہذا تمہارا یہ کہنا کہ جو کام حضور ﷺ نے نہیں کیا وہ بدعت ہے تو تم بھی بدعتی ہوئے اور گمراہ بھی کیونکہ ہر شخص نماز کی نیت زبان سے کرتا ہے حالانکہ نیت کا معنی ہے ''النیة قصدا لقلب'' یعنی فقط دل کا ارادہ نیت کیلئے کافی ہے۔

☆ لہذا تمہارا ہر ایک کام کو بدعت قرار دینا اور خاص طور پر وہ فعل جسکا ماخذ کتاب وسنت ہو کو ناجائز کہنا ہے ناجائز ہے۔ اسیطرح مسجد کے مینار وغیرہ بنانا اور یہ نقش نگار کا بنانا کہاں ہے اسکا ثبوت کہیں نہیں مگر یہ جائز ہے اگر کوئی انگوٹھے چوم لے تو یہ بدعت کیونکہ یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ گردن کا مسح کرنا' جو ہر متوفی' اس پر عمل کرتا ہے یہ بھی ضعیف حدیث سے ثابت ہے اسکو بدعت نہیں کہیں گے! اور کوئی بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ یہ حدیث مسح علی الرقبة مرفوع ہے۔ تعجب ہے اس پر تو عمل کرتے ہیں اور انگوٹھے چومنے کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں تو اب لامحالہ کہنا پڑے گا کہ جو کام ثواب کی نیت سے کیا جائے وہ جائز ہے (خواہ اسکے ثبوت کیلئے حدیث ہو یا نہ) اب بتاؤ کیا گیارہویں شریف ثواب کی نیت سے کی جاتی ہے یا

نہیں اور جب یہ ثواب کی نیت سے کی جاتی ہے اور پھر اسکی اصل حدیث میں بھی موجود ہے تو پھر یہ کیسے ناجائز ہوگی؟

☆ شیخ محقق الشاہ عبدالحق محدث دہلویؒ جو حضور ﷺ کے حکم سے ہندوستان میں آئے اور سرکار ﷺ کی حدیث کے فیض کو جاری فرمایا اور انکو غیر بھی مانتے ہیں کہ آپ ﷺ آقا ﷺ کے دربانوں میں سے ہیں وہ اپنی کتاب ماثبت بالسنہ ص ۷۶ امطبعہ نل کشور میں تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ ☆ ہمارے ملک میں ان دنوں اربیع الثانی ہی زیادہ مشہور ہے اور غوث الاعظم کی اولاد و مشائخ علماء ہند و پاک میں گیارہویں تاریخ کو عرس مناتے ہیں نیز اسیطرح پیر و مرشد سیدنا سیدی ابوالحاسن سید شیخ موسیٰ حسنی جیلانی ابن شیخ کامل عارف حق معظم ومکرم ابوالفتح شیخ حامد حسنی جیلانی ایک متفق علیہ ولی اللہ تھے جنکا لقب مخدوم ثانی اور عبدالقادر ثانی تھا انہوں نے اپنے آباء کرام کی زبانی آپ کے عرس کی تاریخ گیارہویں لکھی ہے۔ (مومن کے ماہ و سال از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۶۷ ارھ)

☆ یعنی انکے طریقوں پر چلنا نجات ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی راہ بتائی ہے کہ ہر نمازی ہر رکعت میں یہی دعا مانگتا ہے کہ

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ

☆ اے اللہ تعالیٰ مجھے راہ مستقیم پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جس پر تو نے انعام فرمایا۔

☆ اور راہ مستقیم کیا ہے وہ یہ ہے اور انعام یافتہ بندے کون ہیں وہ یہ ہیں کہ

اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ

ترجمہ ☆ جس پر اللہ نے انعام فرمایا وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

☆ معلوم ہوا نجات ان دروازوں سے ملتی ہے اور یہ پیران پیر جو بے نمازیوں کے پیر ہیں غوث الاعظم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا اور انکی اولاد کا فعل پیر سے محبت ہے اگر انکی اولاد غلط ہے تو پھر سلسلہ ہی ختم ہو جائے گا۔

☆ حضرات محترم! بے شک دین کی جڑ اور بنیاد فقط توحید ہے اور توحید کا معنی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک جاننا اور ماننا ہے اور جاننے کے بغیر ماننا محال ہے اور ماننا حقیقت توحید ہے لیکن جاننے کا ذریعہ بھی جاننا چاہیے تم اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے واحدہ لاشریک مانتے ہو کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہو ہرگز نہیں ارے جب موسیٰ کلیم اللہ نے عرض کی "رَبِّ اَرِنِیۡ" تو ارشاد ہوا "لَنۡ تَرٰىنِیۡ" تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

شبہ

☆ اب اگر کوئی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا رد ہوگئی تو پھر یہ دعا اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اولیاء اللہ کے حق میں کیسے قبول ہوگی۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا رد نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ مومنین کی دعائیں بھی رد نہیں فرماتا اور اگر کوئی کہے کہ ہماری بہت سی دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ہماری دعائیں اس قابل نہیں ہوتیں کے قبول ہوجائیں تو پھر کیا موسیٰ علیہ السلام کی دعا بھی اس قابل نہ تھی کہ قبول نہ ہوئی میں کہوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا رد نہیں کی گئی بلکہ فرمایا اے کلیم میں تو اپنی تجلی فرماؤں گا مگر تو نہیں دیکھ سکے گا اگر تو دیکھنا ہی چاہتا ہے تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنے مکان پر برقرار رہا تو ''فسوف ترانی'' عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا لیکن

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ ☆ پھر ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

☆ یعنی جب تجلی ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے اگر دعا رد کی جاتی تو پہاڑ پر تجلی نہ فرمائی جاتی پہاڑ پر تجلی فرمانا یہ دلیل ہے کہ دعا قبول کی گئی اگر دعا رد ہوتی تو تجلی فرمانے کا کیا مطلب؟

شبہ

☆ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام میں اتنی قوت پیدا فرمادے کہ وہ دیکھ سکیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے اور اسکی بے شمار صفات ہیں اور تمام انبیاء اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ہمارے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں اور ''فعل الحکیم لایخلوعن الحکمۃ'' حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ قادر تھا کہ ہماری زبان کو دوسری جگہ رکھ دیتا۔ آنکھ، کان، ناک، پاؤں اور سر وغیرہ کو اپنی جگہ بدل دیتا لیکن حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ پاؤں نیچے ہوں اور سر اوپر، ناک منہ کے ساتھ ہوتا کہ جو کچھ کھایا جائے تو پہلے اس کی بو معلوم ہوجائے کہ بدبودار ہے یہ چیز کھانے کے قابل ہے اور یہ چیز کھانے کے قابل نہیں ہے لہذا اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے مگر اپنی حکمت کے تحت کرتا ہے مظہر صفات میں صفات دیکھنے کی قوت پیدا فرمائی اور مظہر ذات کے اندر ذات کے دیکھنے کی قوت رکھدی اس لئے میرے آقا ﷺ نے جسمانی بیداری کے عالم میں آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔

شبہ

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مظہر ذات کیوں نہ بنایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی مظہر ذات ہوکر ذات کو دیکھتے۔

شبہ کا ازالہ

☆ اس کا جواب بس اوپر دے چکا ہوں کہ جب ذات ایک ہے تو مظہر کیسے کثیر ہوسکتے ہیں لہذا مظہر ذات بھی ایک ہونا

چاہیے اور صفات کثیر ہیں لہذا مظہر صفات بھی کثیر ہونا چاہیے۔ اب پتہ چلا دعا رد نہیں کی گئی بلکہ جو کہتے ہیں کہ دعا رد کی گئی ہے وہ خود رد ہوئے۔

☆ حضرات مکرم! میں عرض کر رہا تھا تم نے دیکھا نہیں تو مانا کیسے؟ اگر رسالت کی زبان کی تصدیق نہ ہوتی تو ہمیں توحید حاصل نہ ہوتی۔ توحید کی معرفت حاصل نہ ہوتی لہذا جب تک رسول کو نہ مانا جائے تو اللہ ﷻ کو نہیں مان سکتے جس نے بارگاہ رسالت سے اعتزال کیا اسکو بارگاہ الوہیت سے کوئی تعلق نہیں میرے آقا ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کوئی سورج کو پوجتا تھا تو کوئی چاند کو کہیں ستاروں کی پوجا تھی اور کہیں درختوں کی کہیں لات وعزیٰ مسجود تھے اور کہیں نباتات و جمادات مسجود تھے۔ الغرض کفر کی ظلمت چھائی ہوئی تھی لیکن آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد تمام سعادت مندوں نے زبان رسالت سے توحید کی معرفت حاصل کی اور سینہ نبوت سے نور معرفت حاصل کیا اسلئے بغیر سرکار دوعالم ﷺ خدا تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے اور معرفت توحید محال ہے جب تک زبان رسالت کو پاک، معصوم اور بے عیب نہ سمجھا جائے اسوقت تک آقا ﷺ پر اعتماد کیسے ہوگا۔ جب اعتماد نہ ہو تو دولت ایمان چلی جائی گی کیونکہ جنکی زبان پر کبھی کبھی غلطی کا امکان ہو تو انکا ہر قول کیسے قابل اعتماد ہوگا۔

شبہ

☆ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ رسالت کے کاموں میں تو غلطی نہیں کرتے البتہ دیگر کاموں میں غلطی کر جاتے ہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں عرض کروں گا کہ یہ بات کہ دیگر کاموں میں غلطی ہوسکتی ہے تو یہ بات بھی کس نے کہی اگر یہ بات بھی اسی ذات نے کہی ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات بھی غلط ہو۔ لہذا جب تک معصوم بے عیب اور غلطی سے پاک نہ مانو گے تو ہر بات غلط تصور کی جائے گی اسلئے آپ ﷺ ہر غلطی اور خطا سے پاک ہیں اور آپ ﷺ کی زبان اقدس سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں۔ ابوداؤد شریف کتاب العلم ج دوم ص ۲۵ مطبوعہ مجیدی کی پہلی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص آقا ﷺ کی ہر بات لکھ لیا کرتے تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے روکا "وقالوا" اور انہوں نے کہا "انه بشر يتكلم في الغضب و الرضا" وہ تو بشر ہیں کبھی غصے میں بات کرتے ہیں اور کبھی راضی ہو کر۔ میرے آقا ﷺ کیا میں آپ ﷺ کی ہر بات لکھ لیا کروں تو سرکار ﷺ نے فرمایا "اكتب يا عبدالله" اے عبداللہ! میری ہر بات لکھ لیا کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ "مايخرج منه الاحق" اس دھن پاک سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں۔ اور دھن کی طرف اشارہ ہی فرمایا تو جس زبان مقدس سے حق ظاہر ہو وہ غلط کیسا ہو سکتا ہے۔

شبہ

☆ اگر کوئی کہے کہ انبیاء کی غلطیوں کا ذکر تو بہت جگہ آیا ہے جیسے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا (البقرہ ۳۶)

ترجمہ ☆ تو شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے سے پھسلایا۔

☆ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انبیاء غلطیوں سے پاک ہوں۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں یہی کہوں گا کہ نبی کی ذات کی صورۃً زلت ہوتی ہے حقیقۃً نہیں۔

☆ جیسا کہ آدم علیہ السلام نے بھولے سے دانہ کھالیا تو یہ نسیان بھی صورۃً نسیان ہے، ہمارے نسیان جیسا نہیں ہے کیونکہ ہمارا نسیان غفلت سے ہوتا ہے اور انبیاء کا نسیان حکمت سے ہوتا ہے بلکہ وہ بھولتے نہیں بھولائے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

☆ یعنی میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے سنت ہو جائے اسیطرح بخاری شریف ج اول ص ۶۹ کی حدیث پڑھ لی جائے کہ آقا ﷺ نے چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر لیا تو بعد از فراغت ذوالیدین کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوۃ کیا آپ بھول گئے ہو یا نماز قصر کی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا لم انس ولم تقصر نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر کی گئی ہے اگر آپ کہیں ان میں ایک بات ضرور ہونی چاہیئے تو میں کہوں گا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث کو سامنے رکھ لو کہ کیا آپ نے حق کہا یا نہ کہا اگر حق کہا تو مطلب کیا ہوگا؟ تو مطلب یہ ہوگا کہ ذوالیدین نے نسیت کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی اسلئے آقا ﷺ نے فرمایا کہ نہ قصر ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں بلکہ میں بھلایا جاتا ہوں۔

☆ حضرات محترم! اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا بھی حکمت سے خالی نہیں کیونکہ اگر آپ جنت میں رہتے اور زمین پر نہ آتے تو تمام اولاد جنت میں ہوتی حالانکہ جنت تو مومنین کا گھر ہے کفار و مشرکین کے رہنے کی جگہ نہیں اس لئے ابوجہل ابولہب فرعون اور انکے خوادین کو باہر پھینکنے کیلئے زمین پر تشریف لائے۔

☆ اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کہ ایک مالدار امیر آدمی ایک خوبصورت محل میں رہتا ہو جسکے تکیے بستر ریشمی ہوں اور وہ خوشبوؤں سے معطر ہو تو اب ایمان سے کہنا وہ اگر رفاء حاجت کیلئے اپنے گھر سے باہر ٹٹی خانہ میں جائے اور دشمن کہے کہ میں نے اسکو مکان سے باہر نکال دیا تو یہ عجیب بات ہوگی وہ مالک مکان ہے وہ نجس باہر ڈالنے کیلئے گیا ہے تو اسی طرح آدم علیہ السلام ابوجہل ابولہب اور فرعون جیسے خبیثوں کو باہر پھینکنے کیلئے زمین پر تشریف لائے کیونکہ یہ نجس ہیں اور جنت نجس و خبیث کیلئے نہیں بنائی گئی بلکہ وہ جگہ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم جیسے پاکوں کی جگہ ہے اور آدم اور حوا جب جنت سے باہر تشریف لائے تو فقط دو تھے لیکن جائیں گے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور دیگر مومنین کیساتھ۔ لہذا آدم علیہ السلام کا غلبہ ہوا

کہ شیطان کا کیونکہ شیطان اس وقت پچھتائے گا اور کہے گا کہ میں نے دو کو نکالا تھا مگر اب لاکھوں اور کروڑوں مومنین جنت میں جارہے ہیں لہذا انبیاء کی زلت صورۃً ہوتی ہے حقیقۃً نہیں ہوتی بلکہ حقیقت میں اطاعت' عبادت اور معرفت ہوتی ہے۔

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیداہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

شبہ

☆ اگر کوئی کہے کہ بے عیب ذات تو صرف خدا کی ہے مخلوق تو بے عیب نہیں ہو سکتی۔

شبہ کا ازالہ

☆ تو میں کہوں گا اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں بے عیب ہے رسول اپنی رسالت میں بے عیب ہے' خدا خالق ہونے میں بے عیب' نبی اپنی مخلوق ہونے میں بے عیب ہے' خدا اپنے مالک ہونے میں اور نبی اپنے مملوک ہونے میں بے عیب ہے' خدا اپنے واجب الوجود ہونے میں بے عیب ہے' خدا اپنے معبود ہونے میں بے عیب ہے اور نبی اپنے عبد ہونے میں بے عیب ہے۔

☆ حضرات مکرم! میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا ایمان ہے کہ اصل دین توحید ہے لیکن اسکے حصول کا ذریعہ رسالت ہے اور بارگاہ رسالت میں پہنچنے کا ذریعہ یہی اولیاء اللہ ہیں اور ہماری روحانی غذا یہاں سے آتی ہے کیونکہ جسطرح کپڑا پاک کرنے کیلئے ضروری ہے کہ پانی کپڑے کو مس کرے اور دھویا جائے تب پاک ہوگا۔ اسیطرح روح کی پاکی کیلئے ضروری ہے کہ روحانی لوگوں کے ساتھ تعلق ہو اور نجات کا ذریعہ بھی انہیں لوگوں کا دروازہ ہے آج بڑا پرفتن دور ہے ایمان کی حفاظت ضروری ہے عمل میں کمزور ہو تو ایمان پار پہنچا دیگا اگر ایمان کے اندر کمزوری آگئی تو بیڑا غرق ہو جائیگا کیونکہ عمل بغیر ایمان کے کام نہیں آتا دنیا میں کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جسکی کوئی نیکی نہ ہو اور بغیر نبی ولی کے کوئی نہیں ہوگا جسکے اندر برائی نہ ہو اتنا یاد رکھنا کہ عمل کی کمی سے نجات ضرور ہوگی مگر درجات میں کمی ہوگی اور اگر ایمان نہیں ہے تو پھر نجات ناممکن ہے لہذا ایمان کی حفاظت کی جائے اور اصل ایمان توحید ہے اور توحید بغیر رسالت کے محال ہے۔ لہذا کوئی رابطہ قائم کریں اور یہ رابطہ محبت مصطفیٰ ﷺ ہے اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری شریف ج ۱ ص ۶)

ترجمہ ☆ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے پیارا نہ جانے اپنے آپ سے اور اپنے والدین سے اور اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے۔

☆ یہ رابطہ ایک پل ہے جیسے پل کے بغیر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نہیں جاسکتے اسیطرح اس رابطہ کے بغیر

بارگاہ ربوبیت حاصل نہیں ہوسکتی اور محبت کی علامت نماز روزہ حج زکوٰۃ اور امر ونواہی کو بجالانا ہے اگر کسی نے اور امر ونواہی کا کلیتہ انکار کردیا تو وہ دل کلیتہ خالی اور فانی ہے اور جس نے انکار نہیں کا بلکہ اقرار کرتے ہوئے عمل میں کمزوری کردی ہے تو یاد رکھنا جتنا عمل کی کمی ہوگی اتنا محبت کی کمی ہوگی تم نے سن لیا ہوگا کہ ایران میں زلزلہ آیا اور ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے تو اس سے یہ مت سمجھنا کہ سب گناہ گار ہونگے نہیں ان میں محبوب خدا اور اولیاء اللہ بھی ہونگے لیکن ولی کی ہلاکت ہلاکت نہیں بلکہ شہادت ہے اور گناہ گاروں کی ہلاکت کو عذاب تصور کیا جائے۔ آج خدا سے خوف کرنا چاہیے کل یہ وقت ہاتھ نہ آئیگا جس دل میں خوف خدا نہیں وہ دل زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے لہذا عمل کی کمزوری کو دور کیا جائے گا۔ ایک تاجر کیطرح جو دن بھر اپنی کمائی کو رات کو شمار کرتا ہے انسان بھی رات کو اپنے گناہوں کو شمار کرے اور پھر اس سے توبہ کرے۔ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ہم آخری امت کیوں ہیں اسلئے ہیں کہ پچھلی امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کریں انہوں نے ایک مثال دیتے ہوئے اپنی بات سمجھائی کہ ایک شیر بھیڑیا اور ایک لومڑی شکار کیلئے روانہ ہوئے ایک ہرن ایک گائے اور ایک خرگوش شکار کیا جب شکار سے واپس آئے اور شکار کی تقسیم کا وقت آیا تو شیر نے بھیڑے سے کہا کہ تقسیم کسطرح کیجائے تو اس نے جواب دیا کہ ظاہر ہے کہ گائے آپ کیلئے ہرن میرے لئے اور خرگوش لومڑی کیلئے تو شیر نے غصہ میں آ کر ایک طمانچہ مارا اور سر پھوڑ دیا اب لومڑی کو بلایا کہ بتاؤ تقسیم کیسے کیا جائے تو لومڑی نے کہا سرکار گائے تو اب تناول فرمالیں ہرن شام کو کھانا اور خرگوش آپ کیلئے صبح کا ناشتہ ہے تو شیر یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ تقسیم تجھے کس نے بتائی ہے تو لومڑی نے جواب دیا کہ اس ہرن نے مجھے سبق دیا ہے کہ تقسیم اسطرح کی جاتی ہے بلکہ اگر میں ایسا کرتی جیسے اس نے (بھیڑیا) نے کیا تو میرے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوتا لیکن تو نے کرم کیا کہ مجھ کو بعد میں بلایا لہذا ہمیں چاہیے کہ گذشتہ واقعات سن کر عبرت حاصل کریں کہ انہوں نے کیا کام کیئے اور کس وجہ سے ہلاک ہوئے

وما علینا الا البلاغ المبین

توحید و رسالت

☆ حضرات محترم! ہم سب مسلمان ہیں۔ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

☆ کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت دین کی بنیاد ہیں اس میں دو بنیادی چیزیں ہیں۔

☆ ایک توحید اور ایک رسالت۔ توحید میں پھر دو چیزیں ہیں۔ ایک رد شرک اور اثبات توحید۔

☆ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" میں "لا" میں نفی ہے اور "الا" میں اثبات پہلے نفی پھر اثبات۔ نفی کا معنی نہ ہونا اور اثبات کا معنی ہے

ہونا۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ "لا الہ" کوئی معبود نہیں کوئی مقصود نہیں اور کوئی موجود نہیں۔ "الا اللہ" مگر معبود ہے تو اللہ تعالیٰ' مقصود ہے تو اللہ تعالیٰ اور موجود ہے تو اللہ تعالیٰ' تو "لا" میں ماسوائے اللہ تعالیٰ یعنی سب کی نفی اور "الا" میں اللہ تعالیٰ کا اثبات۔ تو جب تک کہ غیر کی نفی نہ ہو معبود حقیقی کا اثبات نہیں ہوتا۔ یعنی جب تک باطل کی نفی نہ ہو' حق کا اثبات نہیں ہوتا' جب تک ضلالت کی نفی نہ ہو ہدایت کا ظہور نہیں ہوتا' جب تک رات کی تاریکی دور نہ ہو دن کا ظہور نہیں ہوتا' جب تک شرک کی نفی نہ ہو توحید کا اثبات نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مقصود جاننا' کسی کو وجود حقیقی کیساتھ موجود اور کسی کو معبود جاننا شرک ہے۔ لہذا ہم نے کوئی شرک کا ہار نہیں پہنا' ہم تو توحید کے پرستار ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وجود حقیقی کیساتھ کائنات میں کسی کا وجود ہی نہیں ہے اور جب کوئی موجود ہی نہیں ہے تو پھر شرک کا ہے کا؟ اثبات توحید کہ جس کا تعلق ہمارے حواس سے نہیں ہے ہمارے حواس کی اس "لا" تک رسائی نہیں ہے اور نہ ہی ہم اسکا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

ترجمہ☆ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا اور وہی ہے ہر چیز کی باریکیوں کا اور مشکلات کو جاننے والا ظاہر اور باطن سے خبردار۔ (الانعام ایت ۱۰۳)

☆ (یعنی) شرک کی نفی اور توحید کا اثبات ہمارے حواس سے بالاتر ہے۔ اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں حواس اور عقل کی رسائی نہیں تو پھر توحید کا اثبات کیسے ہوگا؟ اور پھر خدا کو مانے گا کون؟ اور اثبات توحید کا ذریعہ کیا ہوگا؟ "محمد رسول اللہ" کیا مطلب؟ تمہاری تو مجھ تک رسائی نہیں لیکن تم نے میرے محبوب کو تو دیکھا ہے اس لئے میں نے اپنے محبوب کو دعویٰ توحید بنایا ہے میرے محبوب کو دیکھو اور مجھے مانو کیسے؟

میرے محبوب کے علم کو دیکھ کر میرے علم پر
انکی قدرت کو دیکھ کر میری قدرت پر
انکی سماع کو دیکھ کر میری سماع پر
انکی صفت بصر کو دیکھ کر میری صفت بصر پر
انکے جود کو دیکھ میرے جود پر
انکے حلم کو دیکھ کر میرے حلم پر
انکی صفات کو دیکھ کر میری صفات پر

انکی ذات کو دیکھ کر میری ذات پر

☆ ایمان لاؤ۔ کوئی لاکھ کہتا پھرے کہ حضور ﷺ کا علم غیب ماننا شرک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہ ہو تو خدا کے علم غیب پر دلیل کہاں سے آئے گی۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یعنی دیوار کے پیچھے کچھ نہیں دیکھ سکتے۔۔۔۔ اگر رسول نہیں دیکھ سکتے تو خدا کی صفت بصر پر دلیل کہاں سے آئے گی؟

☆ اگر رسول دور سے نہیں سنتے تو خدا کے سننے پر دلیل کہاں سے آئیگی میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ رسول کا علم غیب خدا کے علم غیب کی دلیل ہے۔ خدا کا علم ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے علم کی تجلی اپنے رسول مکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور رسول معظم ﷺ کے اسی عطا کردہ علم کو اپنے علم کی دلیل بنایا کہ جس رسول محترم ﷺ کا علم ایسا ہے تو اس رسول ﷺ کے خدا کا علم کیسا ہوگا؟

☆ حضرات محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن)

ترجمہ☆ تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

☆ یعنی میں تو اپنے رسولوں پر اپنے غیب کا اظہار فرماتا ہوں تا کہ ان کا علم میرے علم پر' انکا غیب میرے غیب پر' انکی سماع میری سماع پر دلیل ہو جائے۔

☆ حضرات محترم! عرب میں دو مشہور قبیلے بنو بکر اور بنو خزاعہ جنکی ہمیشہ آپس میں چپقلش رہتی تھی ان میں سے ایک قبیلہ بنو بکر نے قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرلیا کہ اگر ان پر باہر سے کوئی حملہ ہو تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

☆ ادھر بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرلیا کہ قریش بنو بکر ہم پر چڑھائی کریں تو ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے چنانچہ معاہدہ ہوگیا۔ اب کیا ہوا؟ رات کا وقت تھا حضرت ام المومنین حضرت میمونہ ؓ تہجد کا وضو کروارہی ہیں اور سید عالم ﷺ لبیک لبیک فرمارہے ہیں۔ ام المومنین حضرت میمونہ ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس وقت کوئی آواز نہیں آرہی ہے آپ ﷺ کس کو لبیک فرمارہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کردیا ہے اور بنو خزاعہ والے مجھ سے مدد مانگ رہے ہیں اور میں انکو جواب دے رہا ہوں کہ میں تمہاری مدد کو حاضر ہوں۔ اسلئے ام المومنین حضرت میمونہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں یارسول اللہ ﷺ

ترجمہ☆ یارسول اللہ! آپ ﷺ وہ سنتے ہیں جو ہم نہیں سنتے اور آپ ﷺ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

☆ اگر میرے آقا ﷺ میں یہ سماع اور بصر نہ ہوتی تو اللہ ﷻ کی صفت سماع اور بصر کی دلیل کہاں سے لاتے اسیطرح غزوہ موتہ کا واقعہ دیکھ لیجئے۔(اخراج ابن اسحاق میں ہے حضرت عروہ بن زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موتہ کی طرف ایک لشکر جمادی الاول ۸ھ میں روانہ فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضور سرور عالم ﷺ نے سلاطین وامراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تو تبلیغی خط حضرت بن عمیر ازدی کے ہاتھ حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا یہ شخص ایک عرب خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور عیسائی رومیوں کی طرف سے بصریٰ پر حکومت کر رہا تھا حضرت حارث ؓ موتہ کے مقام پر پہنچے تو بلقا کے رئیس شرجیل بن عمر غانی سے انہیں شہید کر ڈالا۔ سفیر کا قتل ایک قبیح اور غیر انسانی جرم تھا حضور سید عالم ﷺ نے اسکا انتقام لینے کیلئے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں روانہ فرمایا ہرقل شاہ روم کی مدد سے عیسائی عرب ایک لاکھ جنگجو مسلمانوں کے مقابلے میں آ گئے اور موتہ کے مقام پر حق وباطل کے درمیان گھمسان کا رن پڑا بے شمار عیسائی کام آئے اور صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے اور یہ جنگ بغیر شکست وفتح کے ختم ہوئی۔) کہ حاکم شرجیل نے سرکشی کی اور حضور سید عالم ﷺ کے نامہ مبارک کی توہین کی چنانچہ حضور ﷺ نے غلام زادہ زید بن حارثہ کو لشکر کا سردار بنا کر فرمایا اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنالینا اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب برادر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہ الکریم کو امیر بنالینا اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جسکو چاہیں اپنا امیر بنالیں ایک یہودی کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر یہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے سچے رسول ہیں تو جن جن کے لئے لفظ شہید انکی زبان سے نکلا ہے وہ ضرور شہید ہوگا۔

☆ چنانچہ یہ لشکر حضرت زید بن حارث کی سرکردگی میں جسمیں سرداران قریش تھے وہ ایک غلام کی قیادت میں امارت کا جھنڈا لہراتے ہوئے شہر موتہ کی طرف جارہے ہیں۔ لشکر وہاں پہنچا اور جہاد شروع ہوا اور ادھر میرے آقا ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کے ہمراہ تشریف فرما ہیں(آنکھوں سے آنسو جاری ہیں) اور جنگ کا منظر پیش فرمارہے ہیں کہ

☆ اے میرے صحابہ سنو! زید بن حارثہ میدان جنگ میں آ گیا اور اس نے داد شجاعت دی اب وہ کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گیا عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا وہ جھنڈا لہراتے ہوئے میدان جہاد میں جہاد وقتال کررہے ہیں اب وہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور امارت کا جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور امارت کا جھنڈا لہراتے ہوئے میدان جہاد میں آئے ہیں جہاد وقتال ہورہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اب دشمنوں نے انکا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے جھنڈا بائیں ہاتھ میں ہے دشمنوں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا ہے اب جھنڈا اپنے منہ سے اپنی گردن کے درمیان دبالیا ہے لو اب دشمنوں نے جعفر بن ابی طالب کی گردن کو بھی کاٹ دیا جعفر بن ابی طالب شہید ہو گئے جعفر کے دونوں بازو کٹ گئے اللہ ﷻ نے جعفر کو جنت میں دو پر عطا فرمائے"

☆ جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں۔

☆ جعفر کے گھر والوں کو شہادت کی خبر بھی سنا دو اور انکو کھانا بھی بھجوا دو کیونکہ وہ غم کی وجہ سے کھانا نہیں پکا سکتے۔

☆ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ سے فرمایا کہ جعفر کے بچوں کیلئے کھانا تیار کرو کیونکہ آج اسماء رنج و غم میں مصروف ہے۔

☆ حضرات محترم! آپ ﷺ مدینہ میں مسجد نبوی میں ہیں اور جن جن کا نام آپ ﷺ نے لیا وہ موتہ میں ایک ایک ہو کر شہید ہوا اور آپ ﷺ نے ہر ایک کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا۔

☆ اے نگاہ نبوت ﷺ! آپ ﷺ پر کروڑوں سلام اگر آپ ﷺ دور کی چیزیں نہ دیکھتے تو ہمارے پاس خدا کی صفت بصر کی دلیل کہاں سے آتی؟ اسلئے میرے آقا ﷺ کے کمالات' کمالات الوہیت کی دلیل ہیں۔ حضور ﷺ کے افعال خدا کے افعال پر آپ ﷺ کے صفات خدا کی صفات پر حتی کہ آپ ﷺ کی ذات خدا کی ذات پر دلیل ہے اور حضور سید عالم ﷺ کی ذات بے دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ خدا کی دلیل ہیں لہذا دلیل کی دلیل کہاں سے آئے؟ اسلئے کہ وہ اپنی بھی دلیل ہیں اور خدا کی بھی دلیل ہیں۔ آپ ﷺ دو طرفہ دلیل ہیں تو جو دو طرفہ دلیل ہو اسمیں عیب کہاں سے آئے گا؟ اسلئے انکے افعال' انکی صفات انکے اعمال' انکی ہر ادا' ہر سکون' ہر حرکت' انکی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ محمد ہیں وہ محمد ہیں وہ محمد ہیں اور جن کیلئے کہا گیا ہے

خلقت مبراءً من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء

☆ گویا میرے آقا ﷺ حسب منشا ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں آپ ﷺ معصوم ہیں اس لئے آپ ﷺ خدا کی پہلی بھی دلیل ہیں اور آخری بھی۔ حضور ﷺ کا علم خدا کے علم کی' آپ ﷺ کی قدرت خدا کی قدرت پر اور آپ ﷺ کی حیات خدا کی حی وقیوم پر دلیل ہے اور میں آپ سے کیا کہوں؟ حضور ﷺ کیسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں؟

☆ حضرات مکرم! "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" میں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نبینا ﷺ کے رسول ہیں اور پھر وہ کس کس کے رسول ہیں؟ وہ ساری کائنات میں ہر ہر ذرے کے رسول ہیں یعنی وہ ارض و سما کے تحت و فوق کے' چرند و پرند کے' جمادات و نباتات کے' جواہر و عناصر کے' اعراض و موالید کے حتی کہ اٹھارہ ہزار عالم کے ہر ہر ذرے کے رسول ہیں اور رسول کا معنی ہے پیغام پہنچانا اگر آپ ﷺ ہر ہر ذرے کے رسول ہیں تو خدا کا جو پیغام ہر ذرے کیلئے ہے وہ ہر ذرے کو پہنچا رہے ہیں اور یہ سیدھی سی بات ہے یا تو کوئی انکی رسالت کو محدود کرے وہ کوئی کر نہیں سکتا کیوں؟ اسلئے کہ خدا خود کہتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ☆ اور نہیں بھیجا ہم نے مگر رحمت تمام جہانوں کیلئے۔

☆ یعنی! میرے آقا ﷺ تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں اور رحمت کس وجہ سے ہیں یہ وہ رسالت کی بنا پر رحمت ہیں اگر انکی رسالت کائنات کے ہر ذرے کیلئے نہ ہو تو خدا کی قسم! وہ تمام عالموں کیلئے رحمت کبھی بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ عالم کے ہر ذرے کیلئے رسول ہیں میں نہیں کہتا خود زبان رسالت سے سنئے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَۃً (مسلم شریف ص۹۰)

ترجمہ☆ میں پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

☆ یعنی فرمایا میں فقط کسی انس وجن یا فرشتوں کیطرف رسول نہیں بلکہ میں تو ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ حضور ﷺ فلاں کیطرف رسول نہیں ہیں تو ماننا پڑے گا کہ جسکی طرف حضور ﷺ رسول نہیں وہ مخلوق نہیں اور ماسوا اللہ تعالیٰ سب مخلوق ہے آپ ﷺ زمین کی تہہ میں سوراخوں میں رہنے والی چیونٹی کے بھی رسول ہیں اور سدرہ پہ رہنے والے جبرائیل کے بھی رسول ہیں۔

☆ حضرات مکرم! ایک دفعہ ایک اعرابی اپنے ہمراہ ایک گوہ لایا اور عرض کیا کیا یہ گوہ آپ کا کلمہ پڑھ سکتی ہے؟ تو حضور ﷺ نے گوہ کو مخاطب کر کے فرمایا! اے گوہ! بتا میں کون ہوں؟ حدیث پاک میں آیا۔

☆ اس گوہ نے عرض کیا۔ میرے آقا ﷺ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

☆ گوہ نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانا گوہ آپ ﷺ کو جانتی ہے اور کائنات کی ہر چیز آپ ﷺ کو جانتی ہے اور آپ کو ماننا پڑے گا کہ کائنات کا ہر ذرا آپ ﷺ کو مانتا اور جانتا ہے کہ آپ ﷺ رسول خدا ہیں۔

☆ ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ جنگل میں تشریف لے آئے اور ایک صحابی کو فرمایا کہ ان درختوں کو کہو کہ تم کہو محمد رسول اللہ بلاتے ہیں اور اس صحابی نے جا کر کہا وہ درخت جھومتے جھومتے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اگر وہ درخت نہ جانتے ہوتے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ کیسے آتے۔ معلوم ہوا معرفت ایک جوہر ہے ایک ادراک ہے کوئی کسی کو پہچانے یا نہ پہچانے مگر وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کو پہچانتا ہے کیوں؟ اسلئے کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے کے رسول ہیں۔

شبہ

☆ کائنات کا ہر ذرہ حضور ﷺ کو جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔

شبہ کا ازالہ

☆ یہ عجیب نظریہ ہے کہ امت تو رسول کو جانتی ہے اور رسول امت کو جانتا ہی نہیں! تو بے خبر کوئی رسول ہو سکتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کائنات کا ہر ذرا ایک طبعی ادراک کی بنا پر جو خدا نے ہر ذرے کو دیا ہے ذات رسول کو پہچانتا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ

کُلُّ شَیْءٍ یَعْرِفُنِیْ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

ترجمہ ☆ ہر شے مجھے پہچانتی ہے کہ میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں۔

☆ ہر شے تو پہچانے کہ وہ اللہ ﷻ کا رسول ہے اور رسول کسی شے کو نہ پہچانے کہ یہ کیا ہے؟ کیا یہ بات کسی کی عقل تسلیم کرے گی ہرگز نہیں۔

☆ حضرات محترم! میرے آقا ﷺ کائنات کے ہر ذرے کو پیغام پہنچانے کیلئے رسول بن کر آئے ہیں تو جب حضور ﷺ کائنات کے ہر ذرے کو خدا کا پیغام پہنچانے کیلئے روحانی طور پر آئے تو کائنات کے ہر ذرے کیساتھ کوئی رابطہ قائم ہوگا اور وہ رابطہ عمل حیات کے بغیر نہیں ہو سکتا اور میرے آقا ﷺ اب بھی رسول ہیں۔ اگر اب رسول ہیں تو جیسے چودہ سو سال پہلے حیات تھی اسیطرح آج بھی انکی حیات ہے۔ اگر انکی حیات نہ ہوتی تو رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ رابطہ قائم نہ ہو تو خدا پیغام (فیض) پہنچا نہیں سکتے۔ خدا کا فیض پہنچانا بھی عمل ہے اور رابطہ قائم کرنا بھی عمل ہے اور اس عمل میں ادراک بھی ہوگا اور معرفت بھی ہوگا اور اسمیں قرب بھی ضروری ہے اگر آپ ﷺ ہر ذرے کے قریب نہ ہوں تو فیض کیسے پہنچائیں گے اگر سرکار ﷺ ہر ذرے کا حال نہ جانیں تو اصلاح کیسے فرمائیں گے اور سرکار ﷺ جس سے دور ہو جائیں وہ فیض سے محروم ہو جائیگا۔ لہذا پتہ چلا کہ سرکار ﷺ سب کے قریب ہیں سب کچھ جان بھی رہے ہیں سب کو دیکھ بھی رہے ہیں اور سب کو فیض پہنچا کر سب کی اصلاح حال بھی فرما رہے ہیں کیوں اسلئے کہ کوئی آپ ﷺ کی رسالت سے باہر ہو ہی نہیں سکتا۔

☆ اگر کوئی آپ ﷺ کی حیات کا انکار کردے تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے سرکار ﷺ ہر عالم کی حیات اپنے اندر رکھتے ہیں اگر دنیاوی حیات نہ ہو تو دنیاوی عالم میں عمل نہیں ہو سکتا۔ اگر برزخ کی حیات نہ ہو تو عالم برزخ میں عمل نہیں ہو سکتا اگر آخرت کی حیات نہ ہو تو عالم آخرت میں عمل نہیں ہو سکتا۔ اگر ملائکہ کی حیات نہ ہو تو عالم ملکوت میں حضور ﷺ کا عمل رسالت جاری نہیں ہو سکتا۔ اگر جنات کی حیات نہ ہو تو عالم جنات میں حضور ﷺ کا عمل رسالت ہو نہیں سکتا اسیطرح اگر عناصر و جواہر کی حیات آپ ﷺ میں نہ ہو تو ان میں حضور ﷺ کی رسالت کا عمل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میرے آقا ﷺ کی رسالت کا عمل ہر عالم میں جاری ہے' عالم کے ہر ذرے کیلئے حیات کا محور و مرکز محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ایک آن کیلئے بھی میرے آقا ﷺ کی حیات کی نفی نہیں ہو سکتی۔

☆ حضرات محترم! برزخی حیات کے بارے میں احادیث میں ایک واقعہ آیا ہے کہ میرے آقا ﷺ مکہ کے جنگل میں سے گذر رہے ہیں کہ کھڑے ہوگئے فرمایا یہاں دو قبریں ہیں اور ان پر عذاب ہو رہا ہے اور فرمایا میں انکے عذاب اور عذاب کے سبب کو دیکھ رہا ہوں ان میں ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا اور یہ تاثر بھی دیا کہ میں اس وجہ کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ جس وجہ سے عذاب دور ہو سکتا ہے فرمایا کھجور کی ٹہنی لاؤ اسکے دو ٹکڑے کیے اور علیحدہ علیحدہ ڈال دیئے اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں تسبیح و تحلیل میں نہیں گی اللہ ﷻ ان سے عذاب کی تخفیف فرماتا رہے گا اگر عالم برزخ کی حیات نہ ہوتی تو کیسے ادراک فرماتے دنیا میں رہ کر کیسے فیض پہنچاتے؟ مجھے تو حضور ﷺ کی اس حدیث میں ایک سبق مل گیا وہ کیا؟ وہ یہ کہ اے میرے صحابہ! میں تم میں رہ کر برزخ والوں سے غافل نہیں ہوں اور جب میں عالم برزخ میں چلا گیا تو اسی طرح وہاں رہ کر تم سے غافل نہیں رہوں گا میں اس دنیا میں ہوں تو مجھ پر دنیاوی حیات ظاہر ہے اور برزخی حیات پوشیدہ ہے جب برزخ میں جاؤں گا تو مجھ پر برزخی حیات ظاہر ہوگی اور دنیاوی حیات پوشیدہ ہوگی جیسے یہاں برزخی حیات کا وجود ہے اسی طرح وہاں دنیاوی حیات کا وجود ہوگا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی آن کیلئے میرے آقا ﷺ کسی عالم کی حیات سے خالی ہو جائیں لہذا میرے آقا ﷺ ہر عالم کی حیات کیساتھ متصف ہونا خدا کے حی و قیوم کی دلیل ہے۔

☆ حضرات مکرم! لوگ کچھ کہیں لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے وہ موجود ہے۔ وہ برقرار ہے وہ حسی ہے اس لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کی فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

☆ اور فرمایا

انکی ازواج کو جائز نہیں نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

(حدائق بخشش حصہ دوئم ص ۱۶۳ مطبوعہ مدینہ پبلی کیشنز لاہور)

میں فانی ہوں میرے بعد میری بیوی کا نکاح دوسرے کیساتھ جائز ہے اور میرے بعد میرا ترکہ بھی تقسیم ہو جائے گا اور اگر میں زندہ ہوں نہ بیوی کا دوسرے کیساتھ نکاح ہو سکتا ہے اور نہ میرا ترکہ بٹ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ میرے آقا ﷺ کی حیات خدا

کے حی وقیوم کی دلیل ہے اور آپ ﷺ ایسی حیات کیساتھ زندہ ہیں کہ نہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے نکاح سے نکل سکتی ہے اور نہ آپ ﷺ کا تر کہ بٹ سکتا ہے اسلئے آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے نکاح میں ہیں اور آپ ﷺ کا تر کہ بھی آپ ﷺ کا ہے کیوں؟ اسلئے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور حی وقیوم کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کائنات کے ہر عالم کی حیات کیساتھ ہر آن زندہ ہیں اسلئے کہنا پڑے گا اور ماننا پڑے گا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدا کی توحید کی دلیل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اگر خدا کی صفات کی دلیل خدا کے علم کی دلیل' خدا کی قدرت کی دلیل' خدا کی حیات کی دلیل اور خدا کی ذات کی دلیل کا مشاہدہ کرنا ہے تو مصطفیٰ ﷺ کی صفات' علم' قدرت' حیات اور ذات کا مشاہدہ کر لیا جائے کہ خدا دعویٰ ہے اور مصطفیٰ ﷺ دلیل ہیں۔

میں نے تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں جیسے

۱ ☆ حیاۃ　　۲ ☆ علم غیب　　۳ ☆ حاضر وناظر

۴ ☆ آپ ﷺ کا تصرف　　۵ ☆ آپ ﷺ کا نفع پہنچانا　　۶ ☆ آپ ﷺ کا معصوم ہونا

☆ اور اللہ ﷻ ہر عیب سے پاک ہے تو اسکے حسن تجلی میں کوئی عیب ہوتا تو آپ ﷺ میں بھی کوئی عیب ہوتا اور خدا ہر عیب سے پاک ہے تو رسول میں عیب کیسے ہوگا؟ اسلئے وہ محمد ہیں وہ محمد ہیں وہ محمد ہیں وہ ایسے محمد ہیں کہ

مخلقت مبرأ من کل عیب

☆ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک ہو کر پیدا ہوئے ہیں خدا کیلئے اپنے عقائد کو درست رکھیئے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بے عیب ذات صرف خدا کی ہے۔ آمنا وصدقنا لیکن خدا اپنی شان خدائی میں بے عیب ہے اور مصطفیٰ ﷺ اپنی شان مصطفائی میں بے عیب ہے۔ خدا خالق ہو کر' معبود ہو کر بے عیب ہے اور مصطفیٰ ﷺ مخلوق اور عبد ہو کر بے عیب ہے۔

شبہ

☆ بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ﷺ کسی کو کچھ دے نہیں سکتے اور یہ آیت بھی پڑھ دی جاتی ہے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا

ترجمہ ☆ فرما دیجئے! میں اپنی جان کیلئے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا۔ (الاعراف ایت ۱۸۰)

☆ یعنی اے میرے محبوب! ان سے کہہ دے میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہ ہو وہ ہمیں کیا دیں گے۔

شبہ کا ازالہ

☆ میں حیران ہوں یہ لوگ قرآن کی بعض آیات کو پیش کر دیتے ہیں اور دوسری آیات کو پیش نہیں کرتے۔

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا

☆ پڑھ لیتے ہیں لیکن

" وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر آیت ۷)

ترجمہ☆ رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔

☆ نہیں پڑھتے۔ جب رسول کے پاس کچھ نہیں تو تمہیں کیا دیں گے؟ دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے

اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (التوبہ)

ترجمہ☆ انکو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

☆ یعنی اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ وہ تو کچھ دے نہیں سکتا تو پھر وہ غنی کیسے

کر سکتا ہے؟ یہ قرآن کی آیت تمہیں نظر نہ آئی ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

ترجمہ☆ میرے پیارے! کوثر میں نے تجھ کو دی۔

☆ کوثر کیا ہے؟

الکوثر الخیر کثیر۔ خیر فی الدنیا والاخرۃ

ترجمہ☆ اے میرے پیارے حبیب! میں نے دنیا اور آخرت کی کل خیر تیرے دامن میں رکھ دی۔

☆ اور پھر زبان رسالت نے فرمایا

اُعْطِیْتُ خَزَائِنَ الْاَرْضِ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۳)

ترجمہ☆ میں تو زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں۔

☆ دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے۔

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۳)

ترجمہ☆ میں تو تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دیا گیا ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ میں نے تو اپنے محبوب کو تمام خزانوں کی کنجیاں دے دی ہیں اور تم کہو وہ کچھ بھی نہیں دے سکتے۔

شبہ

☆ آپ کہیں گے پھر قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا

ترجمہ☆ فرمادیجئے! میں اپنی جان کیلئے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا۔

شبہ کا ازالہ

☆ لیکن تم آگے تو پڑھتے نہیں "لا اله" پڑھ لیا "الا الله" پڑھنا بھول گے اور "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ" کو پڑھ لیا اور "اَنْتُمْ سُكٰرٰى" کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح "قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا" پڑھ لیا اور "الا ماشاء الله" مگر اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے مالک ہوں۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا حضور ﷺ مالک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو حضور ﷺ مالک نہ ہوتے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ مالک ہوگئے تمہیں کیوں ناگوار گذرا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اور انکو مالک بنادیا اور قرآن میں اعلان بھی فرمادیا کہ

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ترجمہ☆ میرے پیارے میں نے کوثر تیرے حوالہ کردی۔

☆ اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو بالکل میری اوائل عمری طالب علمی کا ہے میری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی۔ ایک صابری چشتی بزرگ کی عزار پر پانچ روزہ جلسہ تھا۔ جب میں سٹیج پر آیا تو ایک سکھ مذہب کی ایک طالبہ کی طرف سے ایک رقعہ آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ بالکل اسی جگہ جہاں آپ کھڑے ہیں۔ آپکے مولانا نے عرب کی تہذیب وتمدن پر تقریر کی انکی سخاوت کا واقعہ بھی پیش کیا کہ حاتم طائی اتنا بڑا سخی تھا کہ اسکے محل کے آٹھ دروازے تھے اور سائل جس دروازے سے آتا خالی نہ جاتا اور بار بار بھی آتا کچھ نہ کچھ لے کر جاتا باوجود جاننے کے اس سائل کو حاتم نہ جھڑکتا اور دیتا رہتا اور آپ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام سخیوں سے زیادہ سخی ہیں۔ آپ کا رسول اگر واقعی تمام سخیوں سے زیادہ سخی ہیں تو حاتم سے بھی زیادہ سخی ہونا چاہئے اور انکی سخاوت تو آپ کے مولانا نے بیان کردی اب آپ اپنے رسول کی سخاوت پر کوئی ایسا واقعہ بیان فرمائیں ورنہ یہ مان لیں کہ حاتم آپ کے رسول سے زیادہ سخی تھا۔ اسکا جواب دیں یا نہ دیں لیکن یہ رقعہ لوگوں کو پڑھ کر ضرور سنادیں۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ جواب تو انکے پاس ہوگا نہیں لہذا لوگ اپنے رسول سے بدعقیدہ ہوجائیں۔ میں نے وہ رقعہ پڑھ کر لوگوں کو سنادیا اور کہا میں اسکا جواب دیتا ہوں۔

☆ میں نے کہا حاتم کا میرے رسول پاک ﷺ سے موازنہ کرنا ہی ایک بہت بڑی غلطی ہے

☆ حاتم کی سخاوت کا تو یہ حال ہے کہ سائل بار بار تمام دروازوں سے گھوم پھر کر پھر پہلے دروازے پر مانگتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کا گھر ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اسکا ہر دفعہ آنا اسکے ناقص سخی ہونے کی دلیل ہے۔ اسکا بار بار آنا اسکے ناقص سخی ہونے پر مہر لگا رہا ہے اور پھر میرے رسول کی کیا بات ہے؟ آپ ﷺ کے دروازے پر جو بھی ایک دفعہ آیا پھرا سے کہیں جانا نہیں پڑا بلکہ اسکی ایسی حاجت پوری ہوئی کہ اسے بار بار مانگنے کو کہا گیا مگر سائل مزید لینے سے گریزاں رہا۔

☆ مشکواۃ شریف کی حدیث ہے ربیعہ تہجد کے وقت سرکار ﷺ کا وضو کروا رہے ہیں۔ سخا کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا۔ "سل یا ربیعہ" "اے ربیعہ مانگ" کیا مانگتا ہے؟ اسکا مطلب یہ ہے کہ تحت الثریٰ سے لیکر عرش علیٰ تک سب کچھ سرکار ﷺ کے دامن میں ہے یہ سوال کرنے کی اجازت وہی دے سکتا ہے جسکے پاس سب کچھ ہو۔ اے ربیعہ! آپ کے ایمان پر قربان جائیں مگر آپ نے یہ نہیں کہا! حضور! آپ ﷺ کو کیا اختیار ہے آپ ﷺ تو کچھ دے نہیں سکتے۔ آپ ﷺ تو اپنی جان کیلئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ آپ مجھے کیا دیں گے؟ بلکہ آپ نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ سے مانگ لیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

☆ میرے آقا ﷺ میں جنت میں آپ ﷺ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔

☆ ارے محب کی محبوب سے محبت کے تقاضوں کو دیکھیں کہ کیا مانگ رہے ہیں۔ سبحان اللہ سرکار ﷺ نے پھر فرمایا اے ربیعہ اور بھی کچھ مانگ ربیعہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرا گھر پورا ہو گیا ہے حضور ﷺ نے پھر فرمایا اے ربیعہ اور بھی کچھ مانگ لے عرض کیا میرا گھر پورا ہو چکا ہے وہاں سائل کریم سے بار بار مانگتا ہے اور یہاں کریم سائل کو بار بار کہتا ہے۔ سائل بار بار کہتا ہے میرے آقا ﷺ میرا گھر پورا ہو گیا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا نمازوں میں میری مدد کرو۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ جنت میں ہمراہی کی خوشی میں کہیں نماز نہ چھوڑ دیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ سجدے کرتے رہو یہ تمہارے سجدے میری رضا پر میرے لئے کمالت ثابت ہونگے۔ ایسا نہ ہو کہ تہجد اور نمازیں کھو بیٹھو اور لوگ یہ نہ کہیں کہ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھی بے نمازی ہیں۔ میرا ساتھی ایسا ہو جو اسکی شان کے لائق ہو۔

☆ حضرات مکرم! ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ ہر رحمت حضور ﷺ کے ہاتھوں سے ملتی ہے۔ اسلئے فرمایا

وَاللّٰہُ یُعۡطِیۡ وَاَنَا قَاسِمٌ (بخاری شریف)

ترجمہ☆ اور بے شک اللہ ﷻ ہی دینے والا ہے اور میں محمد بانٹنے والا ہوں۔

☆ کسی نے پوچھا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے کیا یہ توحید ہے تو آپ نے فرمایا اپنے دل سے استفسار فرمائیں۔

☆ حضرات محترم! ایک ضروری بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اولیاء اللہ سے حسن عقیدت نہیں رکھتے دوری عقیدت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جو اولیاء اللہ سے دور ہیں وہ یقیناً اللہ ﷻ سے دور ہیں کیوں؟ اسلئے کہ اللہ ﷻ نے اپنے حسن جمال الوہیت کی جلوہ گاہ اپنے محبوب ﷺ کو بنایا اور حسن مصطفیٰ ﷺ کے حسن محمدیت کی جلوہ گاہ مقام ولایت ہے۔ اگر رسول کا علم غیب نہ ہوتو خدا کے علم غیب کی دلیل نہیں آئے گی۔ میرے آقا ﷺ کا علم غیب معجزہ ہے۔ یہ معجزہ خدا کے کمالات الوہیت کی دلیل ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات وہ معجزات مصطفیٰ ﷺ کی دلیل نہیں ظہور ہیں نبی کو علم عطائی او یقینی ہوتا ہے اور ولی کو علم غیب کا انکشاف ہوتا ہے۔ جو ظنی ہوتا ہے یہ الہام ولایت ہے۔ الہام ولایت ہے سرکار ﷺ کے زمانہ میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی انس بن نظر کی بہن کی لڑائی کسی دوسری عورت سے ہوگئی اور اس کا دانت توڑ دیا۔ یہ مقدمہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا کہ انس بن نظر کی بہن نے ہماری بہن کا دانت توڑ دیا ہے مدعی اور مدعا علیہ دونوں سرکار ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش ہیں اور سرکار ﷺ کے فیصلے کے منتظر ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا! یا انس کتاب الله والقصاص اے انس! اللہ ﷻ کی کتاب کا فیصلہ یہ ہے کہ تمہیں قصاص دینا ہوگا کہ تیری بہن نے انکی بہن کا دانت توڑا ہے لہٰذا تمہاری بہن کا دانت توڑنا پڑے گا آنکھ کے بدلے آنکھ کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ انس کہنے لگے حضور ﷺ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری بہن کا دانت کبھی بھی نہیں توڑا جائے گا۔ جب اللہ ﷻ کا رسول کوئی فیصلہ سنا دے اور کوئی اس فیصلہ کے خلاف قسم کھالے کہ یہ نہیں ہوگا اور قرآن کہتا ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء ۶۵)

ترجمہ ☆ تو اے محبوب! آپ ﷺ کے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم مانیں آپ ﷺ کو ہر اس جھگڑے میں جو انکے درمیان پیدا ہو

اور ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء آیت ٦٥)

ترجمہ ☆ پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی ہر اس فیصلے سے جو آپ ﷺ نے کیا اور بخوشی دل سے مان لیں۔

☆ یہ مشکلات حدیث میں سے ایک حدیث ہے ایک مشہور محدث سے اس حدیث کے بارے میں گفتگو ہوئی اس نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں مطلب پوچھا تو میں نے بتایا کہ حضور ﷺ کا کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے جسکا آئینہ قلب صاف ہو کہ اگر حضور ﷺ کے علم کی تجلی کا کوئی ذرا وہاں چمک جائے تو وہ کمال اس صحابی کا نہیں' غلام کا نہیں۔ آقا ﷺ کا کمال ہے حضور ﷺ اس وقت حاکم کے مقام پر تھے۔ حاکم کی حیثیت میں ہی فرمانا تھا کہ یا انس کتاب اللہ والقصاص اور حاکم کا کام ہے کہ قانون کے مطابق فیصلے کی بات کرے مگر اگلی بات بھی حضور ﷺ کو معلوم تھی کہ آگے ہوگا کیا؟

☆ میرے آقا ﷺ کے علم کی تجلی انس کے سینے میں چمکی اسلئے انس کو معلوم ہو گیا تھا کہ مدعی قصاص نہیں لیں گے دیت لیں گے چنانچہ لڑکی کے ورثا نے کہا ہم دیت پر راضی ہوتے ہیں۔ قصاص نہیں لینا چاہتے انہوں نے قصاص معاف کر دیا انکو اجر حاصل ہوا اور انس کی قسم بھی پوری ہو گئی کیوں اسلئے کہ سرکار ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے غلاموں میں اللہ عزوجل کے کچھ ایسے بندے موجود ہیں کہ اگر اللہ عزوجل پر کوئی قسم کھا کر بیٹھ جائیں تو اللہ عزوجل انکی قسم کو پورا ہی فرماتا ہے یہ کیا تھا؟ یہ میرے آقا ﷺ کے علم کی تجلی کا جلوہ حضرت انس کے سینے میں ظاہر ہوا آپ ﷺ اپنے علم کے جلوے اپنے غلاموں کو عطا فرمانیوالے ہیں۔ لہذا کمال ولایت کیا ہوا؟ کمال ولایت کمال نبوت کی تجلی ہے۔ تو اب اگر کوئی کمال ولایت کو نہیں مانتا تو انس بن نظر کی بات سے اسکا جواب سمجھے۔ کمال ولایت ایک حقیقت ہے جسکا تعلق الہام سے ہے جو انس بن نظر کو ہوا۔ وہ الہام کیا تھا؟ وہ علم نبوی کی تجلی کا ظہور تھا۔ اگر کمال ولایت نہ ہوتی تو انس بن نظر یہ قسم کیسے کھاتے؟ نبی فرماتا ہے یا انس کتاب اللہ والقصاص اور انس کہتا ہے خدا کی قسم میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائیگا تو نبی اور ولی کی بات میں بالمشافہ کیسے تضاد ہو سکتا ہے؟ وہ نبی کا معجزہ ہے اور یہ ولی کی کرامت ہے لہذا نبی کے معجزہ پر بھی ایمان ہے اور ولی کی کرامت پر بھی ایمان ہے۔

وما علینا الا البلاغ